تاثیرِ عشقم

از قلم مہک عارف

اس تحریر کے تمام جملہ حقوق محفوظ ہیں۔لکھاری کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی اس ناول کو پبلش کرنے کی اجازت نہیں۔لکھاری کاپی کرنے والے کے خلاف قانونی کارہ جوئی کا مجاز رکھتا ہے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

باب نمبر 1

اس تنگ تاریک کوٹھری میں وہ تنہا کھڑا تھا۔ جگہ اتنی تاریک تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا۔ ایسے میں وہ کوٹھری کے دروازے کو اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے بے دریغ پیٹ رہا تھا۔ لیکن باہر کی ظالم اور بے حس دنیا پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ تھک ہار کر اسنے اپنا چہرا اوپر آسمان کی جانب اُٹھایا۔

یا اللہ !!!" وہ ہلک پھاڑ کر چیخا تھا کہ اسکی آہ فرش سے عرش تک جا پہنچی اور وہ ہربڑا کر اٹھ بیٹھا۔

بھوری چار دیواری والے کمرے میں وہ اس جہازی سائز بیڈ پر تن تنہا تھا۔ پورا بدن پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ کمرے میں واحد کھڑکی تھی جس سے رات کی تاریکی کا اندازا لگایا جا سکتا تھا۔ کمرے کے دائیں جانب ڈریسنگ روم کا دروازا تھا۔

آہ!! آخر کب یہ خواب میرا پیچھا چھوڑیں گے۔" سرد آہ بھرتے اس نے اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں میں زور سے بھینچ کر جھٹکا دیا۔ آنکھیں سرخ انگارا ہو رہی تھیں۔ تبھی دور سے مؤذن کی صدا بلند ہوئی وہ اسے

Aesthetic Novels

بلا رہا تھا کامیابی کی طرف ہدایت کی طرف لیکن وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ اٹھا اور جا کر کمرے میں لگی واحد کھڑکی بھی مقفل کر دی جس کے ساتھ ہی مؤذن کی آواز دم توڑ گئی اور وہ وہیں زمین پر بیٹھتا چلا گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسکی سبز ہیزل آنکھوں سے زاروقطار پانی بہنا شروع ہو گیا۔

وہ مظبوط اعصاب کا مالک شخص پھوٹ پھوٹ کر رو دیا کہ یہی تو وقت تھا اسکے پاس اپنے دل کا غبار نکالنے کا اپنے من کا بوجھ ہلکا کرنے کا طلوع آفتاب کے بعد تو ایک الگ زندگی شروع ہو جانی تھی وہ جو گناہوں کی گرویدہ تھی جس زندگی میں وہ سر تا پیر گناہوں میں ڈوبا ہوا تھا وہ اس زندگی کو چھوڑ کر دور چلا جانا چاہتا تھا مگر یہ اتنا آسان نہ تھا اسے اسی زندگی کے ساتھ جینا تھا خود سے جڑے لوگوں کے لیے۔

اسنے زور سے اپنی مٹھیاں بھینچیں ایسے کہ ناخن ہتھیلیوں میں پیوست ہو گئے۔اسکا ضبط جواب دے رہا تھا لیکن یہ زندگی اس نے اپنے لیے خود نہیں چنی تھی یہ زندگی تو اسے تھمائی گئی تھی۔خود کو پتھر سے زیادہ مظبوط کہنے والا مرد ایک بار پھر ہار رہا تھا لیکن طلوع آفتاب تک۔

یہ حسیں، دلنشیں۔۔

اک محبت کی ہے جو داستاں۔۔

اور ب را کھاں اور ب۔۔۔۔" وہ سر میں گنگناتی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ رہی تھی جب کسی چٹان جیسی چیز سے بری طرح ٹکرائی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

یُو۔۔ڈفراللہ میاں نے یہ آنکھیں صرف شو کروانے کے لیے دی ہیں دیکھ کے۔۔۔"لیکن وہ اپنا جملہ مکمل نہیں کرپائی تھی۔اپنے سامنے کھڑے غصے سے خود کو تکتے چنگیز خان کو دیکھ کر اسکا ہلک خشک ہو گیا اور جلدی سے اپنا رخ دوسری جانب موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

ہائے اللہ جی۔ آج تو مر گئی۔کچھ کر جیا کچھ کر۔"دل ہی دل میں بڑبڑاتے اسنے رخ واپس موڑا۔وہاں کسی زی روح کو نہ پاکر شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔

اف بچ گئی۔ صحیح کہتے ہیں یہ چنگیز خان میری یہ زبان کسی دن مجھے ذلیل کروائے گی"خود کو ملامت کرتے جیا باقی سیڑھیاں پھلانگتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔

وسیع لان میں پڑی کرسیوں پر اس وقت معید سکندر اور ثانیہ بیگم براجمان تھیں۔جیا لان کے بائیں جانب لگے جھولے پر آکر بیٹھ گئی جس پر منہا پہلے سے بیٹھی فون میں غرق تھی۔

کیا دیکھ رہی ہو؟"جیا نے منہا کے ہاتھوں سے موبائل جھپٹا۔

منہا نے کھا جانے والی نظروں سے جیا کو گھورا گویا اسے کچا چبا جانے کا ارادہ رکھتی ہو اور ابرو سے موبائل کی سکرین کی جانب اشارہ کیا۔

اوہ تو سیل لگی ہے۔ہم بھی تو دیکھیں۔"جیا نے مزید موبائل کو کھنگالنا شروع کیا۔منہا نے اس کے ہاتھ سے موبائل چھیننے کی کوشش کی

جیا اس سے پہلے منہا کو مزید تنگ کرتی چنگیز خان کو لان کی جانب آتے دیکھ شرافت سے فون واپس کیا اور معصوم سی شکل بنا کر جھولے پر ٹک کر بیٹھ گئ.

بالاج سکندر عرف چنگیز خان اپنی پوری وجاہت کے ساتھ آکر لان میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر براجمان ہوا۔ آج آفس میں کام زیادہ نہیں تھا جس وجہ سے وہ مغرب کے بعد گھر آگیا تھا ورنہ رات آٹھ نو بجے سے پہلے اُسکی واپسی غیر یقینی ہوتی تھی۔

مظفر علی سے میٹنگ تھی نہ آج تمہاری کیا بنا اُسکا۔"معید سکندر نے بات کا آغاز کیا۔

جی وہ کل ڈیل سائن کر دیں گے۔ منشی سے بات ہوئی تھی میری لیکن آج میٹنگ کے دوران مجھے انکا رویہ خشک سا لگا تھا جیسے وہ اس سب میں انٹرسٹڈ نہ ہوں۔"بھاری رعب دار آواز سے کہتے اس نے سامنے میز پر دھری کیتلی سے چائے کپ میں انڈیلی۔ بالاج کی بات پر معید سکندر محض ہنکارا بھر کر رہ گئے۔

جیا!! تم کل صبح تیار رہنا۔ یونیورسٹی میں ایڈمشن کروانا تمہارا۔" بالاج نے کپ سے ایک گھونٹ بھرتے چند قدم دور بیٹھی جیا کو مخاطب کیا اور جس ذکر سے وہ پچھلے کچھ عرصے سے بچتی آرہی تھی وہ آج کر دیا گیا تھا۔

اپنی سیاہ موٹی آنکھوں میں دنیا جہان کی بوریت سموئے اُسنے جھٹ اثبات میں سر ہلایا۔

وہ جانتی تھی اگر وہ انکار بھی کر دیتی تو کون سا اس نے سن لینا تھی کیونکہ مسٹر چنگیز خان اپنی بات منوانے کا عادی تھا۔ اپنی زبان کا پکّا۔ اپنے الفاظ کو پتھر پر لکیر کہنے والا بالاج سکندر۔

Aesthetic Novels

کمرہ نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ صوفے کے قریب کوئی چھوٹی سی لال رنگ کی شے چمک رہی تھی قریب جانے پر معلوم پڑتا کہ وہ سگریٹ تھی۔ بے شک سگریٹ نوشی صحت کے لیے مضر ہے لیکن اس بات کا اثر اس شخص پر نہ تھا ایسے کئی سگریٹ کو ساتھ رکھے ٹیبل پر پڑے ایش ٹرے میں مسلا گیا تھا۔ آج ایک بار پھر سے وہ ماضی کے جھمیلوں میں کھویا ہوا تھا ہاتھ میں پکڑا سگریٹ کا ٹکڑا جب سلگ سلگ کر انگلی تک پہنچ جاتا تو گرمائش کے احساس سے وہ اسے ایش ٹرے میں مسل دیتا۔

ماضی ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان چاہ کر بھی پیچھا نہیں چھڑوا سکتا۔ اسکا ماضی بھی ایسا ہی تھا۔ تکلیف دہ ،مہلک بیماری سے زیادہ جان لیوا۔ دفعتاً وہ صوفے سے اٹھا اور آنکھوں کے نم کناروں کو انگلی کے پوروں سے صاف کیا۔ جا کر کمرے کی بتی جلائی تو تاریک کمرہ مصنوعی روشنی میں نہا گیا تو وہاں کھڑے شخص کا سراپا واضح ہوا۔ بالاج سکندر جو دن کی روشنی میں چٹان سا مظبوط نظر آتا تھا یہ تکلیف دہ ماضی اسکی زندگی کا تاریک پہلو تھا۔ ٹھنڈی آہ خارج کرتے بالاج نے خود کو پھر سے مضبوط کیا تھا اور اپنی کل کی میٹنگ میں پیش کی جانے والی پریزینٹیشن تیار کرنے لگا۔

وہ کہتے ہیں نا کہ دن کی روشنی میں مظبوط نظر آنے والے رات کی تاریکی میں نمک کا مجسمہ ہوتے ہیں۔

صبح اُسکی آنکھ کسی خوبصورت خواب کے زیر اثر کھلی تھی وہ انگڑائی لیتی آنکھیں مسلتے اٹھ بیٹھی انگڑائی لیتے اسکی نگاہ اپنے دائیں جانب کروٹ لیے سوئی منہا پر گئی بلا کی معصومیت اپنے حسین و جمیل چہرے پر سجاے وہ آرام سے خواب وخرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی

منوں منوں۔۔یار آٹھ جاؤ۔" اور وہ جیا سکندر ہی کیا جسے کسی کا سکون ہضم ہو جائے۔اونچی آواز میں اسکے کان کے قریب چیختے پل میں بیچاری کو جھنجھوڑ ڈالا۔منہا ھڑبڑا کر اٹھی۔

کیا مسئلہ ہے جیا کیوں چین نہیں تمہیں ایسے گدھوں کی طرح کون اٹھاتا ہے کسی کو نیند سے۔ذرا جو شرم آ جائے تمہیں۔دیکھنا ذرا کل سے میں بھی تمہیں کیسے اٹھاتی ہوں یا اللہ مجال ہے جو یہ لڑکی کبھی مُجھے دو گھڑی چین لینے دے۔۔۔۔"

منہا اپنی نیند خراب ہونے پر سخت بدمزہ ہوتی اٹھ بیٹھی اور اب اپنا سارا غبار جیا پر نکالنے لگی۔جو اُسکے شر سے بچنے کو تیزی سے باتھروم میں گھس گئی تھی۔

سنو۔تمہاری شادی کب ہوگی؟؟" جیا جب باتھروم سے باہر نکلی تو منہا نے تجسس سے پوچھا اور خود باتھروم کی جانب بڑھ رہی تھی۔جیا نے پہلے تو حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

جب بھی ہو جائے۔۔کونسا تم سے ہونی ہے۔" بالوں کی اونچی پونی ٹیل بناتے جیا نے کندھے اچکا دیے۔

وہ میں اس لیے پوچھ رہی تھی کہ کب ہوگی تمہاری شادی اور کب چھوٹے گی میری تم سے جان۔"بیزار لہجہ مقابل کو آگ ہی تو لگا گیا تھا۔جیا ہاتھ میں پکڑا ہئیر برش مارنے کے سے انداز میں منہا کی جانب بڑھی لیکن اس سے پہلے ہی منہال اُسکے ارادے بھانپتی جلدی سے باتھرُوم میں غائب ہوگئی۔

فکر نہیں کرو میری جان ساری زندگی تمہارے سر پر مسلّط رہوں گی۔" چلا کر کہتے اُسنے اپنا بیگ اٹھایا جسمے اس نے اپنے اہم دستاویات رات کو بھر کر رکھے تھے اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ پیچھے اُسکی بات پر منہا کا قہقہہ بلند ہوا۔

جیا گاڑی میں بیٹھی باہر دوڑتے مناظر کو دیکھ رہی تھی گاہے بگاہے وہ بالاج پر بھی نظر ڈالتی جو پوری طرح سے اپنا دھیان ڈرائیونگ پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔ گاڑی میں چھائی خاموشی سے اب وہ اکتا گئی تھی۔

کیا یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینا ضروری ہے؟" جیا نے بالاج کی جانب رخ کرتے معصومیت سے پوچھا۔

تو کیا ساری زندگی گھر بیٹھنے کا ارادہ ہے؟" الٹا سوال کر کے وہ اُسے لاجواب کر گیا جیا کو بالاج سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ تو کیا وہ اسے بوجھ سمجھتا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اسکی آنکھوں میں نمکین پانی بھر گیا

بول دیں اگر بوجھ ہوں آپ پر تو چلی جاؤں گی؟" بمشکل آنسوؤں پر ضبط کرتی وہ مزید گویا ہوئی

اچھا ذرا بتاؤ تو جاؤ گی کہاں؟؟" جیا اسکی بات سن کر حیران نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ وجانتی تھی یہی جواب ہو گا اُسکا۔

اپنے گھر۔۔!" یک لفظی جواب دے کر وہ اپنا رخ دوبارا کھڑکی کی جانب موڑ کے بیٹھ گئی۔ وہ بالاج سے شدید والا ناراض ہو چکی تھی۔

اچھا اس گھر جہاں سے پہلے بھی تم دو دفعہ بھوت پریت سے ڈر کر آگئی تھیں۔؟" بالاج نے مصنوعی قہقہ لگایا اور گاڑی یونیورسٹی کے سامنے روک دی۔

تب میں چھوٹی تھی۔!! جیا نے اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے بولا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ بالاج بھی اپنی طرف کا دروازہ کھولتا گاڑی لوک کرتا باہر نکلا تھا۔ جیا کی بات پر دل تو قہقہ لگانے کو چاہ رہا تھا۔

"اچھا تب چھوٹی تھیں تم اب کتنی بڑی ہو گئی ہو۔؟" بالاج نے استہزائیہ انداز میں اسکے چھوٹے قد پر چوٹ کی اور قدم یونیورسٹی کے اندر کی جانب بڑھا دیے۔ دو قدم آگے چل کر پلٹ کر دیکھا تو جیا وہیں کھڑی خفگی سے اُسے ہی گھور رہی تھی۔

"چلو"۔ بالاج نے سنجیدگی سے اسے آگے آنے کا اشارہ کیا وہ پیر پٹختی اسکے ہمقدم ہو لی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اُسکا یونیرسٹی میں ایڈمشن کروا کر وہ گاڑی میں بیٹھا کب سے جیا میڈم کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن وہ یونی گھومنے کا بہانا بنائے نا جانے کہاں غائب تھیں۔

جیا اپنی دھن میں ادھر اُدھر دیکھتی کیفے کی طرف جا رہی تھی جب سامنے سے کوئی آکر اُس سے بری طرح ٹکرایا۔ تصادم اتنا زوردار تھا کہ اُسکے ہاتھ میں پکڑے ڈاکومنٹس زمین بوس ہو گئے۔ سامنے والے کی فکر کیے بغیر وہ بال کانوں کے پیچھے اڑستی نیچے جھکی۔ سامنے والے کی نظریں بھی ساتھ ہی جھکی تھی۔ وہ اب اُسکے پیروں میں بیٹھی جلدی جلدی سب سمیٹ رہی تھی۔ سامنے والے کو مسلسل خود کو تکتے پا کر وہ جھنجلا

کراٹھی اور سامنے والے کو کچھ سنانے ہی لگی تھی کہ اُسکی آنکھوں میں دیکھ کچھ لمحات کے لئے ساکت ہو گئی۔

ایم سو سوری۔۔ میں نے دھیان نہیں دیا۔ آپکو لگی تو نہیں۔"سامنے کھڑے وہاج ملک نے فوراً اپنی بے خودی پر قابو پاتے معذرت کی۔

دیکھ کر نہیں چل سکتے آپ۔ یہ دو موٹی موٹی آنکھیں اللہ میاں نے لڑکیوں کو تاڑنے کے لیے دی ہیں۔"اسکا سکتہ ٹوٹا تو وہ بغیر لحاظ کے بولتے چلی گئی۔ یہ جانے بغیر کہ سامنے والے کو اسکا ایک ایک لفظ جیسے حفظ ہوا تھا۔

ایسی بات نہیں ہے وہ دراصل میں۔۔"وہاج اپنی صفائی میں کچھ کہنے ہی والا تھا جب کسی مرد کو جیا کے پاس آتے دیکھ زبان کو بریک لگائی۔

کہاں چلی گئی تھیں تم جیا۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔۔"بالاج سے جب مزید انتظار نہ ہوا تو وہ گاڑی سے نکل کر جیا کو ڈھونڈتے ہوئے اس طرف آیا تھا۔

جی وہ۔ وہ می۔ میں"جیا کی سمجھ میں نہ آیا کیا بولے۔

کیا وہ وہ لگا رکھی ہے چلو بھی اب یا انویٹیشن بھیجوں۔"بالاج کی بات سن کر جیا کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ اور وہ پیر پٹکتی بالاج کے پیچھے چل دی۔

ہمم۔"جیا"۔۔نائیس نیم۔"وہاج نے ہنس کر سر جھٹکا۔

رات کو ڈائننگ ہال میں سب بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔جیا کھانا کم کھا رہی تھی اس سے بڑھ کر منہا کے کھانے میں رکاوٹ ڈال رہی تھی۔

جیا۔کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔۔مجھے کھانا کھانے دو۔" منہانے جیا کو دو تین مرتبہ آہستہ آواز میں ٹوکا تھا لیکن وہ جیا ہی کیا جس کی کانوں پر کبھی کوئی جوں رینگ جائے اسلئے اب کی بار منہانے قدرے اونچی آواز میں اُسے بولا۔

موٹی ہو جاؤ گی کھا کھا کر۔"جیانے دانت پیستے ہوئے بولا

مر جاؤں گی لیکن موٹی نہیں ہووں گی۔انشاءاللہ۔۔"منہانے ہمیشہ کی طرح اپناڈائیلاگ بولا تھا

بس 'کیا تم دونوں چین سے نہیں بیٹھ سکتی ہو۔"بالاج جو معید سکندر اور ثانیہ بیگم کے ساتھ بات کر رہا تھا بار بار انکو چونچ لڑاتے دیکھ گویا ہوا

بھیو۔میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔یہ بد تمیز مجھے تنگ کر رہی ہے۔"بالاج نے آبرو اچکا کے جیا کی جانب دیکھا

نن۔نہیں۔تو" اُسکے دیکھنے پر جیا ممنائی۔

چپ ہو جاؤ تم دونوں۔' ثانیہ بیگم نے اب انکو چپ کروایا تھا اور وہ خاموش ہو بھی گئی تھیں۔

ہاں تو بیٹا میں کہہ رہی تھی کہ مصفرا کی منگنی پر جانا بہت ضروری ہے اگر ہم نہیں گئے تو انہیں برا لگے گا۔"

جی تو آپ لوگ چلے جائیں نا۔ میں نہیں جانا چاہتا۔ میری طرف سے آپ وش کر دینا اُسے۔" بالاج نے ہمیشہ کی طرح اپنا دامن بچایا تھا۔

ٹائمنگ بہت غلط ہے۔ چچ چچ چچ۔" جیا نے کچھ سوچتے دل ہی دل میں افسوس کیا لیکن دل کی بات زبان پر آ گئی تھی

کیوں جی کیا ہوا ہے اب۔" بالاج نے اسے دوبارا بولتے دیکھ کر ہاتھ سینے پر باندھتے اپنا رخ پورا اسکی جانب پھیرا تھا۔ تو یہ ناممکن تھا کہ جیا کی زبان کہیں بند ہو جاتی۔ انکی نوک جھوک دیکھ معید سکندر بے ساختہ مسکرا دیے۔

مم۔ میرا مطلب تھا کہ۔۔۔ آ۔ آپ خود دیکھیں ابھی آج میرا ایڈمشن ہوا ہے یونی میں کک۔ کلاسز سٹارٹ ہونی ہیں میں کیسے جا سکتی ہوں۔۔ اُونہوں۔" جیا نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے نفی میں سر ہلایا۔

صبح تک کسی کی جان جا رہی تھی یونی کے نام سے۔" منہا کو شاید اسکے کہے پر یقین نہیں آیا تھا۔

تب وہ سب نہیں دیکھا تھا جو دکھ گیا ہے آج۔" جیا کے سامنے چھن سے کسی کی مسکراتی آنکھیں لہرائی تھیں۔

کیا۔ کیا دکھ گیا ہے." منہا نے تجسّس کے مارے پوچھا

کک۔ کچھ بھی تو نہیں۔ م۔ میرا مطلب اتنا اچھا ماحول تھا یونی کا۔۔ مم۔ مم۔ میرا اب دل کر رہا ہے۔ سو مصفیر اسے معذرت کر لینا تم میری طرف سے۔" جیا کہتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔ بالاج بھی حیران نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

Aesthetic Novels

یا اللہ۔ پتا نہیں کیوں جان جاتی ہے تم لوگوں کی اپنی خاندان والوں سے ملنے سے۔ حد ہے بھئی۔" ثانیہ بیگم کو شدید تاؤ آیا تھا

ارے بیگم بچے عہد کے بڑے ہو گئے ہیں۔ جانے دو انہیں ہم چلے جائیں گے تو نائلہ شکوہ نہیں کر پائے گی ۔" معید سکندر نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا اور وہ بات مان گئی تھیں جبھی بولیں

جی سہی کہہ رہے ہیں آپ اور تم بالاج اگر تم نے جیا کو ڈانٹا یا مجھے کوئی شکایت ملی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔ ویسے بھی ہمیں کوئی ایک ہفتہ تو لگ ہی جائے گا۔" وہ بالاج کو جیا کے بارے میں خبر دار کرنا نہیں بھولی تھیں

جی کوئی شکایت نہیں ہو گی آپکو۔ اور یہی بات برائے مہربانی اپنی چہیتی کو بھی سمجھا دیں۔" بالاج اپنا موبائل اٹھاتا جس پر کال آ رہی تھی، لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلتا چلا گیا۔

☺_________________________☺

جیا بہت خاموشی ک ساتھ منہا کی پیکنگ میں مدد کر رہی تھی۔ وہ اُداس ہو رہی تھی نا جانے یہ ایک ہفتہ کیسے گزرنا تھا لکن خیر وہ گزار لے گی۔

منہا بیٹا کتنی دیر ہے۔" ثانیہ بیگم نے انکے کمرے میں داخل ہوتے استفسار کیا

بس مما کچھ چیزیں رہ گئی ہیں۔۔ آپ نے شکور چچا سے بول کر باقی سامان رکھوا لیا گاڑی میں۔۔" منہا اپنے ہاتھ میں موجود ڈریسز کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔

ہاں بیٹے رکھوا دیا ہے۔۔" ثانیہ بیگم صوفے پر براجمان ہوئی۔

جیا وہ کٹ پکڑانا ذرا نیو والی۔۔ جیا۔ جی۔۔" منہا نے باقی میک اپ کا سامان دیکھتے جیا سے کٹ مانگی جب کوئی جواب نہ آیا تو وہ جیا کی جانب مڑی۔ جو سوں سوں کرتی آنسو روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی

جیا میری جان کیا ہوا ہے۔ کسی نے کچھ کہاہ بتاؤ تو۔ مما دیکھیں اسے۔ بیٹھو تم یہاں۔" منہا نے اُسے سامان ایک طرف کر کے بیڈ پر بٹھایا۔

کچھ نہیں وہ بس آپ لوگ جا رہے ہیں تو اُداس ہو گئی میں۔۔" ثانیہ بیگم ک پوچھنے پر اُسنے کھا تھا۔ وہ بے ساختہ مسکرا دیں۔

ا۔ آپ مت جائیں نا۔ سوری کر لیں پھوپو سے۔ آپ کے بغیر بھی تو منگنی ہو جائے گی یم سب شادی پر چلے جائیں گے۔ وہ کونسا کوئی آپکی منت کر رہی ہیں۔ پلیز مت جائیے نا۔۔" جیا نے ایک آس سے کہا تھا

بیٹے۔ رشتے منتوں یا ترلوں سے نہیں بنتے بلکہ رشتے تو احساسات کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس لیے رشتوں کا احساس کرنا چاہیے جو ہمارے ہمقدم، ہمارے ساتھ چلنا چاہے اسکا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ جانے چاہیے۔ یہی ہماری زندگی ہے۔ اور ویسے بھی ایک ہفتے ہی کی تو بات ہے۔ ہم واپس آجائیں گے۔" ثانیہ بیگم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن جس چنگیز خان کے ساتھ مجھے چھوڑ کے جا رہی ہیں اگر واپسی پر میں زندہ نہ بچی تو ۔۔" جیا نے ایک اور جواز پیش کیا تھا جسے رد کر دیا گیا

Aesthetic Novels

میں نے سمجھا دیا ہے اسے آپکو کچھ نہیں کہے گا بشرطیکہ آپ اسے تنگ مت کرنا۔میری بات سمجھ رہی ہو۔جیا۔"انکے پوچھنے پر اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

پرومس۔"ہاتھ بڑھا کر وعدہ کیا تھا اسنے۔

اور جیا سکندر جب وعدہ کرنا جانتی تھی تو اسے تاحیات نبھانا بھی خوب جانتی تھی۔

تھوڑی دیر میں اس نے منہا کے ساتھ مل کر تمام تیاری کروادی تھی۔اور منہا،ثانیہ بیگم اور معید سکندر لاہور کے لیے نکل گئے تھے۔

آج انہیں گئے ایک رات ہی بیتی تھی لیکن جیا بہت اداس ہوگئی تھی۔

آج جیا کی یونیورسٹی کا پہلا دن تھا وہ بہت پرجوش تھی آج کے لیے۔اسی لیے صبح صبح اٹھ کر تیار ہوگئی۔

زرکہ بی نے دونوں کے لیے ناشتہ تیار کردیا تو وہ دونوں اجلت میں ناشتہ کرتے اپنی منزل کی جانب بڑھے۔بالاج نے پہلے جیا کو یونیورسٹی ڈراپ کیا اور اسے خاص تاکید کی کہ جب تک وہ خود اسے پک کرنے نہیں آتا وہ یونیورسٹی سے باہر نہیں نکلے گی۔

اور پھر آفس چلا گیا۔

جیا تھوڑی گھبرائی ہوئی اپنے ڈیپارٹمنٹ کی جانب بڑھ رہی تھی جب اپنے عقب میں آتی آواز نے اُسکے قدم زنجیر کیے۔

ہئے۔جیا۔"بھاری مردانہ آواز کو پہچاننے میں اسے ایک لمحہ لگا تھا وہ کرنٹ کھا کر پلٹی اور اپنے سامنے وہاج ملک کو اپنی بھرپور کشش کے ساتھ کھڑے پاتے اسکی دھڑکنیں عجیب انداز میں تھمی تھیں۔

ہہ۔ہی۔ہیلو۔آپ؟؟""گویا وہ اسے پہچان گئی تھی لیکن ہائے یہ انا۔۔

غالباً آپ نے مجھے پہچانا نہیں ہے۔وہ اس دن آپ سے ملاقات ہوئی تھی جب آپ اپنے بھائی ک ساتھ چلی گئیں تھی۔"آہ اُسکی سحر کن آواز اس سے پہلے کہ جیا مزید بوکھلاتی"بھائی"لفظ نے اُسکی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔

"اللہ اللہ وہ کھڑوس۔میرا مطلب بالاج میرے بھائی نہیں ہیں۔"ایسے شخص کو اپنا بھائی کے روپ میں وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Download, Read

پھر؟؟"یک لفظی استفسار کیا گیا دل کو ایک دھڑکا سا لگا تھا

وہ میرے فرسٹ کزن ہیں."وہاج کی اٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں تو وہ جی جان سے مسکرا دیا۔اور اسکی یہ مسکراہٹ مقابل کے دل پر وار کر گئی تھی۔جیا مسمرائز سی اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔

آپ کا فرسٹ ڈے ہے آئی تھنک؟"جیا نے سر اثبات میں ہلایا

چلیں میں آپکو چھوڑ دیتا ہوں۔کہاں ڈپارٹمنٹ ڈھونڈتی پھریں گی۔"اس نے گویا احسان کرنے والے لہجے میں کہا جیا نے ایک بار پھر سر اثبات میں ہلایا لبوں سے الفاظ ادا کرنا بھاری ہو گیا تھا۔وہ خود جا سکتی تھی لیکن اس شخص جس کا نام تک اسے معلوم نہیں تھا کے ہمقدم چلنے کی بات ہی کچھ اور تھی۔اسکا دل بغاوت

کر رہا تھا اور دماغ اسے ڈپٹ کر خاموش کروا رہا تھا لیکن یہ پہلی بار تھا کہ اسنے اپنے دل کی سنی تھی اور وہ اس راہ پر چل نکلی تھی جس سے واپسی ممکن نہیں تھی۔

بالاج فکس ٹائم پر اسے لینے کے لیے پہنچا تھا۔جیا گم سم سی بیٹھی کھڑکی سے باہر دوڑتے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔بالاج نے بھی اسکی یہ خاموشی نوٹ کی تھی لیکن کریدا نہیں وہ اسکے لیے کبھی اتنی اہم نہیں ہوئی تھی کہ اسکے لیے پریشان ہوتا۔لیکن اس سب کے برعکس اسکی خاموشی اسے بری طرح کھل رہی تھی۔

گھر کے پورچ میں گاڑی کھڑی کرتے اسنے ایک سرسری نگاہ جیا پر ڈالی جو بغیر ایک لفظ بولے بیگ اٹھاتی گاڑی سے باہر نکل اندر چلی گئی تھی۔

اسے کیا ہوا ہے عجیب بیہیو کر رہی ہے۔"شانے اچکا تا وہ بھی گھر کے اندر چلا گیا۔

دھوکے باز،ڈرامے باز شو باز اور جتنے بھی باز۔۔۔تم نے تو کہا تھا جاتے ساتھ کال کروگی۔لیکن لگتا ہے وہاں سب کے ساتھ مصروف ہو کر تم مجھے بھول ہی گئی ہو۔" اپنے کمرے میں ٹہلتی جیا ویڈیو کال پر منہا سے مخاطب تھی۔اس نے آج منہا کی کلاس لینے کی ٹھانی ہوئی تھی

اچھا اچھا سانس تو لے لو جیا۔سوری کر رہی ہوں نہ میں۔ایم رئیلی سوری میری جان۔"کب سے نان سٹاپ بولتی جیا کو بیچ میں ٹوکتے منہا نے کوئی دسویں بار معافی مانگی تھی جسے جیا نے "ہونہہ" کہہ کر جھٹک دیا

کیسا گزرا یونیورسٹی کا پہلا دن۔۔ مزا تو نہیں آیا ہو گا بھئ جو یونی کے نام سے بھی چڑتا ہو اسکا بھلا کیا دل لگے گا یونی میں۔ "منہا کی بات پر جیا نے اپنی بے اختیار اُمڈ آنے والی مسکراہٹ دبائی۔ منہا اس سے بے خبر بولتے جا رہی تھی۔

بہت اچھا گزرا آج کا دن مجھے بہت مزا آیا۔ انفیکٹ آج "جیا کی بات پر منہا کی زبان کو بریک لگی۔ لب حیرت سے وا ہو گئے۔ وہ تحیر سے آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔ اور اس بات پر وہ کبھی یقین نہ کرتی لیکن خیر جیا سکندر سے کچھ بھی، کبھی بھی بعید تھا۔ اپنی رو میں بولتی جیا نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔

وہ منہا کو وہاج ملک کے بارے میں بتا سکتی تھی لیکن صحیح وقت آنے پر۔ جب تک وہ خود وہاج کو اچھے سے جان نہیں لیتی آج کی ملاقات سے وہ صرف اتنا جان پائی تھی کہ وہاج ملک کا تعلق ایک اونچے گھرانے سے تھا۔ یونیورسٹی میں وہ اس سے سینئر تھا۔

دراز قد، مناسب سانولی رنگت والا وہاج ملک دکھنے میں بائیس تئیس سالہ نوجوان تھا۔

اسکی سحر انگیز شخصیت نے جیا کو بھی باقی لڑکیوں کی طرح اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا۔

دور اندر وہ خود بھی اپنے جزبات پر حیران تھی۔

آج تک اس نے اپنے دل میں کسی مرد کے لئے یہ جزبات نہیں پائے تھے۔

منہا سے بات کرنے کے بعد وہ خود کو کافی پر سکون محسوس کر رہی تھی۔

رات وہ دونوں ڈائننگ ہال میں کھانا کھا رہے تھے۔ جب بالاج نے اسے مخاطب کیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

آج کا دن کیسا رہا۔ کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی۔۔" چمچ اور کانٹے کی مدد سے اپنی پلیٹ میں کباب توڑتے اس نے سرسری سا استفسار کیا تھا۔ یہ تو طے تھا کہ اسکی خاموشی بالاج کو حیران کر گئی تھی۔

ںب۔ بہت اچھا گزرا اور کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔۔ آتی بھی کیوں ماشاءاللہ آپکی شکل جو دیکھنے کو نہیں ملی تھی۔" جیا نے آخری فقرہ دل میں ہی ادا کرتے جواب دیا۔

ہوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دینا۔" بالاج نے لقمہ منہ میں ڈالتے آفر پیش کی۔ جسے جیا نے محض سر ہلاتے قبول کیا۔

باقی کا کھانا خاموشی سے کھایا گیا۔ بالاج کھانا کھانے کے بعد جیا کو کافی بنانے کا بول کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کھانا کھا کر جیا اٹھ کر کچن میں آ گئی ابھی اسے ایک کڑے مرحلے سے گزرنا تھا۔ بالاج منہا۔ جیا یا ثانیہ بیگم کے ہاتھ کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ کی کافی نہیں پیتا تھا اس لیے یہ کام اسے کرنا پڑ رہا تھا۔

منہ بسورتی اس نے ایک کپ کافی بنائی باقی ماندہ کافی کو دوسرے کپ میں انڈیلا پھر کپ اٹھا کر گھونٹ بھرا تو سیاہ مائع حلق تک میں کڑواہٹ پھیلتی گئی۔

اف۔۔ اتنی کڑوی کافی تبھی تو ہر وقت سڑے رہتے ہیں۔۔" جیا نے کافی کا دوسرا کپ اٹھایا اور بالاج کے کمرے کی جانب بڑھی۔

دروازہ ناک کرنے پر اندر سے اجازت ملتے ہی دروازہ دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اس نے ایک نظر پورے کمرے میں دوڑائی۔ وہ ایک کشادہ روم تھا۔ دیواریں سرمئی پینٹ شدہ تھیں۔ جن پر چند ایک تصاویر

Aesthetic Novels

آویزاں تھی جن میں ہنستا مسکراتا بالاج مختلف پوز بنائے کھڑا تھادراصل وہ تصاویر مختلف ممالک کی تھیں جہاں وہ اپنی سٹڈی ٹرپس کے دوران جاتا رہا تھا۔کمرے کی بائیں جانب ایک جہازی سائز بیڈ پڑا تھا جس کی عین اوپر بالاج کا ایک بڑا سا پورٹریٹ لگا ہوا تھا۔بیڈ کی بائیں جانب سنگھار میز اور اس کے ساتھ ہی ایک دروازا تھا جو ڈریسنگ روم میں کھلتا تھا۔کمرے کے دائیں جانب ایک صوفہ اور اسکے آگے ایک سٹڈی ٹیبل تھا۔جسکے آگے کرسی ڈالے بالاج بیٹھا لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔کمرے کے دروازے کے سامنے والی دیوار میں ایک قد آور گلاس ونڈو تھی جو باہر بالکونی میں کھلتی تھی۔جیا مگ تھامے آگے بڑھی۔

کافی۔"مصنوعی مسکراہٹ سے کافی پیش کی گئی۔

ہمم۔رکھ دو ادھر۔"لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے سامنے ٹیبل کی جانب اشارہ کیا۔جیا کافی رکھ کر مڑی ہی تھی کہ۔۔

رکو۔"اس سے پہلے وہ دروازا کھول کر باہر نکلتی بالاج کی آواز نے اسکے قدم زنجیر کیے۔وہ تلملا کر ایڑھیوں کے بل گھومی۔

جی۔"دانت پیستے اسنے اپنے لہجے کو حتی الامکان ٹھیک رکھنے کی کوشش کی

"ڈریسنگ روم میں میری شرٹ پڑی ہے وہ پریس کر دو اچھے سے۔صبح مجھے پہننی ہے۔"بالاج نے نظریں سامنے کیے حکم جاری کیا۔

مم۔میں کروں"تصدیق چاہی

جی آپ کے علاوہ اگر کوئی یہاں ہے تو بتا دو اس سے کہہ دیتا ہوں میں۔"بالاج نے طنزیہ انداز میں کہا

آپ ہیں نہ۔" جیانے کہہ کر اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔ بالاج ایک دم پورا گھوما اور آبرو اچکا کر دیکھا آیا کہ یہ الفاظ جیا کے منہ سے ادا ہوئے تھے۔

مم۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا وہ تو بس زبان پھسل گئی مم۔۔۔" جیانے اسے خود کو گھورتے پا کر صفائی دینا شروع کی جب بالاج کو اپنی جانب بڑھتے دیکھا تو خاموشی سے دو تین قدم پیچھے کی جانب لیے۔

تمہاری زبان آج کل ضرورت سے زیادہ چل رہی ہے۔ کاٹنی پڑے گی۔" بالاج سینے پر بازو باندھتے جیا سے دو قدم کی دوری پر رک گیا۔ اور اسکی زبان پر چوٹ کی۔ لیکن ہمیشہ کی طرح لفظ ادا ہو چکے تھے۔ اور پھر لفظ تو انسان کے غلام ہوتے ہیں لیکن بولنے سے پہلے تک، بولنے کے بعد انسان اپنے الفاظ کا غلام بن جاتا ہے۔

نن۔ نہیں پلیز۔ میں کر رہی ہوں نا ابھی کر دیتی ہوں۔" جیانے بمشکل آنسوؤں کو روکتے کہا۔

شاباش!!" بالاج کے کہنے پر وہ فوراً مڑی اور اس سے پہلے کے باہر بھاگتی بالاج نے اسے کہنی سے پکڑ کر ڈریسنگ روم کی جانب دھکیلا۔

ڈریسنگ روم ادھر ہے۔" کہتا وہ واپس اپنی سابقہ پوزیشن میں جا کر بیٹھ گیا۔

جیا اپنی کہنی سہلاتی بالاج کو نت نئے القابات سے نوازتی ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

ہیلو۔ کیا ہم بات کر سکتے ہیں۔" جیا جب شرٹ پریس کر کے اپنے کمرے میں آئی تو اسکے فون پر کسی ان ناؤن نمبر سے میسج جگمگا رہا تھا۔

میسج پڑھتے ایک خوبصورت مسکراہٹ اسکے لبوں کا احاطہ کر گئی۔ اس نے وہاج کو اپنا کانٹیکٹ نمبر تک دے دیا تھا۔وہ جانتی تھی یہ سب غلط ہے لیکن اسے ہوش نہیں تھا اب۔

شیور۔" میسج سین ہوتے ساتھ ہی اس نمبر سے کال آنے لگی۔

جیا نے پہلے جا کر کمرے کا دروازا بند کیا اور پھر اسی مسکراہٹ کے ساتھ فون کان سے لگایا

کیا کر رہی تھیں۔؟" وہاج کی شیریں آواز نے اسکے کانوں میں رس گھول دیا اور پھر بہت دیر تک دونوں کی طویل گفتگو چلتی رہی بات کرتے کرتے کب جیا نیند کی وادیوں میں کھو گئی اسے خود پتہ نہیں چلا

وہاج نے جب اسکی بھاری ہوتی سانسوں کی آواز سنی تو خود ہی رابطہ منقطع کر دیا۔

صبح وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی ہونٹوں پر بھر بھر کے لپ گلوز لگا رہی تھی جب بالاج اسے آوازیں دیتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

یہ کیا ہے؟؟" بالاج نے شرٹ اسکے سامنے لہرائی

مجھے تو شرٹ لگ رہی ہے۔" جیا نے احسان کرنے والے لہجے میں کہا۔جو بالاج کو اندر تک سلگا گیا

اندھا نہیں ہوں میں کہ پہچان نہ سکوں وہی پوچھ رہا ہوں کہ یہ شرٹ پریس کی ہے تم نے۔" بالاج نے چبا چبا کر شرٹ پر چوٹ کی جو جگہ جگہ سے شکن آلود تھی۔

تو آپ سے کس نے کہا تھا مجھے کہے یہ کام" جیا اپنی محنت ضائع ہوتے دیکھ تپ کر بولی۔

ایک۔۔ صرف ایک کام بولا تھا وہ ڈھنگ سے نہیں کر سکتیں تم۔۔"

اور یہ اتنا تیار ہو کر کہاں جارہی ہو۔؟؟" بالاج نے افسوس سے کہتے اسکے حلیے پر نظر ڈالی۔جو گلابی رنگ کی گھٹنوں سے تھوڑی اوپر آتی انگر کھا فراق میں ملبوس آنکھوں میں بھر بھر کر کاجل لگائے ہونٹوں پر پنک کلر کی ہی لپ اسٹک لگائے تیار کھڑی تھی۔

یونیورسٹی۔۔!!" یک لفظی جواب آیا۔

واٹ!!! جاؤ فوراً منہ دھو کر آؤ۔ تم جارہی ہو یا نہیں۔" بالاج کا تو صدمے سے منہ کھل گیا۔وہ ادھر شرٹ کے لیے پریشان ہو رہا تھا اور جیا میڈم کی تیاریاں مکمل نہیں ہو رہی تھیں۔

میں بڑی ماما کو بتاؤں گی۔" جیا نے منہ بسورتے ہوئے کہا

کیا۔ ہمم کیا بتاؤ گی تم زرا مجھے بھی تو پتہ چلے۔۔" بالاج نے استہزائیہ آبرو اچکائے

یہی کہ آپ نے پھر سے مجھے ڈانٹا ہے۔وعدہ کرنے کے باوجود جبکہ میں نے کوئی بدتمیزی بھی نہیں کی۔" جیا نے اپنی کاجل لگی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لاتے ہوئے کہا

میں نے کب ڈانٹا ہے میں تو تمہیں غلطی بتا رہا تھا۔اچھا اب روکیوں رہی ہو سوری اب نہیں ہو گا۔اب پہلے جاؤ منہ دھو کر آؤ اور پھر یہ شرٹ اچھے سے پریس کر کے دو مجھے جلدی۔" بالاج نے اسے ہلک پھاڑ کر رونے کی تیاری کرتے دیکھ نرم لہجے میں پچکارا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

نہیں کروں گی۔ جائیں کسی اور سے کروائیں۔" بالاج کو تھوڑا نرم پڑتے دیکھ جیا نے نکھریلے لہجے میں اپنی بات کہی۔

تمہارے تو اچھے بھی کریں گے۔ چلو"۔۔۔"ذرا نرم کیا پڑا میڈم نے نکھرے ہی دکھانا شروع کر دیے۔" بالاج نے آخری فقرہ دل ہی دل میں بڑبڑاتے اسے بائیں بازو سے پکڑتے کھینچا اور اپنے کمرے کی ڈریسنگ روم میں لا کر کھڑا کر دیا۔

میں فریش ہو کر باہر نکلوں تو میری شرٹ یہاں پریس ہوئی پڑی ہو۔ سمجھی۔" ساری نرمی ہوا ہوئی اور ایک بار پھر سے بالاج کا لہجہ دھمکی آمیز ہو گیا تھا

جج۔جی سمجھ گئی۔" جیا نے اپنے رکے آنسوؤں پر بند باندھا۔ حلق میں آنسوؤں کا پھندا اٹک رہا تھا۔ بالاج کہتے ہوئے باتھروم میں چلا گیا۔

ہونہہ حکم ایسے چلا رہے ہیں جیسے بیوی ہوں انکی۔ استغفرُللہ۔ اللہ میاں غلطی سے منہ سے نکل گیا سوری۔" تپے ہوئے لہجے میں کہتی شرٹ کو آئرننگ سٹینڈ پر پھیلایا۔ پانی کا چھڑکاؤ کیا اور اس دفعہ اچھے سے شرٹ پریس کر کے رکھی اور باہر نکل گئی۔

ناشتہ کرنے کے بعد وہ دونوں نکل پڑے تھے۔ یونیورسٹی سے کچھ دوری پر پہنچ کر بالاج نے سامنے ڈیش بورڈ پر پڑے ٹشو باکس سے ایک ٹشو اٹھا کر جیا کی جانب بڑھایا۔ جیا نے ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھا۔

لپ اسٹک۔ ریمو و کرو۔" اسکے ہونٹوں کی جانب اشارہ کرتے سخت وارننگ زدہ لہجے میں کہا تو جیا نے غصے میں ٹشو اسکے ہاتھ سے جھپٹا اور سائیڈ ویو مرر میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھ مل مل کر ہونٹ صاف کیے۔

ہونٹ صاف کر کے اس نے شکوہ کناں نظروں سے بالاج کی جانب دیکھا جو شانے اچکا کر رہ گیا۔ بالاج کو خود سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی۔ وہ جو مرضی کرتی پھرے اسے کوئی مسلئہ نہیں تھا لیکن اتنا تیار ہو کر اسکا یونی جانا اسے اچھا نہیں لگا تھا وہ یونیورسٹی کے ماحول کو جانتا تھا اور ان امیر لڑکوں کو بھی جو معصوم لڑکیوں کو اپنے جال میں اس طرح پھانستے تھے کہ لڑکی کو علم ہی نہ ہو۔ بالاج نہیں چاہتا تھا کہ جیا اس طرح ان سب کے سامنے جائے بالاج کے لاکھ کہنے کے باوجود جب جیا نے اسکی بات نہ مانی تو اس نے یہ طریقہ اپنایا۔

اس سب سے بے خبر جیا کو بالاج پر مزید تپ چڑھی تھی وہ تو اتنا تیار وہاج کے لیے ہوئی تھی بالاج کو کیا مسئلہ تھا لیکن وہ اس بات سے انجان تھی کہ نوجوانی میں سب سے زیادہ بے سکونی اور زلت کا سبب نا محرم سے محبت ہوتی ہے۔

کیوں کہ بنتِ حوا کے نرم لہجے نے ہی ابنِ آدم بگاڑ رکھے ہیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے خود کو ان وقتی تعلقات سے دور رکھنا ہے۔ اسے تو لگتا تھا کہ یہ پہلی نظر کی محبت ہے۔ اس بات سے لاعلم کہ نظر سوچ کے اندر تصویر لے جاتی ہے، پھر یہ تصویر خواہش میں بدل جاتی ہے اور یہی خواہش بے حیائی کا راستہ دکھا دیتی ہے۔

یہ تھی سکندر ہاؤس کی زندگی۔۔ گل زرین سکندر اور شائستہ زرین کی تین اولادیں تھیں۔ بڑے بیٹے معید سکندر اپنی پڑھائی مکمل کرنے کے بعد گھر کے کاروبار میں اپنے والد کا سہارا بن گئے۔ معید سکندر کی شادی

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

انکی پسند سے ثانیہ بیگم سے ہوئی تھی جن سے انکے دو بچے بالاج سکندر اور منہا سکندر تھے۔ بالاج سکندر ستائیس کے ہندسے کو عبور کرتا بہترین مرد تھا۔ سب کا خیال رکھنے والا والدین کا فرمانبردار اور سب سے بڑھ کر ایک کامیاب بزنس مین تھا۔ چھے فٹ سے نکلتا قد گوری سرخ و سپید رنگت اور سنہری آنکھوں والا بالاج سکندر کسی کو بھی اپنی جانب متوجہ کر سکتا تھا۔ اپنے کام سے کام رکھنا اور سنجیدگی اسکی شخصیت کا خاصہ تھے۔ منہا سکندر ایم۔ اے کی سٹوڈنٹ تھی۔ مناسب قد، دبلی پتلی سی منہا سکندر کسی کے بھی دل کو بھا سکتی تھی۔ اسکے نقوش بہت حد تک بالاج سے ملتے تھے۔ منہا انیس سالہ چل بلی سی لڑکی تھی۔ ہنسی مزاح اسکی شخصیت کے نمایاں پہلو تھے جن سے وہ کبھی چاہ کر بھی دستبردار نہیں ہو سکتی تھی۔ بالاج سے وہ سب سے زیادہ محبت کرتی تھی اور کچھ ایسا ہی حال بالاج کا بھی تھا۔

گزرتے دنوں کے ساتھ زندگی معمول کی طرح گزر رہی تھی۔ معید سکندر لوگوں کو گئے آج ساتواں دن تھا۔ کسی اہم کام کی بنا پر انہیں مزید دو دن وہاں رکنا پڑ گیا تھا۔ جیا نے وعدے کے مطابق بالاج کو تنگ نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی بالاج نے اسے ڈانٹا تھا وجہ ان گزرے دنوں میں دونوں کے درمیان نام کی بول چال تھی۔ دونوں کا ایک دوسرے سے سامنہ سوائے یونیورسٹی آنے جانے کے شاز و نادر ہی ہوتا تھا۔

ان چند دنوں میں ہی وہاج اور جیا کی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔

آج لیکچر کے بعد جیا اپنی کلاس فیلو انعم کے ساتھ کیفے ٹیریا کی طرف جا رہی تھی جب سامنے وہاج کو گراؤنڈ میں لگے سنگی بینچ پر بیٹھے ہوئے پا یا وہ انعم سے معزرت کرتی اسکی جانب آئی۔

وہاج آپ یہاں اکیلے کیوں بیٹھے ہیں۔؟" اپنا بیگ اپنے اور اس کے درمیان بینچ پر رکھتی وہ بھی وہیں بیٹھ گئی۔ وہاج تھوڑا ترچھا ہو کر جیا کو دیکھنے لگا۔

تمہارا ہی انتظار کر رہا ہوں میڈم۔" شوخ لہجے میں کہتے ایک انویٹیشن کارڈ جیا کی جانب بڑھایا۔

یہ کس چیز کا انویٹیشن ہے؟" جیا تجسس کے ساتھ اس کو کھولا اور ایک سرسری نگاہ ڈالی اندر کسی کے برتھڈے کا انویٹیشن تھا۔

میری برتھڈے کا انویٹیشن ہے یہ اور کوئی لیم ایکسکیوز نہیں چلے گا تمہیں آنا پڑے گا۔" وہاج نے اس کے چہرے پر معزرت خواہانہ تاثرات نوٹ کرتے کہا۔

لیکن۔۔۔اوکے میں کوشش کروں گی۔" جیا انکار کرنے ہی والی تھی لیکن پھر یہ سوچ کر کے چند گھنٹوں کی ہی تو بات ہے وہ مان گئی تھی اس کی رضامندی پر ایک مخصوص خوبصورت مسکراہٹ وہاج کے لبوں کا احاطہ کر گئی۔ چند دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد جیا اپنی اگلی کلاس کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی اور وہاج کو خدا حافظ کرتی اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئی۔ وہاج کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

جیا اس وقت لاونج میں بیٹھی بظاہر تو ٹی وی پر کوئی ڈاکیومنٹری دیکھ رہی تھی۔ لیکن اسکا ذہن وہاج کی برتھڈے انویٹیشن میں اٹکا ہوا تھا۔

اس نے اپنے بڑے بابا اور بڑی ماما کی غیر موجودگی کی وجہ سے وہاج کی بر تھڈے میں جانے کی ہامی تو بھر لی تھی لیکن بالاج وہ اسے کیا بتائے گی۔ کہہ دے گی کہ دوست کا بر تھڈے ہے۔۔۔خود ہی اس مسلئے کا حل نکالتی وہ گود میں رکھے باؤل میں سے پاپ کارن کھاتے ہوئے سامنے چلتی فلم دیکھنے لگی۔

کچھ ہی دیر میں باہر پورچ میں گاڑی کھڑی ہونے کی آواز پر اس نے گلاس ونڈو سے باہر دیکھا تو بالاج گاڑی سے نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ جیا کے گھر پر اکیلی ہونے کی وجہ سے وہ سر شام ہی گھر آجاتا تھا مبادا وہ اسکی شکایت ہی نہ لگادے۔

بالاج داخلی دروازہ کھول کر اندر آیا تو وہ صوفے پر دونوں پیر اوپر کیے بیٹھی نظر آئی۔ تھکاوٹ کی وجہ سے وہ بھی وہیں دوسرے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ایک گلاس پانی پلادو جیا۔" بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں سے پیشانی مسلتے وہ جیا سے مخاطب ہوا۔ لیکن وہ تو پوری طرح فلم دیکھنے میں مگن تھی۔

جیا۔جیا۔۔ بہری ہوگئی ہو کیا۔" اونچی آواز میں اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

نن۔ نہیں تو کچھ کہا آپ نے۔" جیا اتنے مگن انداز میں سامنے چلتی فلم دیکھ رہی تھی کہ بالاج کے چیخنے پر بوکھلا گئی۔

پانی پلادو۔" ایک بار پھر اپنا کہا دھرایا

جی ابھی لائی۔ آپ میرے یہ پاپ کارن پکڑیں کھائیے گا مت۔" جیا صوفے سے اٹھی اور پاپ کارن والا باؤل بالاج کی طرف بڑھاتے ہوئے خاص ہدایت کی اور خود کچن میں پانی لینے چلی گئی۔

بالاج فلم کو دیکھتے بے دھیانی میں باؤل سے پاپ کارن پکڑ کر منہ میں ڈالنے لگا کہ جیا کی ہدایت یاد آگئی۔پاپ کارن والا باؤل سامنے میز پر ہی رکھ دیا۔

پانی"" جیانے پانی کا گلاس بالاج کو پیش کیا۔

جو اسنے تھام کر منہ سے لگالیا جیا وہیں کھڑی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مڑوڑ رہی تھی۔پانی پیتے بالاج نے اسکی جانب دیکھا۔

کچھ کہنا ہے۔"بالاج نے گلاس جیا کی جانب بڑھاتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔

جی وہ دراصل میری۔۔۔اوپس سوری۔"جیا جو اسکے سامنے ہی ٹیبل پر بیٹھ رہی تھی۔بالاج کے آبرو اچکا کر خود کو دیکھنے پر فوراً سے سیدھی ہوگئی۔

کہو بھی۔"بالاج نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ ایکچولی میری دوست کی برتھڈے ہے اسنے مجھے انوائٹ کیا تھا میں چلی جاؤں اللہ کا پکا وعدہ زیادہ دیر نہیں رکوں گی۔"جیا نے زور و شور سے سر ہلاتے تفصیلات سے بھی آگہی دی۔

اس ایک ہفتے میں کس سے اتنی پکی دوستی ہوگئی تمہاری۔خیر۔کب ہے برتھڈے۔"بالاج اپنا موبائل آن کرتا اسکے مقابل اٹھ کھڑا ہوا اور استفہامیہ آبرو سکیڑے۔

آ۔ آ۔ ج ہی ہے شام سات بجے۔" پر امید نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔ پہلے سوال کو وہ جان بوجھ کر نظر انداز کر گئی۔ دل بہت زور سے دھڑکنے لگا مبادا وہ انکار ہی نہ کر گئی

ٹھیک ہے ڈرائیور کے ساتھ چلی جانا لیکن۔ واپس جلدی آجانا۔" آخری جملہ چبا چبا کر کہتے موبائل پر سر جھکائے وہ اسکے ساتھ سے ہو کر نکل گیا۔

جیا تو اسکے اجازت دینے پر خوشی سے پھولے نہ سمائی۔

یس یس یس۔!!" جیت کی خوشی میں بس بھنگڑا ڈالنے کی کمی رہ گئی تھی۔ سیڑھیوں کی جانب بڑھتے بالاج نے ایک بار مڑ کر دیکھا تو میڈم خوشی سے جھومتی دکھائی دی۔ وہ تاسف سے نفی میں سر ہلاتا سیڑھیاں چھڑتا اپنے کمرے میں گم ہو گیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

____

اسلام آباد کا وہ فائیو سٹار ہوٹل محض سفید اور سنہرے رنگ میں ڈیزائین کیا گیا تھا۔ دودھ جیسا سفید مرمریں فرش رات کی مصنوعی روشنیوں میں چمک رہا تھا۔ سامنے داخلی راہداری سے جیا داخل ہوئی تو اندر کے خواب ناک ماحول نے اسے اپنے سحر میں جکڑ لیا۔ لابی میں رکھے صوفوں پر اور ارد گرد بہت سے لوگ آجا رہے تھے۔ جن میں اکا دکا اسکی یونیورسٹی فیلو بھی تھے جنہیں وہ بظاہر صورت سے ہی پہچانتی تھی۔ کسی کی چبھتی ہوئی نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے اسکی جان ہوا ہو رہی تھی پیروں پر مزید کھڑا رہنا بہت کٹھن تھا اس سے پہلے کے وہ صوفے کی جانب بڑھتی

تبھی اسے اپنی دائیں جانب سے وہاج آتا دکھائی دیا گرے ایش تھری پیس سوٹ میں ملبوس وہاج ملک مقابل کو چاروں شانے چت کرنے کی سی کشش رکھتا تھا اس کے مقابل جیا نے رائل بلو کلر کی پیروں کو چھوتی فراک زیب تن کی تھی جس کے دامن اور بازوؤں پر سنہری رنگ کی آرائیش ہوئی تھی۔ مخمل کا ہمرنگ دوپٹہ بائیں کندھے پر سیٹ کر رکھا تھا۔ بال ایک جانب کو کندھوں پر ڈالے اپنی سیاہ بڑی بڑی آنکھوں میں کاجل لگائے وہ ہلکے پھلکے میک اپ میں بھی وہ وہاج ملک کا دل دھڑکا گئی۔ کندھے پر ایک لمبی زنجیر والا ہینڈ بیگ لٹک رہا تھا۔

ہیلو مائی بیوٹیفل لیڈی۔" وہاج نے جیا کے قریب پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ یہ طرزِ مخاطب نا جانے کیوں جیا کو ناگوار گزرا تھا۔ ہونٹوں پر خوبصورت مسکان سجائے وہ اسکی جانب مڑی اور سر کے خم سے سلام کیا۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہو آج!! آئی سوئیر میں نے آج سے پہلے کبھی اتنی حسین دوشیزہ نہیں دیکھی۔" وہاج نے دونوں ہاتھ پیچھے باندھتے اسکے حسن کو سراہا۔

شکریہ!!۔۔۔برتھڈے سیلیبریشن کہاں ہیں۔" جیا نے ارد گرد نگاہ دوڑائی وہاں کا ماحول تو کہیں سے بھی برتھڈے والا نہیں لگ رہا تھا۔

آں۔ ہاں وہ۔ وہ دراصل میں نے فرسٹ فلور پر ایک سوئٹ بک کروایا تھا وہیں پر تمام ارینجمنٹس کی ہیں۔ ہمارے تمام دوست وہیں پر ہیں آؤ ہم بھی اوپر چلتے ہیں۔" اوہ تو وہاج نے ساری تیاریاں اوپر کی تھیں وہ ایسے ہی پریشان ہو رہی تھی۔ جیا مسکراتی اس کے ساتھ اوپر کی جانب بڑھی۔

وہاج نے سوئٹ کا دروازا کھول کر ایک ہاتھ سینے کے پاس لے جاتے اسے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔

جیا اسکی حرکت پر مسکرادی اور باریک گولڈن ہیل سے ٹک ٹک چلتی اندر داخل ہوئی۔

لیکن یہ کیا اندر تو سوائے لکسجری فرنیچر کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ دل ایک دم اتنی تیزی سے دھڑکنے لگا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا۔ جیا ایڑھیوں کے بل گھوم گئی سامنے وہاج بند دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا چہرے پر زہر خند مسکراہٹ تھی اور ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے۔

وو۔ وہ۔ وہاج یہاں تو کوئی نہیں ہے۔" جیا نے بہت سا تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

کس نے کہا یہاں کوئی نہیں ہے۔ میں اور تم ہیں نا یہاں۔ پھر کسی تیسرے کی کیا ضرورت۔" اسکی بات سن کر جیا سکتے میں آگئی تھی

یہ تو اس وہاج سے بلکل مختلف تھا جسے وہ پچھلے ایک ہفتے سے جانتی تھی۔ یہ وہ وہاج تو نہ تھا بلکہ اس کی شکل میں بھیڑیا تھا جو اسکے شکار کی تاک میں تھا۔

یا اللہ یہ مجھ سے کیا ہو گیا۔ میں اتنی بڑی بیوقوفی کیسے کر سکتی ہوں۔" سینے پر بوجھ بڑھنے لگا تو آنسو لڑیوں کی مانند نرم و ملائم گال پر بہنے لگے۔

وہ دو قدم آگے دروازے کی جانب بڑھنے ہی لگی تھی کہ وہاج نے جیا کی جانب قدم بڑھا دیے۔ جیا وہیں ٹھہر گئی۔

وہاج کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر وہ تیزی سے آگے ہو کر دروازہ کھولنے لگی۔ نئے طرز کا لاک کھولنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ وہاج نے اسے بازو سے پکڑ کر دوسری جانب دھکا دیا۔ جیا کو اسکی انگلیاں اپنے بازو میں دھنستی محسوس ہوئی تھیں وہ کراہ کر رہ گئی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اتنی جلدی کس بات کی ہے تجھے ابھی تو ہمارے پاس بہت وقت ہے۔"

پپ۔پلیز مج۔مجھے جانے دو مم۔میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔ تمہیں اللہ کا واسطہ میرے ساتھ ایسا مت کرو۔" بازو میں ہوتے درد سے بے نیاز وہ اسکے سامنے کھڑی فریاد کر رہی تھی جس کا مقابل پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اچھا پھر کیسی لڑکی ہو؟؟ بلکہ رکو میں بتاتا ہوں کہ تم کیا ہو اور تمہاری اوقات کیا ہے۔ تم ایک بد کردار اور بے حیا لڑکی ہو جو کسی بھی خوبصورت مرد کی دوستی میں اس سے تنہائی میں ملنے چلی آتی ہے۔ جو۔۔"

بسسسس!!" جیا بولی نہیں دھاڑی تھی۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں کہ ناخن ہتھیلی میں پیوست ہوتے درد دے رہے تھے لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔

تم وہاج ملک۔ تم ایک بزدل مرد ہو جو اپنے نفس پر قابو پانا نہیں جانتا جو اپنی نفسانی خواہشات کے ہاتھوں مجبور ہو کر کسی بھی لڑکی کی زندگی برباد کرنے چلے آتے ہیں۔ تم جیسے مردوں کے لیے تو جہنم کی آگ بھی کم ہو گی وہاج ملک مان لو کہ تم ایک کافر ہو جو خود پر شیطان کو غالب آنے دیتے ہو۔"

وہاج کو آئینہ دکھاتے اسنے اپنے قدم پیچھے کی جانب لینا شروع کیے۔

میں کافر ہوں تو تم کیا ہو بہت کوئی عالمہ فاضلہ ہو۔۔ بہت پارسا بننے کی کوشش کر رہی ہو تم تو بتاؤ کہاں ہے تمہاری پارسائی ارے ایک سر تک تو تم ڈھک نہ سکیں مجھے روکو گی۔ دیکھتا ہوں میں تم کیا کر سکتی ہو آج۔۔"

جیا کی حالت سے حظ اٹھاتے وہاج ایک ایک قدم اسکی جانب بڑھتا گیا کہ جیا پیچھے ٹھنڈی دیوار سے جا لگی۔ دیوار کی ٹھنڈک اسے اپنی ہڈیوں میں سرایت ہوتی محسوس ہوئی۔

دیکھو میرے قریب مت آؤ وہیں پر رک جاؤ۔ وو۔ وہاج۔ "وہاج کا ہاتھ اپنے منہ کی جانب بڑھتے دیکھ اس نے وہاج ملک کے منہ پر تھوکا تھا جو اس کو اندر تک سلگا گیا۔ جیا دونوں ہاتھوں سے اسے پیچھے دھکیلتی ایک بار پھر سے دروازے کی جانب دوڑی لیکن دروازا کھولنے سے پہلے ہی وہاج تیزی سے اس پر جھپٹا تھا اس سے پہلے وہ کوئی پیش قدمی کرتا کوئی کمرے کا دروازا دھاڑ سے کھولتا اندر داخل ہوا تھا جیا کے ستھ وہاج نے بھی اسکی جانب دیکھا۔

"اینجل" جیا کے لبوں نے بے آواز حرکت کی وہ جو کوئی بھی تھا جیا کو اپنے لیے کسی فرشتے سے کم نہ لگا۔ نووارد نقاب پوش تھا ایسے کہ سوائے آنکھوں کے کچھ اور نظر نہ آتا تھا۔ چہرے پر کیے نقاب میں سے سر کے لمبے بال شانوں تک آتے تھے لیکن وہ بال اصلی نہیں تھے۔ نووارد اپنے کپڑوں پر لمبا گھٹنوں سے نیچے تک آتا کوٹ پہنے ہوئے تھا ہاتھوں پر دستانے چڑھا رکھے تھے اور پیر لمبے بوٹوں میں قید تھے۔ جیا نے اس شخص کے حلیے سے نظریں ہٹا کر اسکے چہرے کو دیکھا اور وہ اسکی آنکھیں دیکھ کر دھک سے رہ گئی ان آنکھوں کو تو وہ سات پردوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔ سبز ہیزل آنکھوں میں اس وقت سرخ ڈورے تیر رہے تھے جو اس کے اندر پکتے لاوے کی عکاسی کر رہے تھے۔ جیا کو ایک زوردار ہچکی بندھی تھی جو وہاں موجود تمام نفوس کو صاف سنائی دی۔ جیا نے اپنے آپ کو وہاج کے شکنجے سے نکالنے کی تگ و دو کرنا شروع کی لیکن اسکا حصار بہت مضبوط تھا۔ وہاج نے ایک ہاتھ سے جیا کو پکڑے دوسرے سے اپنی پینٹ کی جیب میں موجود شیشی نکالی وہ تین انچ لمبی شیشی تیزاب سے بھری ہوئی تھی انگھوٹے کی مدد سے وہاج نے اس

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

کو کھولا اور اس سے پہلے کہ وہاج وہ شیشی جیا کے چہرے پر انڈیلتا نووارد نے تیر کی تیزی سے اس پر حملہ کیا تھا جیا جس نے ڈر سے آنکھیں میچ لیں خود پر کوئی حملہ نہ پاکر دھیرے سے آنکھیں کھولیں تو سامنے کا منظر واضح ہوا۔ وہاج نووارد کے حملے کی وجہ سے زمین پر ڈھیر تھا اور وہ شیشی اس فرشتے کے ہاتھ میں تھی۔

جیا نے کمرے کا کھلا دروازا دیکھ باہر کی جانب دوڑ لگا دی۔ اپنے بکھرے حلیے سے بے نیاز وہ سیڑھیوں کے دہانے تک ہی پہنچی تھی کہ ایک خیال کے تحت رک گئی۔ مڑ کر ایک بار پھر کمرے کی جانب دیکھا اور پھر نیچے اترتی سیڑھیوں کو۔ جائے یا نہ جائے۔ کچھ سوچتے اس نے اپنے قدم واپسی کے لیے بڑھا دیے۔ لیکن کمرے کے اندر کا منظر اسے ساکت کر گیا تھا۔ اس کی سانس سینے میں ہی اٹک گئی جیا کو اپنا وجود لرزتے ہوئے محسوس ہوا اس نے اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھا جو خوف سے کپکپا رہے تھے اور نظر کمرے میں چل رہے منظر کو دیکھ کر وہ آنکھیں سختی سے میچ گئی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

نووارد نے جیا کا باہر نکلنا شاید نوٹس نہیں کیا تھا کیونکہ اس وقت اسکا اہم کام اس بھیڑیے کو اس کے انجام تک پہنچانا تھا اسکو بری طرح مارنے کے بعد اس نے ہاتھ میں پکڑی شیشی وہاج ملک کے نیم بے ہوش وجود پر انڈیلنی شروع کر دی۔

پیر تا سر تک اور پھر سر تا پیر وہ اس پر تیزاب کا چھڑکاؤ کرتا جا رہا تھا

دل دہلا دینے والی چیخ و پکار کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا تھا بلکہ اس سب سے لطف اندوز ہوتے ایک زہر خند مسکراہٹ اسکے لبوں کا بسیرا کیے ہوئے تھی۔ دروازے میں کھڑی جیا سختی سے آنکھیں میچے کھڑی تھی۔ اور پھر اسے اپنی سماعت میں ان الفاظ کی بازگشت سنائی دی۔

"گیم اوور وہاج ملک!!"

____

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

باب نمبر 2

"گیم او'ور وہاج ملک"

جیا کی سماعت میں وہ الفاظ کسی ٹھنڈی پھوار کی مانند گونجے تھی اس نے تشکر سے پلکیں جھپکیں۔

تیزاب کے جسم کے ساتھ لگنے پر ایک دھوئیں کا مرغولہ اٹھ کر ہوا میں تحلیل ہو جاتا۔وہ شخص اب جھک کر وہاج کے کان میں کچھ کہہ رہا تھا اس سے پہلے کہ وہ پیچھے پلٹ کر دیکھتا۔جیا نے ادھر ادھر متلاشی نظروں سے دیکھتے کنسول ٹیبل کے قریب گرا اپنا بیگ اٹھایا اور بھاگنے کے سے انداز میں دروازے کی جانب بڑھی۔

کوریور سیلف."دروازے کی دہلیز میں جیا کے قدم تھمے تھے۔اس نے حیرت سے پلٹ کر اس مہربان شخص کو دیکھا اور اسر جھکا کر ایک نظر اپنے بکھرے حلیے پر ڈالی۔پل میں اسے شرمندگی نے آن گھیرا۔بے شک وہ بنام ہی کپڑوں کے ساتھ سکارف لیتی تھی لیکن اس وقت جتنی شرمندگی اور ذلالت وہ محسوس کر رہی تھی اسکا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

کون ہو تم؟؟"سرسراتی ہوئی آواز کمرے کی ساکن فضا میں گونجی

"اینجل" یک لفظی جواب آیا تھا غالباً جب وہ کمرے میں داخل ہوا تھا تب اس نے باریک بینی سے جیا کے ہلتے لبوں کو محسوس کیا تھا۔ جیا چند پل لب وا کیے اسے دیکھے گئی۔ اسکی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا ہاتھوں کی بھینچی ہوئی مٹھیاں اس کے ضبط کرنے کی گواہی دے رہی تھیں۔ تبھی جیا کو اسکی پشت پر اپنا دوپٹہ پڑا ہوا نظر آیا۔

وہاج سے اپنا آپ چھڑوانے کے دوران اسکا دوپٹہ اور بیگ وہیں گر گیا تھا۔ جیا نے آگے بڑھ کر فرش پر گرا اپنا دوپٹہ اٹھایا اور اچھی طرح سے اپنے گرد لپیٹ کر باہر نکل گئی۔

اس سب کے دوران اس فرشتے نے اسکی جانب نہیں دیکھا تھا اسکی جیا کی جانب پشت تھی اور اگر کوئی اس وقت اسکی گرین ہیزل آنکھوں میں جھانک کر دیکھ لیتا تو جان جاتا کہ اصل میں "ضبط" کرنا کہتے کسے ہیں۔

اب کہ وہ شخص کھڑا ہوتا کوٹ کی جیب سے سگریٹ نکالتا اسے سلگا گیا۔ گہرے گہرے کش بھرتے اس نے ایک ناگوار نظر وہاج کے نیم مردہ وجود پر ڈالی تھی۔ اب اسے وہاج کو یہاں سے نکالنے کا لائحہ عمل طے کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چرررر" کی آواز کے ساتھ وہ دروازا کھولتی اندر داخل ہوئی تھی۔ ہیلز پیروں سے اتار کر بائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھیں۔ گھر میں ہر طرف خاموشی کا راج تھا غالباً بالاج اس وقت اپنے کمرے میں ہو گا۔ وہ دبے پاؤں اندر آئی اور سیڑھیاں چڑھتی اپنے کمرے میں جانے لگی۔ جب وہ ہوٹل سے باہر نکلی تو اسکے حواس کام نہیں کر رہے تھے وہ بے دھیانی میں ایک طرف چل پڑی تھی ہائی ہیلز سے چلتے ہوئے جب پیروں

میں درد اٹھنے لگا تو وہ ہوش کی دنیا میں آئی تھی اور ہلیز اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیے۔ اور پھر سارا راستہ پیدل چل کر وہ آئی تھی رونے کے باعث اس کی آنکھیں سوجھ رہی تھی اور گالوں پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے۔ دسمبر کیے اوائل میں خنکی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اس نے کمرے میں آکر سب سے پہلے شاور لیا اور فریش ہوئی۔

جیا ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے کے آگے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی اور شاید پہلی مرتبہ اتنے غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ رو نہیں رہی تھی لیکن ہچکی اب بھی بندھی ہوئی تھی وہاج کے طنزیہ جملے دماغ میں ہتھوڑے برسا رہے تھے دفعتاً اسے اپنے کمرے کے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی ایک نظر گھڑی کو دیکھا جو رات کے گیارہ بجا رہی تھی اور پھر ایک نظر دروازے کو اور پھر جلدی سے بستر میں گھس کر کمفرٹر سر تک اوڑھ لیا۔ کسی نے آکر کلک کی آواز سے دروازا کھولا تھا۔ بالاج نے ایک نظر کمرے میں دوڑائی تو وہ اسے کمفرٹر اوڑھ کر سوتی ہوئی ملی۔ اسکے لب آپ ہی آپ مسکرانے لگے اور جیا کی یہی عادت اسے اچھی لگتی تھی کہ جب وہ وعدہ کر لیتی ہے تو اسے مرتے دم تک نبھاتی ہے۔ آگے بڑھ کر کمرے کی لائٹ آف کی اور دروازہ بند کرتا باہر نکلتا چلا گیا۔

کمفرٹر میں لپٹی جیا کی آنکھیں ایک بار پھر نمکین پانیوں سے بھر گئیں ذہن کچھ دن پہلے کی ہوئی گفتگو کی طرف گیا۔

جیا اور وہاج کی دوستی کو آج تیسرا دن تھا جب وہ دونوں کیفے ٹیریا میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جیا مسکرا مسکرا کر وہاج کو اپنے اور اپنے گھر والوں کے بارے میں بتا رہی تھی کہ کیسے وہ اور منہا ایک دوسرے کو تنگ کرتے

ہیں اور پھر ماما بابا سے ڈانٹ بھی خوب کھاتے ہیں گفتگو میں کہیں نا کہیں بالاج کا ذکر بھی تھا۔ جیا اپنی اور منہا کی کسی بیوقوفی پر سر پیچھے پھینک کر ہنسی تھی۔

ویسے یہ تمہارا کزن۔ بالاج۔ کس ٹایپ کا لڑکا ہے؟" وہاج نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جیا کی مسکراہٹ عنقا ہوئی اور وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔

کک۔ کیا مطلب۔ کس ٹائپ کا ہے؟؟" جیا نے زبردستی کی مسکان چہرے پر سجاتے استفسار کیا

میرا مطلب یہ تھا کہ کافی خوش شکل ہے۔ اس سے کوئی بھی لڑکی پل میں ایمپریس ہو سکتی ہے۔ کیا تم نے کبھی نہیں سوچا اس بارے میں۔۔۔" وہاج نے سامنے رکھے کافی کے کپ کو لبوں سے لگاتے سرسری انداز میں کہا

اور جیا تڑپ ہی تو گئی تھی اس بات پر۔ اس لیے دانت پیستی گویا ہوئی۔

بالاج۔ میرے لیے میرے بھائی جیسے ہیں میں کچھ ایسا ویسا تصور بھی نہیں کر سکتی اور رہی بات ٹائپ کی تو وہ ہر ایرے غیرے لڑکے کی طرح دل پھینک بالکل بھی نہیں ہیں مجھے پورا اعتبار ہے ان پر۔" جیا ایک ہی سانس میں اپنے اور بالاج کے تعلق کو واضح کر گئی تھی وہاج نے داد دینے والے انداز میں سر ہلایا۔

کسی پر اندھا اعتماد نہیں کرنا چاہیے جیا۔ ہر کوئی بھروسے کے لائق نہیں ہوتا۔" وہاج نے پل میں اسکا سکون غارت کیا تھا لیکن وہ محض سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

بیڈ پر دراز جیا نے کروٹ بدلی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

"وہاج نے کہا تھا کہ ہر کوئی بھروسے کے لائق نہیں ہوتا لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ خود بھی اعتبار کے قابل نہیں۔" اب کی بار جیا پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی اپنے اندر بہت دیر کا جمع کیا غبار آنسوؤں کی صورت میں بہہ نکلا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آج کی رات پھر سے اذیت ناک تھی جو ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ بار بار اس لڑکی کا مکروہ چہرہ اس کے سامنے آجاتا جسے وہ سگریٹ کی نظر کر دیتا۔

دعا کرو "حریم ناز" ہماری کبھی دوبارا ملاقات نہ ہو ورنہ میری نفرت تم جھیل نہیں پاؤ گی۔"سخت لہجے میں خود سے ہمکلام بالاج نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلی تھی۔ اس وقت وہ بالکنی میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا ہوا تھا۔ بالکنی کی ریلنگ سے کھڑے ہو کر نیچے دیکھو تو گھر کا سارا پچھلا حصہ نظر آتا تھا۔

اسکی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں آج کی رات ایک بار پھر اسکے اندر کی ویرانیوں کی گواہی دے رہی تھی۔

دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے اس نے اندر کمرے کی جانب دیکھا سامنے ہی بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر ایک فوٹو فریم پڑا ہوا تھا وہ اٹھا اور قدم قدم چلتا بیڈ تک آیا پھر جھک کر تصویر اٹھا کر دیکھی

اس میں دو لڑکے مسکراتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کسی نومولود بچی کو اٹھایا ہوا تھا اور دلفریب مسکراہٹ لیے اسے دیکھ رہا تھا اسکی آنکھیں سنہری تھیں بالاج کو یاد آیا کہ یہ کب کی تصویر تھی۔ اور دوسرا لڑکا جھک کر اس بچی کے گال کا بوسہ لے رہا تھا۔ دونوں لڑکے ہی دس گیارہ سال کے

تھے۔ بالاج نے تصویر میں نظر آتے دوسرے لڑکے کے وجود کو انگلی کے پوروں سے چھوا ایک آنسو نکل کر گال پر بہہ گیا۔

اے تم مرد ہو اور مرد کبھی روتے نہیں ہیں تم تو میرے اچھے والے بھائی ہو نہ چلو اب رونا بند کرو۔"

ذہن کے پردے پر بچپن میں کی گئی ایک بات گونجی تھی۔ اور اس نے جھٹ اپنا آنسو صاف کیا اور مسکرا کر اس تصویر کو اپنے لبوں سے لگا کر ہٹایا۔

میں تمہیں بہت مس کر رہا ہوں۔" بالاج اس لڑکے سے مخاطب تھا جب نگاہ اس بچی پر پڑی تبھی وہ تصویر واپس رکھتا جیا کے کمرے کی طرف بڑھا اس تصویر میں موجود بچے کا وجود جیا سکندر کا ہی تھا

بالاج نے جا کر جیا کا اس کے کمرے میں ہونے کی تصدیق کی اور واپس اپنے کمرے میں آ گیا بالاج کا موڈ پہلے سے بہت بہتر ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

کمرے میں اسکی بھاری ہوتی سانسوں کی آواز گونج رہی تھی باہر افق پر سورج اپنی پہلی کرن نکالے کھڑا تھا دسمبر میں ہو نہی سورج تھوڑا دیر سے طلوع ہوتا تھا۔ وہ نیند کی گہری وادیوں میں کھوئی ہوئی تھی جب اسے اپنے جسم پر چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اپنے بازوؤں پر جانا پہچانا لمس محسوس کرتے وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی۔ پورا جسم پسینے میں شرابور ہو رہا تھا اور حلق میں جیسے کانٹے اگ آئے تھے۔ ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے پانی کا جگ اٹھانا چاہا لیکن وہاں کوئی گلاس یا جگ نہیں تھا یقیناً زرقابی رکھنا بھول گئی تھیں۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

چند دن ماما اس گھر سے دور ہوں سب ٹریک پر سے اتر جاتے ہیں۔" بیڈ سے اٹھتے اس نے پیروں میں جوتے اڑسے ورمنہ میں بڑبڑاتی ملازموں کو کوس رہی تھی۔ صوفے پر پڑی اپنی شال اٹھا کر اپنے ارد گرد لپیٹی اور دروازہ کھول کر سر باہر نکالا۔ یہ وقت بالاج کی جوگنگ کا ہوتا تھا۔ اس نے قدم نیچے کچن کی جانب بڑھا دیے کیونکہ پیاس کی وجہ سے اسکا ہلک خشک ہو چُکا تھا۔

بالاج ابھی ابھی جاگنگ سے لوٹا تھا صبح کی تازہ ہوا نے اسکے موڈ پر خوشگوار اثر کیا تھا۔ وہ اس وقت ٹریک سوٹ میں ملبوس تھا ماتھے پر بکھرے بال وہ اپنے بے پرواہ حلیے میں بھی پر کشش مرد تھا۔ اسکا ارادہ کمرے میں جا کر فریش ہونے کے بعد آفس کے لیے تیار ہونے کا تھا جب جیا کو ہاتھ میں پانی کا جگ تھامے سیڑھیوں کی طرف آتا دیکھ کر وہ رک گیا۔ وجہ جگ نہیں بلکہ اس کی سوجھی ہوئیں سرخ متورم آنکھیں تھیں۔

دونوں سیڑھیوں کے آغاز پر آمنے سامنے رک گئے تھے۔ جیا کی سانسیں بھی ساتھ ہی تھمی تھیں۔

کچھ ہوا ہے کیا؟" بالاج نے اسکی آنکھوں میں جھانک کر استفسار کیا۔

کچھ ۔۔ بھی تو ۔۔ نہیں ۔۔ ہوا ۔۔"" جیا نے واضح آنکھیں چرائی تھیں مبادا وہ اسکی آنکھیں ہی نہ پڑھ لے۔

لگتا ہے اداس ہو رہی ہو ماما کی وجہ سے ۔؟" بالاج نے اپنی طرف سے اندازا لگایا

پتہ نہیں ۔۔" جیا نے اوپر سیڑھیوں کی جانب دیکھا تھا۔ گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

اب تو تمہیں خوش ہونا چاہیے میں نے تمہیں کچھ کہا بھی نہیں۔" بالاج نے سینے پر ہاتھ باندھے۔ لہجے میں ہلکے سے طنز کا عنصر نمایاں تھا

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

خوش رہنے کی لیے کسی خاص وجہ کا ہونا ضروری ہے۔" جیا نے آنکھیں گھما کر بات رفع دفع کرنے کے سے انداز میں کہا

کیسی مایوسی کی باتیں کر رہی ہو۔؟" جیا کا انداز مایوس کن اور افسردہ سا تھا

مایوسی نہیں ہے۔بس اکتا گئی ہوں۔" جگ کے دہانے پر دائیں ہاتھ کی انگلی پھیرتے ہوئے کہا لہجے کی اکتاہٹ واضح تھی۔

اچھا کس سے۔۔؟" بالاج نے ٹانٹ کیا

شاید خود سے۔" انگلی ابھی تک جگ کے دہانے پر تھی۔اور نظریں جھکی ہوئی تھیں جن میں نمکین پانی کا سمندر بھرا تھا

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

کچھ کہنا چاہتی ہو۔۔؟" بالاج نے اسے کافی دیر خاموش دیکھ کر سنجیدگی سے استفسار کیا

کہنے کو الفاظ نہیں ہیں۔۔"" نظریں ہنوز جھکی ہوئی تھیں

کیا ہو گیا ہے تمہیں کیسی باتیں کر رہی ہو آج۔ایسے تو کسی کا دل ٹوٹے وہ بات نہیں کرتا۔کہیں تمہارا ابھی دل تو نہیں ٹوٹ گیا۔" بالاج نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا شاید اسکے چہرے پر مسکان آجائے

جیا نے ایک نظر بالاج کو دیکھا وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔لیکن وہ اسکی نظروں سے کنفیوز نہیں ہو رہی تھی

کھلونا نہیں ہے جو کوئی بھی توڑ جائے گا۔" سر کی آواز سے ناک کے ذریعے سانس اندر کھینچی

آنکھیں کیوں لال ہو رہی ہیں تمہاری۔ روئی ہو تم۔؟" بالاج نے اسکی روئی روئی متورم آنکھوں کو دیکھ کر کہا

نہیں وہ بس نیند نہ کی وجہ سے۔۔" جیا نے انگلی کے پور سے آنکھ صاف کی

تو سوئی کیوں نہیں۔؟" اب کی بار جیا واضح اکتا گئی تھی بلاشبہ وہ اسکا موڈ غارت کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا

پت۔ پتہ نہیں۔ اب ہٹیں میرے راستے سے۔۔" وہ عین سیڑھیوں کے بیچ میں کھڑا تھا

جیا کچھ ہوا ہے کیا۔۔؟" نرم لہجے میں ایک بار پھر پوچھا تھا اس نے۔ شاید اب کی بار وہ بتا دے

کہانا کچھ بھی نہیں ہوا۔" یہ نادان دل کچھ اور ہی سمجھ بیٹھا۔ وہ تو بس جذبات کی تجارت تھی۔" آخری بات اسنے دل میں ہی کہی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

سرپرائیززز!!"" منہا کی کھنکتی ہوئی آواز نے دونوں کی گفتگو میں خلل ڈالا۔ جیا اور بالاج دونوں نے ایک ساتھ گردن موڑ کر داخلی دروازے کی جانب دیکھا تھا۔

دروازے کے بیچ و بیچ منہا اور ثانیہ بیگم کھڑے تھے معید سکندر یقیناً گاڑی سے سامان نکلوا رہے تھے ۔ثانیہ بیگم نے مسکرا کر جیا کی طرف دیکھا اور یہی جیا کی بس ہو گئی تھی ہاتھ میں پکڑا پانی کا جگ چھنا کے سے زمین بوس ہوا تھا اور وہ دوڑ کر ثانیہ بیگم کے گلے سے لگتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وہ تو جیا کے اس قدر ری ایکشن پر بوکھلا گئی تھیں۔ اس لیے اسکی کمر تھپکتی چپ کروانے لگیں۔

جیا میری جان کیا ہوا ہے آپ کو۔" انہوں نے جیا سے کہتے ایک نظر بالاج پر ڈالی تھی جو انہی کی جانب بڑھ رہا تھا

کیا بالاج نے کچھ کہا ہے آپ سے۔ میں ابھی اس کی خبر لیتی ہوں۔" ان کی جانب آتے بالاج کے قدم ادھر کی رکے تھے۔ ثانیہ بیگم کی بات پر اس نے خونخوار نظروں سے جیا کو دیکھا۔ جو نا جانے کس بات پر اتنی رنجیدہ ہوئی تھی۔ معید سکندر نے ملازم سے کہہ کر سامان اندر رکھوا دیا تھا۔ اور جیا کو یوں روتے دیکھ وہ بھی پریشان ہوئے تھے

جیا بتاؤ بیٹا کسی نے کچھ کہا ہے۔؟" جیا نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے انہوں نے بھی بالاج کی جانب دیکھا۔ منہا بھی بالاج کو گھورنے میں مگن تھی۔ بالاج ان سب کی نظریں خود پر محسوس کر کے سٹپٹا گیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

آپ سب مجھے ہی کیوں گھور رہے ہیں میں نے اسے کچھ نہیں کہا۔" بالاج شدید بدمزہ ہوا تھا۔

منہا بیٹا جیا کو روم میں لے کر جائیں آپ۔ اور تم میرے کمرے میں آؤ فوراً۔" بالاج کو سخت آواز میں تاکید کرتے معید سکندر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ جبکہ منہا اور ثانیہ بیگم جیا کو لے کر کمرے کی جانب چلی گئیں۔

کیا کہا ہے تم نے جیا کو۔؟" اپنے کمرے میں ٹہلتے انہوں نے بالاج سے پوچھا جو ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

بابا میرا یقین کریں میں نے کچھ نہیں بولا اسے وہ گھنی میسنی جان بوجھ کر سب کو تنگ کر رہی ہے۔"

شٹ اپ بالاج۔ جیا آج سے پہلے کبھی اتنی بری طرح سے نہیں روئی۔۔اور تم کہہ رہے ہو تمہیں کچھ نہیں معلوم۔"

توکیااس میں میرا قصور ہے۔ماں آپ۔" بالاج دل ہی دل میں جیا کو کوس رہا تھا۔جو سب کو پریشان کیے ہوئے تھی

کچھ بتایااس نے۔"معید سکندر کے استفسار پر ثانیہ بیگم نے نفی میں سر ہلایا

بس فوراً جاؤ اور اس سے معافی مانگو۔"انہوں نے تنبیہی نگاہوں سے بالاج کو کہا

میں" گویا بالاج کو سننے میں غلطی لگی ہو۔

جی آپ۔"معید سکندر نے دانت پیستے اسے گھورا جس پر بالاج نفی میں سر ہلا گیا۔

ناٹ ایٹ آل۔۔میں بالاج سکندر جا کر اس جیا سے معافی مانگوں۔امپوسیبل۔"معافی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا

ٹھیک ہے بیگم جانے دو اسے یہ خوش ہے ہمیں دکھ دے کر تو ایسے ہی صحیح۔وہ بن ماں باپ کی بچی ہے آج نہیں تو کل اپنے گھر کی ہو جائے گی تو سکون مل جائے گا اسے۔"ایموشنل کارڈ استعمال کیا تھا انہوں نے ۔والدین کے لیے ایک بہترین ذریعہ اپنی بات منوانے کا۔

اس بن ماں باپ کی بچی نے سب کچھ تو چھین لیا مجھ سے کوئی کسر باقی رہ گئی ہے۔ہاتھ پیلے کریں اسکے جلد از جلد اور چلتا کریں اس گھر سے اسے۔اور رہی بات معافی کی تو میں مانگ لیتا ہوں۔خوش۔" بالاج نے کہتے

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ساتھ وہاں سے جانا مناسب سمجھا تھا۔ پیچھے معید سکندر کی آنکھیں نم ہوئی تھیں کیوں وہ آج بھی بدگمان تھا اس سے۔ اس سب میں اس معصوم کا تو کوئی قصور نہ تھا۔ ثانیہ بیگم نے آگے بڑھ کر انکا کندھا تھپتھپا کر انہیں تسلی دی۔

☆☆☆☆☆☆☆

اگر آپ بھی اپنا ناول یا کالم پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہمیں ہمارے انسٹا گرام اکاؤنٹ پہ رابطہ کریں۔

Ig@aestheticnovels.online

واہ جیا سکندر واہ!! نائس پلے۔" بالاج کمرے میں داخل ہوا تو اسے گم سم سا پا کر مزید طیش آیا۔

میں نے کیا کیا ہے؟" جیا نے بیڈ سے ٹیک لگائی

سوری۔" یک لفظی حرف بول کر بالاج نے واپسی کے قدم لیے۔ ورنہ جیا کے جواب پر اسکے غصے کا گراف مزید بلند ہوا تھا

سوری کس لیے۔" جیا کو معلوم نہ ہوا کہ یہ سوری کس لیے تھا۔

وہ اس لیے جیا سکندر کہ میرے بھولے ماں باپ تمہاری اس معصومیت میں آ گئے ہیں تمہارے ڈرامے کی وجہ مجھے گردان کر انہوں نے مجھے تم سے معافی مانگنے کا کہا۔ اب بتاؤ جیا کہ کیا تم نے میری معافی قبول کر لی۔؟" کمر پر دونوں ہاتھ جماتے دانت پیستے بالاج نے جواب دیا۔

نہیں۔" جیا نے اسکی حالت سے حظ اٹھاتے مسکراہٹ دبائی تھی۔

کیا کہا تم نے۔ دوبارا بولو زرا۔" بالاج کا سنجیدہ انداز جیا کا خون خشک کرنے کے لیے کافی تھا۔

تبھی فوراً سے بولی۔ بالاج نے ایک قدم اسکی جانب لیا تھا

نہیں میرا مطلب کہ ایم سوری۔ میری وجہ سے یہ سب۔۔۔" جیا جو بالاج کو اپنی بات کی وضاحت دے رہی تھی اسے کمرے سے باہر نکلتے دیکھ چپ ہو گئی۔

گل زرین سکندر کے منجھلے بیٹے واجد سکندر کافی لاپرواہ واقع ہوئے تھے۔ انہیں ہمیشہ اپنے بیٹے کے مستقبل کی فکر رہتی تھی۔ اس کی لاوبالی طبیعت کسی سے چھپی ہوئی نہ تھی۔

گریجویشن کے لیے جب واجد سکندر امریکہ تشریف لے گئے تو واپسی پر وہ اکیلے نہ تھے۔ ان کے ساتھ انکی ہمسفر صدف بھی تھیں۔

گل زرین سکندر نے جب دیکھا کہ صدف کی محبت واجد کو سدھار گئی ہے تو بغیر کسی واویلا انہوں نے اور ان کی زوجہ نے صدف کو بہو کے روپ میں قبول کر لیا۔

صدف ملک نے اپنی گھر کی اکلوتی بیٹی تھیں ماں باپ اور بھائیوں کی مرضی کے خلاف جا کر انہوں نے واجد سکندر سے محبت کی شادی کی جو کامیاب ٹھہری لیکن زندگی کے نئے موڑ کی کسی کو بھی خبر نہ تھی۔

گل زرین سکندر کی سب سے چھوٹی بیٹی نائلہ کی شادی اپنے خاندان میں ہی سلمان جعفری سے ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹیاں عطا کیں۔

بڑی بیٹی مسفرا اور چھوٹی بیٹی عالیہ۔

واجد سکندر کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا۔

گیارہ سالہ انکا بیٹا ماہیر سکندر سب کی جان تھا اسکی اور بالاج کی بہت گہری دوستی تھی۔وہ دونوں ایسے ایک ساتھ رہتے جیسے گلاب کے ساتھ خوشبو جسے کوئی جدا نہ کر سکے۔

گیارہ سال بعد واجد سکندر کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نوازا۔چند ماہ کی جیا سکندر اپنی معصومیت سے سب کا دل موہ لیتی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

زندگی میں بھونچال آیا کہ واجد سکندر اور صدف ایک شام اپنے بیٹے ماہیر سکندر کے ساتھ کسی آفیشل ڈنر سے واپس آرہے تھے کہ روڈ ایکسیڈنٹ میں جان کی بازی ہار گئے۔

ان کی موت معید سکندر کے لیے اپنے ماں باپ کے بعد دوسرا بڑا دھچکا تھی۔

سات ماہ کی جیا کو جہاں ثانیہ بیگم نے گلے سے لگایا وہیں بالاج سکندر کو جیا سے نفرت ہونے لگی۔وجہ جیا کا ماہیر سے مشابہت رکھنا تھی۔بہت کم عمری میں اس نے اپنے بھائیوں جیسے دوست کو کھویا تھا جو اسکی ذہنی طبیعت پر گہرا اثر ڈال گیا۔وہ جب جب جیا کو دیکھتا اسے ماہیر سکندر شدت سے یاد آتا تھا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بالاج کی ں فرت تو کم ہوتی چلی گئی لیکن جیا سے کبھی اس نے آرام سے بات نہیں کی تھی بقول جیا سکندر کے وہ پیدا ہی اسکی ڈانٹ سننے کے لیے ہوئی تھی۔

جیا اٹھ جائیں بچے یونیورسٹی نہیں جانا کیا آج۔" ثانیہ بیگم نے کھڑکی سے کرٹن ہٹاتے جیا کو آواز لگائی جو بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی سو رہی تھی۔

سونے دیں نا مما۔" سورج کی شعاعیں اسکے چہرے پر پڑیں تو وہ دوسرے پلو سے چہرہ ڈھانپ گئی۔

اٹھ جائیں منہا کب کی کالج جا چکی ہے۔"انہوں نے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا تھا۔

مما مم۔ میری طبیعت نہیں ٹھیک مجھے نہیں جانا یونیورسٹی۔"جیا نے دہائی دی وجہ وہ یونیورسٹی جانا نہیں چاہتی تھی کہ وہاں اگر وہاج ہوا تو وہ کیا کرے گی۔ جانے انجانے وہ خوفزدہ ہو چکی تھی۔

ثانیہ بیگم نفی میں سر ہلاتی کمرے سے باہر چلی گئی جانتی تھیں جیا نے ایک دفعہ کہہ دیا تو اب کوئی بھی اسے یونیورسٹی نہیں بھیج سکتا تھا۔ وہ ایسی ہی تھی بچپن میں جب بھی اسکا دل نہ کرتا سکول جانے کو وہ یونہی صحت خرابی کا بہانا بناتی تھی۔

کیا ہوا جیا ابھی تک اٹھی نہیں کیا۔"معید سکندر نے ثانیہ بیگم سے کہا جو ناشتہ کے ٹیبل پر انتظار کر رہے تھے انہوں نے نفی میں سر ہلایا

ہونہہ اتر گیا بھوت یونی ورسٹی جانے کا۔"بالاج منہ میں بڑبڑایا تھا۔

جیا واٹ آ سرپرائز۔ کہاں تھی تم اتنے دنوں سے ہونی کیوں نہ آئی۔" جیا آج کافی دن بعد یونی ورسٹی آئی تھی۔ تبھی انعم اسے دیکھتی دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

کک۔کچھ نہیں بس طبیعت نہیں ٹھیک تھی۔" کہتے اس نے متلاشی نظریں ادھر ادھر دوڑائیں۔

وہاج کو ڈھونڈ رہی ہو۔وہ۔۔"انعم نے مسکراہٹ دبائی

نن۔نہیں بلکل بھی نہیں۔" جیا بوکھلا گئی کیونکہ وہ نہیں جاننا چاہتی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ویسے بھی اس اینجل نے جو اسکا حال کیا تھا اس کی یونیورسٹی آنے کی حالت بھی نہ تھی۔

اچھا جلدی چلو کلاس سٹارٹ ہو جائے گی۔۔"" انعم کے ساتھ چلتی جیا اپنی ہی سوچوں میں گم تھی۔

جیا نے باقاعدگی سے یونیورسٹی جانا شروع کر دیا تھا۔وہ روزانہ بہت محتاط انداز میں یونیورسٹی جاتی تھی کہیں اسکا سامنہ وہاج ملک سے نہ ہو جائے ہاں وہ خوفزدہ ہو چکی وہ چاہ کر بھی اس واقعے کو زہن سے نہیں نکال پائی تھی وہاج کے الفاظ آج بھی ہتھوڑے کی مانند زہن پر لگتے تھے جنکا اثر یہ ہوا تھا کہ اس نے سکارف گلے میں ڈالنے کی بجائے سر پر اوڑھنا شروع کر دیا تھا۔لیکن دور اندر دل کے کسی پنہاں خانے میں وہاج نام کا پیچ آج بھی موجود تھا اور پھر کبھی وقت کے پاس بھی ہر زخم کا مرہم نہیں ہوتا۔

اج جب وہ اپنے ڈپارٹمنٹ سے نکلتی کیفے ٹیریا کی جانب آئی تو کسی جانی پہچانی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔جیا کا رواں رواں کان بن گیا۔

سامنے ہی وہاج ملک اپنی پوری شان و شوکت سے کسی لڑکی کے ساتھ براجمان تھا ایسے کہ لڑکی کا ہاتھ وہاج کے ہاتھ میں تھا۔جیا کی آنکھیں شعلہ گیر ہو گئیں ایک پل کے لیے اس نے سوچا کہ وہ اس لڑکی کو وہاج ملک سے بچا کر چھپا کر رکھ دے لیکن اگلے ہی لمحے اسکا سر گھومنے لگا اسنے سہارے کے لیے دیوار کا سہارا لیا تھا۔

تبھی وہاج نے اسکی جانب دیکھا اور اس کی ایک مسکراہٹ ہی جیا کے اعصاب شل کر دینے کو کافی تھی۔

جب اپنے قدموں پر کھڑا ہونا محال ہو گیا تو اس نے یونیورسٹی سے باہر کی جانب دوڑ لگا دی۔

اپنے گھر پہنچنے تک جیا کا سانس پھول رہا تھا۔وہ نہیں جانتی تھی وہ یہاں کیسے پہنچی ہے اس نے ایک نظر اس حویلی نما گھر کو دیکھا اور پھر اس نے بیل پر ہاتھ رکھ دیا اگلے ہی لمحے ایک باوردی گارڈ نے دروازا کھولا تھا۔

ارے بی بی جی آپ۔" چالیس کی عمر کے لگ بھگ چوکیدار نے جیا کو اندر آنے کا اشارہ دیا۔

اگر گھر سے کال ائے تو کہہ دینا یہاں کوئی جیا سکندر نہیں آئی۔" بے خیالی میں بولتے وہ پکی روش پر سے چلتے اندرونی دروازے تک آئی تھی۔

دونوں ہتھیلیاں دروازے کے دونوں پٹ پر جمائے اس نے دروازا دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ان در کا منظر آج بھی ویسا تھا۔جیسا کبھی ہوتا ہو گا۔پرانے طرز کا فرنیچر سفید چادروں سے ڈھکا ہوا تھا۔وہ قدم قدم چلتی کچن کی جانب آئی۔

چونکہ وہاں کوئی رہتا نہیں تھا اس لیے کچن بند پڑا ہوا تھا اسے پانی کی شدید طلب محسوس ہوئی۔ کیبنیٹ کھول کر ایک گلاس نکالا اور واش بیسن سے اسے دھو کر پانی پیا۔

سیڑھیاں چڑھتی وہ ایک کمرے میں آ کر بند ہو گئی کیونکہ یہی اسکی جاےِ فرار تھی۔

کیا ہوا کچھ پتا چلا جیا کا۔" صوفے پر بیٹھی پریشان حال ثانیہ بیگم نے ادھر ادھر ٹہلتے معید سکندر سے استفسار کیا جس پر انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

آج جب ڈرائیور جیا کو یونی سے لینے گیا تو اسے پتا چلا کہ وہ وہاں پر نہیں ہے۔

حویلی فون کر کے پتا کیا ہے بالاج نے لیکن جیا اس بار وہاں نہیں گئی۔"ٹھنڈی آہ خارج کرتے وہ صوفے پر بیٹھ گئے۔

منہا بھی ثانیہ بیگم کے ساتھ بیٹھی انہیں تسلی دے رہی تھی۔

منہا آپکو کچھ بتایا جیا نے۔"معید سکندر نے اس سے پوچھا منہا نے خیالات سے چونکتے ایک نظر انہیں دیکھ کر ثانیہ بیگم کو دیکھا اور سر جھکا گئی

نہیں بابا جانی۔اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا لیکن میں نے اسے بہت دفعہ اکیلے بیٹھ کر روتے دیکھا ہے میں نہیں جانتی لیکن جب سے ہم واپس لوٹے ہیں اسکی یہی حالت ہے۔"منہا نے ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسری ہاتھ کی انگلی سے مسلتے ہوئے کہا۔

تبھی معید سکندر کا فون بزر ہوا تھا۔ انہوں نے فوراً سے پیشتر کال اٹھائی۔

اچھا اوکے دھیان سے۔" بالاج کی بات کا جواب دے کر انہوں نے ایک نظر منہا کو دیکھا۔

اور کچھ۔" استفسار کیا

اور یہ کہ وہ یونیورسٹی جانے سے گھبرا جاتی کافی عرصے سے میرے پوچھنے پر اس نے بات گول مول کر دی تھی۔ لیکن میں جانتی ہوں کوئی ایسی بات ہے کہ وہ اب یونی نہیں جانا چاہتی۔ میں نے اس کی باتوں سے اخذ کیا ہے۔" منہا نے سر جھکائے کہا۔

بالاج نے اسے ہر جگہ ڈھونڈ لیا تھا لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھی حویلی رابطہ کرنے سے بھی مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

لیکن ایک آخری امید تھی کہ شاید وہ وہاں موجود ہو

جیا سکندر اب تم میرا ضبط آزما رہی ہو۔" سٹئیرنگ وہیل پر ہاتھ مارتے اس نے دانت پیستے ہوئے کہا اور گاڑی حویلی کے راستے پر ڈال دی۔

منہا کی بات غور سے سنتے معید سکندر نے ہنکارا ابھرا۔

اس کا مطلب ہے وہ آگے پڑھنا نہیں چاہتی۔" انکی بات پر ثانیہ بیگم شانے اچکا کر رہ گئیں۔

اب اس بات کا ایک ہی حل ہے۔"انہوں نے غیر مرئی نقطے کو گھورتے ہوئے کہا۔

اور وہ کیا ہے۔"ثانیہ بیگم کے ساتھ منہا نے بھی تجسس کے مارے ان کی جانب دیکھا

اس سب کا ایک واحد حل یہی ہے کہ جلد از جلد جیا کی شادی کر دی جائے۔"معید سکندر نے سنجیدگی سے کہتے گویا ایک دھماکہ کیا تھا۔

منہا اور ثانیہ بیگم دونوں نے ایک ساتھ نفی میں سر ہلایا۔

گاڑی پورچ میں کھڑی کرتا وہ دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا۔دل نا جانے کیوں دھک دھک کر رہا تھا اسے معلوم تھا اندر کا منظر کیسا ہو گا۔

یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔جیا کی شادی وہ ابھی اس زمہ داری کو نہیں نبھا سکتی۔"ثانیہ بیگم کا دل پسیج گیا تھا ان کے فیصلے پر۔

سامنے ہی وہ بیڈ پر اوندھے منہ گرنے کے سے انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔بالاج نے آگے بڑھ کر بیڈ کی پائنتی کے قریب اپنے قدم روک دیے۔

ایسی بات نہیں ہے جب سر پر آئے گی تو خود ہی زمہ داری کا احساس ہو جائے گا اور وہ نبھائے گی کیونکہ وہ میری بیٹی ہے۔"معید سکندر ایک ہی سانس میں اپنا اٹل فیصلہ سناتے یہ جا وہ جا ہوئے تھے۔اور وہ چاہ کر بھی انہیں یہ نہیں کہہ پائیں کہ زمہ داری بہت بھاری بوجھ ہوتی ہے جس کے اٹھانے والے کو مظبوط بننا

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

پڑتا ہے۔ کب سے ہونکوں کی طرح ان دونوں کو دیکھتی منہا نے ان کا سر اپنے شانے پر ٹکایا تھا گویا تسلی دی ہو۔

جیا اپنے والدین اور بھائی کا فوٹو فریم ایک گال تلے رکھے نیم سونے کی حالت میں تھی۔ کسی کی موجودگی پا کر وہ تھوڑا کسمسائی۔ بالاج نے اس کے نرم عارضوں پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشانات دیکھتے مٹھیاں بھینچیں۔

ازیت ہی تو تھی وہ جس سے اس کی حفاظت کا دعویٰ کیا تھا یہ نبھا رہا تھا وہ اپنا عہد۔

اس نے آگے ہو کر جیا کو کندھے سے جھنجھوڑ کر اٹھانا چاہا ایسے میں اسکا ہاتھ جیا کے کندھے کو چھوا۔

وہ تڑپ کر اٹھی تھی اور بنا سوچے سمجھے اسکا ہاتھ مقابل کے منہ پر اپنی چھاپ چھوڑتا چلا گیا۔ بالاج کا چہرہ دوسری طرف ہوا تھا آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں وہ جس نے اج تک اس کے سامنے بولنے کی ہمت نہیں کی تھی آج اس کے منہ پر طمانچہ مار گئی تھی۔

اس نے شعلہ برساتی آنکھوں سے پلٹ کر اسے دیکھا

ہوش آنے پر جیا کی روح تک کانپ گئی۔ وہ بدک کر پیچھے ہٹنے لگی تھی کہ بالاج نے اسے اپنے ایک ہاتھ سے دبوچ لیا۔ جیا نے ایک نظر اسکی شعلہ برساتی آنکھوں میں دیکھا اور دوسری نظر اسکے ہاتھ پر ڈالی جس سے وہ اسے پکڑے ہوئے تھا۔

کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ جیا سکندر۔ کیوں سب کو پریشان کرر کھا ہے بولو۔ جواب دو مجھے۔" بالاج نے اسے جھنجھوڑا۔

میں آپ کو جواب دہ نہیں ہوں۔ بالاج سکندر۔" اونچی آواز میں دوبدو جواب دیتی وہ بالاج کو اپنی جگہ ساکت کر گئی۔ کئی لمحات وہ کچھ کہنے کے قابل نہ رہا۔

کیا ہوا ہے جیا کیا چاہتی ہو تم۔" اپنے اشتعال پر قابو پاتے اُسنے دوبارہ نرم لہجے میں پوچھا۔ اور اس دوران وہ اُسکا بازو بھی چھوڑ چکا تھا۔ جیا نے نفی میں سر ہلایا اس سوال کا جواب دینے کی ہمت اُس میں نہ تھی۔

میری ایک بات مان لیں پلیز۔" اُسکا لہجہ ملتجی تھا۔ بالاج نے اثبات میں سر ہلاتے پیچھے دیوار سے ٹیک لگائی

مم۔ مجھے یونیورسٹی نہیں جانا۔ اور۔ ا۔ آپ بھی مجھے فورس نہیں کریں گے۔" اپنا بازو سہلاتے اسنے اپنا مدعا بیان کیا۔ وہ نرم پڑ رہا تھا تو وہ کیوں نہ فائدہ اُٹھاتی ویسی بھی اگر یونیورسٹی نہیں جائے گی تو اس دلبر سے سامنا بھی نہیں ہو گا۔

اوکے۔ جیسا تم چاہو اگر ابھی تم یونیورسٹی نہیں جانا چاہتی تو مت جاؤ کوئی تمہیں فورس نہیں کرے گا۔" بالاج نے کندھے اچکائے گویا اسکی بات پر ایمان لے آیا ہو۔

ابھی نہیں میں کبھی بھی یونیورسٹی نہیں جانا چاہتی۔" منہ بسور کر کہتی وہ بالاج سکندر کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ لانے کا سبب بنی تھی وہ مسکراہٹ جسے بالاج کمال مہارت سے چھپا گیا۔ اور دیوار سے ٹیک ہٹائی

اوکے۔ جیسا تم چاہو لیکن کیا میں وجہ جان سکتا ہوں۔" کہتے اسنے جیا کے ساتھ بیڈ کی دوسری جانب بیٹھنے لگا۔

نہیں۔اورا ٹھیں یہاں سے۔"اس سے قبل کہ وہ وہاں بیٹھ پاتا جیا کی غضب ناک آواز سن کر کرنٹ کھا کر سیدھا کھڑا ہوا اور دانت کچکچاتے اسے دیکھا جو اسکی تھوڑی سی نرمی سے بھی فائدہ اُٹھانا نہیں بھولتی تھی۔

تبھی بالاج کا موبائل رنگ ہوا۔

واٹسیپ پر منہا کا میسج جگمگا رہا تھا

جیا کہاں ہے بھائی کچھ معلوم ہوا۔"بالاج نے ہمم کا میسج کرتے موبائل واپس جیب میں اڑسا

میں باہر ویٹ کر رہا ہوں اپنا حلیہ ٹھیک کر واور باہر آؤ جلدی۔"کہتے وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

ایک ٹھنڈی آہ خارج کرتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

سامنے دیوار پر نظر پڑتے ہی ایک بار پھر سے آنکھوں میں ستارے جھلملانے لگے۔وہاں سب جگھر والوں کی مختلف تصاویر آویزاں تھیں۔ہنستے مسکراتے چہرے تھے وہ تب کسی کو کیا خبر تھی کہ زندگی میں ایک ایسا موڑ بھی آئے گا جس میں جیا سکندر تنہا ہو گی۔ہاں وہ تنہا تھی اتنے رشتے ہونے کے باوجود بھی وہ تنہا تھی۔

جیا پلٹ کر ڈریسنگ روم میں جانے لگی کہ بیڈ پر پڑی تصویر نے اسکی توجہ اپنی جانب کھینچی۔

کیوں کیوں اس اینجل کی آنکھیں آپ سے ملتی ہیں بھائی کیوں اسے دیکھتے ہی مجھے اپنائیت کا سا احساس ہونے لگا تھا۔"آہ لیکن یہ کیوں تھا جس کا جواب دو اشخاص کے پاس تھا ایک تصویر میں دکھنے والے ماہیر سکندر تو دوسرا وہ اینجل۔

خیر ویسے بھی دنیا میں اٹھارہ فیصد لوگوں کی آنکھیں آپ سے ملتی ہیں۔ میں کس۔ کس میں آپکا عکس ڈھونڈتی پھروں گی۔" اگلے چند لمحات اسکا دھیان اسی بات پر رہا تھا۔

وہ جب باہر آئی تو بالاج چوکیدار کے پاس کھڑا اسے کچھ ہدایات دے رہا تھا کیا وہ نہیں جانتی تھی اس کے پاس انے پر بالاج اسے باہر کا اشارہ کرتا چلا گیا۔

بی بی جی۔ ایک منٹ رکیں" جیا نے پلٹ کر اس چوکیدار کو دیکھا جو اب اپنے چھوٹے سے مکان میں گیا تھا۔

وہ وہیں کھڑی انتظار کرنے لگی جب وہ اگلے ہی پل اس کے سامنے آکر رکا۔

جی یہ کسی نے آپ کے لیے بھیجا تھا۔" اس نے چوکیدار کے ہاتھ سے وہ کارڈ نما چیز پکڑ لی

اور آنکھوں کے سامنے کی وہ کارڈ ہی تھا آئی ڈی کارڈ کے جتنا لیکن اسکے اوپر کچھ بھی نہیں لکھا ہوا تھا۔ ماسوائے اس سکریچ کرنے والی جگہ کے۔ اسنے وہ کارڈ مٹھی میں دبوچ لیا۔

\-

وہ جب گھر پہنچی تو سب سے پہلے تو اسے ثانیہ بیگم سے خوب سننے کو ملیں کہ انکی وجہ سے وہ اتنا پریشان ہو گئیں تھی انہیں منا کر وہ اب کمرے میں بیٹھی تھی سامنے منہا سٹڈی ٹیبل پر لیپ ٹاپ رکھے کام میں مصروف تھی۔

بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی جیا نے ہاتھ میں موجود کارڈ الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر سائیڈ ٹیبل سے پن اٹھا کر اسے سکر یچ کیا۔

سامنے لکھی تحریر کو دیکھتے وہ دھک سے رہ گئی لمحوں میں سارا کھیل سمجھ آگیا تھا مطلب وہ اسے اپنی کھوج لگانے کا کہہ رہا تھا لیکن کیوں۔

کارڈ پر انگریزی کے پانچ حرف کنندہ تھے۔ منہا نے ستانے کی خاطر رخ بدل کر دیکھا۔ جیا کی اڑی رنگت دیکھ اسنے استفسار کیا تو وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

ذہن میں وہ الفاظ جیسے پیوست ہو گئے تھے۔

اے۔این۔جی۔ای۔ایل۔ پانچ انگریزی حرف۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ارے جیا بیٹا کتنی دیر لگاؤ گی اب جلدی کرو بچے وہ لوگ آتے ہی ہوں گے۔" ثانیہ بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے کہا۔

جیا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنی تیاری کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔ مسکرا کر ثانیہ بیگم کی جانب دیکھا

ماشاءاللہ۔ میری بیٹی بہت پیاری لگ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے نصیب کرے۔" جیا کا چہرا ہاتھوں کے پیالے میں تھامتے انہوں نے اسکے سر کا بوسا لیا وہ آنکھیں موند گئی۔

تبھی منہا اندر داخل ہوئی۔ ان دونوں کو یوں ایک دوجے میں مصروف دیکھ تلملا کر رہ گئی۔ مطلب وہ اتنی دیر سے تمام تیاریاں کر رہی تھی اور وہ دونوں مزے سے کھڑی اپنا پیار بانٹ رہی تھیں۔

مما جلدی چلیں وہ لوگ آ گئے ہیں۔" ثانیہ بیگم کو باخبر کیا تھا اس نے اور خود اپنا جوڑا لیے باتھروم میں بند ہو گئی۔

ثانیہ بیگم جیا کو تھوڑی دیر بعد آنے کا کہتی باہر کی جانب بڑھ گئیں۔

لاونج میں وہ تمام نفوس بیٹھے تھے۔ بڑی تمکنت سے بیٹھیں آفرین جہاں اور انکے دائیں جانب براجمان انکا سپوت علی عمان۔ وہ وجیہہ شکل وصورت والا پچیس چھبیس سالہ نوجوان تھا انکے بلکل سامنے ثانیہ بیگم اور معید سکندر براجمان تھے۔

آپکا بیٹا نظر نہیں آرہا۔" ادھر ادھر متلاشی نظروں سے دیکھتے آفرین جہاں نے پوچھا۔ سامنے میز مختلف لوازمات سے بھری ہوئی تھی جنہیں چھونے کی زحمت تک نہ کی گئی۔

جی دراصل ایک بہت اہم میٹنگ ہونے کی وجہ سے وہ نہیں آسکا اور ویسے بھی ایسے معاملات تو گھر کے بڑے طہ کرتے ہیں۔" جواب معید سکندر کی جانب سے آیا تھا وہ سر ہلا کر رہ گئیں۔ دفعتاً دروازے پر ہل چل محسوس ہوئی تو سب کی نگاہیں دروازے کی جانب اٹھیں تھیں۔

سامنے سے ہی وہ ہلکے نارنجی رنگ کے جوڑے میں ملبوس چلی آرہی تھی۔ آفرین جہاں کی نگاہوں نے اچھے سے اسکا اسکین کیا تھا۔ وہ ہر لحاظ سے پرفیکٹ تھی۔ انہوں نے ایک نظر علی عمان کی جانب دیکھا لیکن وہ انکی جانب متوجہ ہی کہاں تھا وہ تو سامنے دیکھ رہا تھا۔ اسکی نگاہیں جیا پر نہیں بلکہ اسکے ساتھ اسے پکڑے

کھڑی منہا پر اٹک گئیں تھیں ساری دنیا سکے سامنے ساکت ہو کر رہ گئی جیا نے بھی اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے پلٹ کر منہا کو دیکھا جو بالکل شل سی کھڑی تھی۔ جیسے میدان جنگ سے سار اساز وسامان اکٹھا کر لینے کے بعد خالی ویران میدان ہو۔ لٹا ہوا خالی میدان

ارے آؤ بیٹا یہاں بیٹھو میرے پاس۔۔" آفرین جہاں نے اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کی پیشکش کی۔ منہا اسے لے کر آگے بڑھی اور نا محسوس انداز میں اسے ان کے دائیں جانب پڑے صوفے پر بٹھا دیا۔ اسکی نظریں علی عمان پر ہی ٹکی ہوئی تھیں۔ ماحول میں تناؤ سا محسوس کرتے علی نے اپنے گریبان کے اوپری ایک بٹن کھولا تھا۔ گھٹن سی ہونے لگی تھی ایسا نہیں تھا کہ گرمی کی وجہ سے بلکہ منہا سکندر کی نظروں سے۔

تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہنے کے بعد وہ اور منہا واپس آگئے تھے۔ منیا کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی جسے جیا نے بخوبی محسوس کیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

مما۔" علی عمان نے تھوڑا سا آفرین جہاں کی جانب جھکتے آہستہ سے کہا۔ انہوں نے سر کے خم سے مزید بولنے کی اجازت دی۔

آپ کو کیسی لگی وہ۔"خشک حلق تر کرتے اس نے ایک بار پھر ہمت باندھی۔

کون جیا ماشاء اللہ پرفیکٹ ہے۔" دھیمے لہجے میں کہا

میں جیا کی بات نہیں کر رہا۔" آفرین جہاں نے رخ موڑ کر اسکی جانب دیکھا ان کی نظروں سے خائف ہوتے وہ پیچھے ہو گیا۔

کیا مطلب۔ وہ وہ جو وہاں۔ وہ علی۔ اور تم۔" جیا نے بے یقینی سے منہا کی جانب دیکھا تھا وہ سر ہلا گئی۔

یا اللہ۔ تم ہوش میں ہو منہا۔" جیا نے اسے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

منہا کے الفاظ کہ وہ شخص جو اس کا رشتہ لینے آیا بیٹھا تھا وہ حقیقتاً منہا سے شادی کرنا چاہتا تھا بلکہ وہ اور منہا دونوں اکھٹے یونیورسٹی میں پڑھتے تھے اور یہ بات بہت عرصے سے چلی آ رہی تھی۔

جی مما۔ میں بالکل ہوش میں ہوں۔ اور یہی منہا ہے منہا سکندر۔" اسنے ایک پل میں سالوں کا اٹکا تعارف کروا دیا تھا۔

تو تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا نا منہا اب کیا ہو گا۔" جیا نے اسے کوسا۔

میں نہیں جانتی جج۔ جیا لیکن پلیز تن اس رشتے سے انکار کر دو۔" جیا کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے اس نے منت کی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ہمم۔ پیاری ہے بلکہ یوں کہوں کہ بہت پیاری ہے۔" آفرین جہاں کی بات پر جہاں علی عمان کے چہرے پر خوشی دیدنی تھی وہیں معید سکندر اور ثانیہ بیگم کو الجھتے دیکھ وہ گویا ہوئیں۔

دیکھیں بھائی صاحب۔ جیا بھی ہماری بیٹی ہے لیکن ہمیں آپکی بیٹی منہا پسند آئی ہے کوئی زور وزبردستی نہیں ہے آپ سوچ سمجھ کر جواب دیجیے گا۔" حیرت کے دورانیے سے نکلتے وہ دونوں انکی بات پر لب سی گئے۔

لیکن منہا ایسے کیسے میں اچانک سے انکار کر دوں جبکہ میں ہامی بھر چکی ہوں۔" جیا نے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔

وہ ارادہ کر گئی تھی کہ منہا کے لیے وہ کچھ بھی کرے گی۔ کسی ان چاہے رشتے میں بندھنے کا اسکا کوئی ارادہ نہ تھا۔

میں سوچ رہا ہوں انکو ہاں کر دیں ہم۔ کیوں بالاج تمہارا کیا خیال ہے۔" معید سکندر نے کھانا کھاتے بات شروع کی۔ بالاج نے ایک نظر خاموشی سے کھانا کھاتی جیا کے جھکے سر کو دیکھا لیکن وہ اسکے چہرے پر کچھ بھی نہ دیکھ پایا نا خوشی اور نہ ہی کوئی افسوس۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس معاملے میں اسکی اپنی کیا رائے ہے لیکن بات کرنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔

ہمم میں کیا کہہ سکتا ہوں جو آپ کو مناسب لگے۔" اسکا بات کرنے کا انداز آج کچھ الگ تھا۔ ٹھہرا ہوا سا۔ بات کر کے اس نے پانی کا گلاس منہ سے لگایا

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

کیا مطلب جو مناسب لگے بہن ہے تمہاری۔ تمہاری رائے معنی رکھتی ہے۔" پانی پیتے بالاج کو پھندا لگا تھا اتنے زور کا کہ وہ اگلے چند لمحات کھانستا رہا۔ جیا کی نظریں بے اختیار بالاج کی جانب اٹھی تھیں۔

انہوں نے ایسی بھی کیا بات کر دی تھی۔

سوری۔ میرا مطلب تھا کہ اچھا لڑکا ہے میں نے کچھ جانچ پڑتال بھی کی تھی۔ کافی شریف واقع ہوا ہے۔ کسی بری کمپنی میں نہیں رہتا۔" بالاج نے ان کو اپنی رائے بتائی۔ کھانے سے دل اچاٹ سا ہو گیا تھا۔ اسنے ایک بار پھر جیا کی جانب دیکھا وہ خاموش تھی اور عموماً لڑکیوں کی خاموشی کو مثبت معنی دیے جاتے ہیں۔

ہاں تو پھر ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں جیا کے حق میں اس سے بہتر ہو گا۔ میں ان سے بات کر کے منگنی کی بات طے کر دیتی ہوں۔" غائب دماغی سے وہاں بیٹھے بالاج کا ذہن اس سے بہتر والی بات پر اٹکا تھا۔

جیا بھی انہی کی جانب دیکھ رہی تھی جب سے وہ لوگ گئے تھے ثانیہ بیگم خانوش تھیں۔

میں نے آفرین جہاں سے بات کی ہے ان کا کہنا ہے کہ منگنی کی بجائے اگر جلد از جلد نکاح کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔" کھانے کے بعد سب لاونج میں بیٹھے تھے جب ثانیہ بیگم نے ان کی رائے بتائی۔

منہا وہاں سے اٹھ کر اوپر چلی گئی۔

اسے کیا ہوا۔" ثانیہ بیگم نے استفہامیہ نگاہوں سے جیا کو دیکھا تو وہ گڑبڑا گئی

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ارے بیگم ایسے مواقع پر لڑکیاں اکثر شرما جاتی ہیں۔" معید سکندر کی بات پر وہ پر سکون ہوئی تھیں۔ جیا اور بالاج نے الجھ کر ان کی جانب دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہے ہوں مطلب۔

ارے ایسے کیا دیکھ رہے ہو جاؤ جیا منہا کے پاس اور تم زرا اپنی گھوری بند کرو بہن کی شادی ہونے والی ہے اور اسے کوئی خوشی ہی نہیں۔"ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں معید سکندر نے کہا اور ساتھ میں خشمگیں نگاہوں سے بالاج کو دیکھا۔

بالاج کا چہرہ ایک دم سے کھل اٹھا تھا وہیں جیا بات کو سمجھتی اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی ہنسی نہ روک سکی۔ اور کھکھلا کر ہنس دی۔ یہ ہنسی منہا کی دعا قبول ہونے کی تھی۔ پورے لاونج میں اسکی ہنسی کی جلترنگ گونجی تھی۔

جاؤ جیا منہا کے پاس جاؤ نہ۔" بالاج نے مسکرا کر جیا سے بولا دل سے ایک دم منوں بوجھ اتر گیا تھا۔ وہ خود بھی حیران ہوئے بنا نہیں رہ سکا۔

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے دھوکے باز۔" جیا کمرے میں داخل ہوئی تو بیڈ پر بیٹھی روتی ہوئی منہا نے پاس پڑا کشن اٹھا کر اسے دے مارا وہ اپنی ہنسی ضبط کرتی دکھی انداز میں اسے مزید تنگ کرنے کے موڈ میں آگئی۔

دیکھو منہا اس میں میرا کیا قصور ہے ویسے بھی جو اللہ کو منظور۔ میں پوری کوشش۔۔۔" اس سے پہلے وہ مزید کچھ بولتی منہا بھوکی شیرنی کی مانند اس پر جھپٹی۔ اپنا بچاؤ کرتی جیا منہا کے ساتھ بیڈ پر گری

میں تمہاری جان لے لوں گی جیا اگر تم نے اس کے بارے میں سوچا بھی تو۔" منہا نے اسکے بال نوچنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھائے۔

ارے ارے۔ میں تو مزاق کر رہی ہوں انہوں نے مجھ سے رشتہ طے کرنے سے انکار کر دیا ہے اور انہیں تم پسند آگئی ہو۔"

اپنا بچاؤ کرتے جیا بیڈ کی دوسری جانب چھلانگ لگا گئی۔ جیا کی بات پر منہا کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ جس پر جیا ہنس دی۔

وہ بہت خوش تھی اپنی دوست اپنی بہن اور سب سے بڑھ کر اپنی کزن کے لیے۔

وہ اپنے کمرے میں کھڑا گن کی میگزین بھر رہا تھا جب باہر سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ مخصوص قدموں کی چاپ تھی۔ ٹھہرے ہوئے چھوٹے قدم۔ آنے والی ہستی کے کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی اُسنے ٹھک کی آواز سے میگزین چڑھائی اور دراز میں رکھ کر سیدھا کھڑا ہوا۔

کمرے میں داخل ہونے والے شخص نے اُسکی یہ حرکت دیکھ لی تھی ایک نظر بند دراز پر ڈال کر اُسنے اپنے سامنے ہاتھ پشت پر بندھے کھڑے اُس خوبرو مرد کو دیکھا۔ جسے دیکھ کر کوئی بھی لڑکی اُسکی اسیر ہو سکتی تھی وہ بھی انہی لڑکیوں میں سے ایک تھی۔ انمول ملک باپ اور خدا کی علاوہ کسی تیسرے سے نہ ڈرنے والی۔

کہیں جانے کی تیاری ہے ملک۔" وہ قدم قدم چلتی ایک اُسکی سامنے رک گئی اور ایک بھرپور نظر اُسکے کہیں جانے کی لیے تیار سراپے پر ڈالی۔

آپ یہاں کیوں آگئیں کوئی کام تھا تو مجھے بولا لیا ہوتا۔" مقابل نے سر اثبات میں ہلاتے اس کے آنے کی وجہ جاننا چاہی۔

ارے اس میں تکلف کی کیا بات ہوئی بھلا۔ مشکل میں یہ مرید اپنے مرشد کے پاس ہی آئے گا نا۔" سبھاؤ سے کہتے وہ بیڈ پر بیٹھی کہ ایک ٹانگ دوسری کہ اوپر تھی۔ اور ایک طائرانہ نگاہ اُسکے کمرے پر دوڑائی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

کیا مشکل پیش آگئی آپکو انمول ملک۔" کمال ضبط کا مظاہرہ کیا تھا اُسنے وہ اپنا نام اُسکے منہ سے سُن کر ہنس دی۔ وہ یونہی اُسکی باتوں پر ہنس دیا کرتی تھی۔ اور یہ عنایت بھی انمول ملک اپنے لیے انمول لوگوں پر کرتی تھی وہ لوگ جو اُسکے دل کے قریب ہوں اور سامنے کھڑا وہ شخص اُسکے دل کا قابض تھا۔

جانتے ہو نہ ایسی باتیں کر کے تم میرا دل فتح کر لیتے ہو۔" آنکھیں ٹپٹپائیں۔

آپ کا دل بازاری ہے جو مجھ جیسے عام بندے کو جگہ دیے ہوئے ہے۔ ورنہ انمول ملک کا معیار مجھ سے کئی اوپر کا ہے۔ خیر مجھے دیر ہو رہی ہے اگر آپ کو کوئی کام نہیں تو مجھے جانا ہو گا۔" اُسکا سنجیدہ لہجہ انمول کو انگاروں پر لپیٹ گیا۔

اور تم۔۔۔ تم خود کیا ہو ایک غدّار جو میرے ہی باپ کے ساتھ نمک حرامی کر رہا ہے انکو دھوک۔۔۔۔۔" کمرے سے باہر نکلتے اُسکے قدم انمول کی بات پر رکے تھے اس سے پہلے وہ آگے کچھ بولتی اُسنے پلٹ کر اپنی بھاری ہتھیلی اُسکے ہونٹوں پر رکھی تھی۔ انمول ملک اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔ دل کانوں میں دھڑکنے لگا تھا۔

آئندہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرنا ملک۔" لمحہ فنا ہوا تو وہ اُسکا ہاتھ جھٹکتی غصّے سے پھنکاری تھی۔

شیش۔۔" اُسکے خاموش کروانے پر اُسنے اُسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اگلے ہی لمبی وہ کرنٹ کھا کہ سیدھی ہوئی۔

برخودار ابھی تک تم نکلے نہیں تمہہ۔۔۔" جہان داد ملک نے کمرے میں داخل ہوتے کہا اور سامنے انمول ملک کو کھڑے دیکھ بات درمیان میں چھوڑ دی۔ سوالیہ نظروں سے اُسکی جانب دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہے ہو کہ یہاں آنے کا مقصد۔

وہ۔وہ بابا سائیں میں اسے کہنے آئی تھی کل شام مجھے ایک تقریب پر جانا ہے تو گاڑی تیار رکھے کیونکہ مجھے تاخیر پسند نہیں۔" کہتی وہ جیسے ائی تھی نکلتی چلی گئی۔

جلدی جاؤ وہ لوگ انتظار کررہے ہونگے اور ملک کبھی تاخیر نہیں کیا کرتے اور اس معاملے کو جلد نمٹا آو۔"" اپنی بھاری رعب دار آواز میں کہتے وہ ادھر اُدھر نگاہ دوڑاتے واپس چلے گئے۔ان کی شخصیت میں بہت رعب و دبدبہ تھا۔انکے جانے کی دیر تھی کہ پیچھے کھڑے بقول "ملک" نے پاس پڑے شیشے کی میز سے ساری چیزیں پلٹ دیں۔

چند گہری سانسیں لینے کے بعد اُسنے دراز کھولا۔اپنی ریوالور نکال کر جیب میں اڑسی اور باہر نکل گیا ایک بار پھر وہ جارہا تھا گناہوں کی دنیا میں جو اُسنے اپنے لیے خود نہیں چنی تھی بلکہ اُسے اس دنیا میں دھکیلا گیا تھا۔

فروری کے نصف میں نکاح کی تاریخ طے کردی گئی تھی۔ نکاح کے دو ماہ بعد رخصتی طے ہوئی تھی اور اس سب کی تیاریوں میں مگن منہا اور جیا کو کسی تیسرے کا ہوش نہیں تھا۔کل شام کو سادگی سے نکاح ہو جانا تھا ۔خاندان بھر سے مہمان چلے آرہے تھے جن کا رہنے کا انتظام ساتھ والے گھر میں کیا گیا تھا۔نائیلہ جعفری بھی اپنی دونوں بیٹیوں اور شوہر کے ہمراہ پہنچ گئی تھیں۔

رنگ ڈھنگ دیکھے ہیں آپ نے جیا کے کیسے سب کو اپنی انگلیوں پر نچا رہی ہے۔" عالیہ اس وقت غصے میں ادھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے اپنی بڑی بہن مسفرا سے ہمکلام تھی۔

کوئی جل رہا ہے؟" مسفرا نے ہتھیلی تھوڑی تلے رکھے آنکھیں ٹپٹپاتے قیاس لگایا۔ ادھر سے اُدھر ٹہلتی عالیہ کے قدم تھمے تھے۔ آنکھوں میں شعلے بھڑک گئے۔

ہاہاویری فنی۔ میں عالیہ جعفری اس دو ٹکے کی یتیم مسکین جیا سے جلوں گی۔ جلتی ہے میری جوتی۔ ہنہہ" اس وقت جیا کے لیے اس کے دل میں بھری نفرت دیکھنے لائک تھی۔ مسفرا نے افسوس سے سر جھٹکا وہ بارہا اپنی اس باؤلی بہن کو سمجھا چکی تھی۔

دیکھ لو پھر اس دو ٹکے کی یتیم مسکین لڑکی نے ہی سب کو اپنی انگلیوں پر نچایا ہوا ہے۔ تم بتاؤ تمہیں کس بات پر حسد ہو رہی ہے اس سے۔" مسفرا کی بات پر اس نے ایک بار پھر ادھر سے اُدھر چکر لگانا شروع کر دیا

سمجھتی کیا ہے خود کو جب سے ہم آئے ہیں آج بالاج سے بات چیت کرنے کا موقع ملا تھا۔ ٹپک پڑی میڈم رنگ میں بھنگ ڈالنے کو کہ ڈیزائیزر سے اس کا ڈریس لے آئیں اور وہ بھی گھنا میسنا چل دیا اس کے حکم پر۔" اسے اپنی اور بالاج کی گفتگو ٹوٹ کے جانے کا غم کھائے جا رہا تھا۔

اُف عالیہ دل چھوٹا مت کرو۔ یوں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ کچھ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لے اڑے بالاج کو اور تم ہاتھ ملتی رہ جاؤ۔" بالاج سے عالیہ کی دیوانگی کا علم اسے اچھے سے تھا اس لیے اسے سمجھانے لگی۔

بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔ مجھے ہی کچھ کرنا ہو گا" بال جھٹکتے وہ باہر چل دی۔ پیچھے مسفرا اپنے موبائل کی جانب متوجہ ہو گئی۔

نکاح کی تیاریاں اپنے جوبن پر تھیں۔ مہمانوں کو دیکھتی ثانیہ بیگم۔ اور باہر آنے والے مہمانوں کے استقبال کے لئے کھڑے بالاج اور معید سکندر۔ معید سکندر سفید کرتے میں ملبوس آج بھی وجاہت کا شاہکار لگ رہے تھے۔ بالاج نے ان کے برعکس کالا کرتا پاجامہ زیب تن کر رکھا تھا جس کے ساتھ ہم رنگ شال اس کے کندھوں کی زینت بنی ہوئی تھی۔

دفعتاً دروازے پر شور بلند ہوا تو جیا نے کمرے کی کھڑکی سے باہر جھانکا۔

وہ ہلکے گلابی رنگ کا شرارہ سوٹ پہنے ساتھ ہمرنگ دوپٹے کا ایک پلو کندھے پر ٹکائے اور دوسرا دوسرے بازو پر رکھے آسمان سے اُتری پری معلوم ہو رہی تھی۔

ائی ہائی۔۔ دولہے میاں تو بہت ہی خوبصورت لگ رہے ہیں۔ ویسے ہماری منوں بھی کسی سے کم نہیں لگ رہی۔" جیا نے نیچے سب سے ملتے علی عمان کو دیکھ کر کہا۔ اور پلٹ کر منہا کو دیکھا جو سنگھار میز کے سامنے بیٹھی سر پر دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی۔ بھاری بھرکم دوپٹہ پنوں کی مدد سے بڑی مشکل سے سلکی بالوں پر اٹکا ہوا تھا۔ منہا آج بہت خوش تھی اُسکی دِلی مراد جو پورا ہونے جا رہی تھی۔ سفید ٹخنوں کو چھوتی میکسی پہنے بھاری دوپٹہ سر پر ٹکائے ہلکے پھلکے میک اپ میں وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصرت لگ رہی تھی۔ جیا کی بات پر مسکرا کر سر جھکا گئی۔

جیا نے دوبارہ کھڑکی سے نیچے جھانکا بالاج اب علی سے بغلگیر ہو رہا تھا۔ ساتھ ہی پوری طرح سے تیار آفرین جہاں کھڑی ہوئی تھیں علی سے گلے ملتے بالاج کی نظر اوپر کی جانب اٹھی تھی جہاں وہ اسیر دل کھڑکی میں کھڑی اُسی طرف دیکھ رہی تھی پل بھر کو دونوں کی نظریں مل کر چار ہوئی تھیں جیا چھپاک سے اندر غائب ہو گئی۔

اُسنے آج سے پہلے کبھی اُسے اتنا خوبصورت بنے سنورے نہیں دیکھا تھا یہ آج سے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھا اپنے دل کی حالت کو۔

جیا نکاح خواں آرہے ہیں۔۔" کچھ دیر بعد بالاج نے آکر دروازہ پر دستک دے کر نکاح خواں کے آنے کی اطلاع دی۔

جیا سر ہلاتے منہا کو اچھے سے دوپٹہ اڑا گئی۔

نکاح خواں کے ساتھ معید سکندر بالاج سکندر اور ثانیہ بیگم کے ساتھ ساتھ آفرین جہاں بھی اندر آئی تھیں۔ منہا اب بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی جب نکاح کا مرحلہ طے پایا اور وہ منہا سکندر سے منہا علی بن گئی۔ اپنے تمام حقوق اس شخص کے نام کر دیے جسے زندگی میں سب سے زیادہ چاہا تھا۔ نکاح نامے پر دستخط کرتے ہوئی ایک خوشی کا آنسو اُسکی آنکھوں سے بہہ کر رخسار پر پھسلتا چلا گیا۔

جیا کی بھی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دل سے اسے اچھے نصیبوں کی دعا دی۔

بالاج نے ثانیہ بیگم کو اپنے ساتھ لگا کر ان کے سر کا بوسہ لیا اور نکاح خواں کے ساتھ باہر چلا گیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اور پھر علی سے نکاح کی اجازت لے کر دستخط کروائے گئے۔

تھوڑی دیر بعد منہا کو بھی لاکر علی کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔

سارے کزنز نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا ہوا تھا۔وہ بار بار شرما کر سر جھکا دیتی۔

بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" علی نے سامنے دیکھتے اس کی جانب جھک کر پشتو میں کہا تو وہ جھینپ گئی۔ البتہ اس کی کہی بات سر کے اوپر سے گزری تھی۔سارا انتظام لان کی کھلی فضا میں ہوا تھا۔خوشگوار موسم کے ساتھ پہلو میں بیٹھا من چاہا شخص وہ جتنا اپنے رب کا شکر ادا کرتی کم تھا۔

ارے شکریہ تو بولو۔" اسے چپ دیکھ کر اس نے حیرت سے کہا

لیکن مجھے تت۔تو کچھ سمجھ نہیں آیا۔" منہا نے زبان دانتوں تلے دبائی علی کا منہ حیرت سے کھل گیا لیکن سمجھ آنے پر اسکے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ مچل گئی۔

میں نے کہا کہ تم آج بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔بس میں نے کہا پشتو میں تھا۔" اس نے اس کے لاعلم ہونے کا لطف اٹھایا

کیا آپکو پشتو آتی ہے۔؟" حیرت کا پہلا جھٹکا لگا تھا

ہاں بھئی۔اب خان ہوں پشتو نہیں آئے گی تو پھر کیا فائدہ میرے خان ہونے کا" علی نے سخت بدمزا ہونے کی اداکاری کی

واٹ!! آپ پٹھان ہیں۔؟" حیرت کا دوسرا بڑا جھٹکا لگا تھا اسے اور وہ جتنا حیران ہوتی کم تھا۔

ہاں اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا بات ہے؟؟" علی کو اسکی حیرت پر حیرت ہوئی۔

مجھے خان لوگ نہیں پسند۔۔" وہ اسے یہ نہیں کہہ پائی کہ اسے خان اس لیے نہیں پسند کہ وہ نہ جانے پشتو میں اسے کیا گالیاں دے جائیں اس کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو گی۔

دیکھ لو پھر اسی خان سے محبت کی ہے تم نے۔ خیر اب تو ہو گئی نا۔ ہاہا" علی نے اس کی حالت سے حظ اٹھایا

مت ماری گئی تھی میری۔۔" منہا روہانسی ہوئی تو علی کا فلک شگاف قہقہہ گونجا۔ آس پاس چلتے لوگوں نے رشک کی نگاہ سے ان دونوں کی جانب دیکھا تھا۔

ایکسکیوزمی۔" جیا ابھی منہا کے پاس سے اٹھ کر اندر کی جانب آ رہی تھی جب راستے میں اسے کسی نے روکا اس نے غور سے اس نوجوان کو دیکھا وہ اسے کافی دیر سے علی کے ساتھ دیکھ رہی تھی یقیناً وہ انکا رشتے دار تھا۔

جی۔؟؟" اس نے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا شکل سے ہی وہ اسے کوئی لفنگا لگ رہا تھا

میرا نام ثاقب ہے۔ آپ میرے خیال سے منہا بھابھی کی بہن ہیں۔ کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی۔؟" جیا کے تو سر پل لگی تلوؤں پر بجھی سمجھتے کیا ہیں یہ آوارہ لڑکے خود کو۔

میری بات سنیں مسٹر عاقب۔ راقب واٹ ایور۔ سمجھتے کیا ہیں آپ خود کو کوئی شہزادہ گلفام ہیں آپ یا پھر پرنس چارمنگ ارے شکل دیکھی ہے اپنی کس منہ سے آپ مجھے دوستی کی آفر کر رہے ہیں میں آپ جیسے

لڑکوں کو اچھے سے جانتی ہوں۔اوارہ لچے لفنگے۔"جیا کو تو جیسے موقع مل گیا تھا اتنے دنوں کا دبہ غصہ نکالنے کا۔کسی نے پیچھے سے اسکا کندھا تھپتھپایا تھا جیسے متوجہ کرنے کی ناکام کوشش کی ہو۔لیکن وہ سن ہی کہاں رہی تھی۔

ایک منٹ زرا۔ہاں تم جہاں لڑکی دیکھی نہیں چل پڑتے ہو دوستی کا ہاتھ بڑھانے۔اتنی ہی غیر اہم ہوتی ہیں ہم تمہارے لیے جو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہو لیکن میں جیا سکندر۔"آخر میں اس کا لہجہ رندھ گیا تھا اس سے پہلے وہ ثاقب کو کچھ اور بھی سخت سست سناتی اسکی پشت پر کھڑے شخص نے اسک رخ پورا اپنی جانب موڑا تھا۔

اپنے سامنے بالاج کو کھڑے دیکھ اس سے آنسوؤں پر بندھ باندھنا مشکل ہو گیا تھا۔ہلک میں آنسوؤں کا گولا اٹک گیا

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے اس نے جن تیوروں سے ثاقب کی طرف دیکھا اسکا تو خون خشک ہو گیا تھا

سس۔سوری بالاج بھائی وہ بس میں تو اپنی بہن کو تنگ کر رہا تھا۔مم۔میں وہ۔مجھے علی بلا رہا ہے"اپنی کنی کتراتا وہ رفو چکر ہو گیا۔

جبکہ جیا کا منہ اسکے بہن کہنے پر کھل گیا پلٹ کر اسے دیکھا جو اب دور جا چکا تھا۔

ہنہہ گھٹیا انسان۔ابھی دوستی کی آفر کر رہا تھا اور پل میں مجھے بہن بھی بنا ڈالا۔"اونچی آواز میں بڑبڑاتے اسنے بالاج کی جانب دیکھا جو اب اسے گھورے جا رہا تھا۔

جیا کی کہی گئی بات پر اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی جیا تو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوئی تھی مطلب کہ یہ چنگیز خان اسکی بات پر مسکرایا تھا اور اپنی مسکراہٹ روکنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

بالاج اسے خیالوں میں گم دیکھ کر سائیڈ سے نکلتا اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تو جیا بھی سر جھٹکتی منہا کی طرف چل دی۔

کیا میں اندر آجاؤں۔" عالیہ نے دروازے پر کھڑے ہو کر دستک دی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی

تم اندر آچکی ہو عالیہ۔" اپنی وارڈروب میں کوئی چیز تلاشتے اس نے عالیہ پر چوٹ کی وہ مسکرادی۔

یہاں آنے کا مقصد؟؟۔" کہتے وہ ایک بار پھر کچھ تلاشنے لگا۔

آپ۔۔ آپ ہیں میرا مقصد۔ آہ کاش میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔" وہ صرف سوچ ہی سکی کیونکہ کہنے کے لیے بہت ہمت درکار تھی جو اس میں نہ تھی

وہ مجھے آپ سے بات کرنی تھی لیکن اس دن بھی جیا آگئی تھی۔ اور بات بیچ میں رہ گئی۔۔" عالیہ کے افسوس کرنے پر بالاج وارڈروب بند کرتا مکمل اس کی جانب متوجہ ہوا وہ بھی تو دیکھے ایسی کون سی اہم بات تھی جو جیا کی موجودگی میں نہیں ہو پاتی تھی۔

بالاج آپ کو نیچے ماما بلا رہی ہے جلدی آئیں۔" عالیہ کی بات ایک بار پھر ادھوری رہ گئی تھی کیونکہ جیا بالاج کا بلاوہ لے کر آن پہنچی

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اپنی بات ادھوری رہ جانے پر وہ تلملا کر ایڑھیوں کے بل گھومی لیکن جیا وہاں سے جا چکی تھی۔

رکیں آپ کو پہلے میری بات سننا ہو گی۔ کیا مصیبت ہے ہر دفعہ یہ جیا ٹپک پڑتی ہے بیچ میں اور آپ بھی اس کے پیچھے دم ہلاتے چل پڑتے ہیں۔" بالاج کو بھی اس کے پیچھے جاتے دیکھ وہ چیخ پڑی تھی اور آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر اسے روکنے کی کوشش کی۔ بالاج اسکو اتنے گھٹیا الفاظ کا چناؤ کرتے دیکھ گنگ رہ گیا

یہ کیا بدتمیزی ہے عالیہ۔ شرم آنی چاہیے تمہیں۔" اس نے اپنا ہاتھ اسکی گرفت سے نکالنا چاہا لیکن مقابل انتہا درجے کا بدتمیز تھا

آپ۔ آپ ہیں میری بدتمیزی کی وجہ۔ یوں جانے نہیں دے سکتی میں آپکو بہت محبت کرتی ہوں میں آپ سے۔ لیکن آپ کو اس جیا کے علاوہ کوئی نظر ہی نہیں آتا کیوں" عالیہ کے الفاظ اسے بت بنا گئے تھے اسکا دل چاہا وہ اس بدتمیز کا منہ نوچ لے جو اس کے اور جیا کے رشتے پر کیچڑ اچھال رہی تھی۔

مائینڈ یور لینگویج عالیہ۔ دور رہو مجھ سے اور جیا سے بھی ورنہ تمہارے ان الفاظ کو عملی جامہ پہنانے میں ایک پل دیری نہیں کروں گا میں۔ تم ایک انتہا درجے کی تیچ لڑکی ہو جسے اپنی عزت نفس مجروح کرنے کا شوق چڑھا ہوا ہے اور ایسی لڑکیوں پر بالاج سکندر تھوکنا بھی اپنی توہین سمجھتا ہے۔" وہ اتنے سخت الفاظ کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن مقابل کا ہیٹ دھرم ہونا اسے تیش دلا گیا۔

یہ کہہ کر وہ رکا نہیں تھا اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکلواتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلتا چلا گیا۔

نکاح کی تقریب رات دیر تک جاری رہی تھی اور اس کے بعد تمام مہمان رخصت ہو گئے۔

انمول اپنی دوست کی سالگرہ کی تقریب سے واپسی پر بھی اس کے ساتھ ہی آئی تھی۔ گاڑی پورچ میں کھڑی کرتے اس نے بیک ویو مرر سے ایک نظر اس کو دیکھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ انمول باغی ہو رہی ہے اور یہ باغی پن اسکے ساتھ ساتھ اسے بھی لے ڈوبے گا۔

چچ افسوس۔ کہ تم آج بھی وہیں کھڑے ہو ملک۔ "چند لمحات بعد انمول کی آواز ابھری تھی اس نے اپنی نظریں مرر پر ٹکا دیں

کیوں کر رہے ہو آخر ایسا کیا ہے جو تمہیں یہاں پر باندھے ہوئے ہے۔ میں نے تمہیں آج سے پانچ سال پہلے بھی بولا تھا کہ نکل جاؤ اس دنیا سے لیکن تم نے میری بات پر کان نہیں دھرے۔ کیوں ملک اس گناہوں کی دلدل میں رہ کر کیا ہاتھ آ رہا ہے تمہارے۔ "انمول کی بات پر اس نے آنکھیں میچ کر کھولی تھیں۔ وہ آج پھر سے کٹہرے میں کھڑا کر رہی تھی یہ جانتے ہوئے بھی کہ آج بھی اس کا جواب کیا ہو گا۔

کچھ راز ہیں انمول جن سے پردہ چاک ہونا ابھی رہتا ہے۔ اور یہ گناہوں کی دنیا میری اپنی چنی ہوئی ہے۔"

غلط۔ تم اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے یہاں لایا گیا تھا تمہیں۔۔ مجھے یاد ہے وہ روتا بلکتا بچہ جو کم عمری میں ہی زمانے کی دھوپ کا شکار ہو گیا۔ "انمول کی آنکھیں نم ہوئی تھیں وہ چاہ کر بھی اس کو برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اتریں باہر نکلیں۔" اسکی بات پر "ملک" نے اسکی جانب کا دروازا کھولتے باہر نکلنے کا اشارا کیا مطلب صاف تھا کہ وہ اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ انمول نے آنکھوں میں افسوس لیے اسے دیکھا اور ایک ٹھنڈی آہ خارج کرتی اپنا کلچ اٹھاتی باہر نکلی۔

آئندہ مجھے اس بات کا حوالہ مت دیجیے گا کیونکہ آپ کو اس بات سے فرق نہیں پڑنا چاہیے میں گناہ کا کام کروں یا نیکی کا۔ کم از کم آپ کو تو کوئی نقصان نہیں دیا۔ مجھے اپنے معاملات میں مداخلت پسند نہیں آئیندہ خیال رکھیے گا انمول 'ملک'۔"" ملک پر خاصا زور دیتے وہ اسے اپنی حیثیت جتا گیا تھا

میرا نقصان تمہیں لگتا ہے کہ تم نے میرا کوئی نقصان نہیں کیا میرے دل پر اپنا ڈیرا جمائے بیٹھے ہو مزید نقصان کیا کرو گے تم میرا۔ ہمم بولو۔ جواب دو مجھے۔" شیرنی کی سی دھاڑ لیے وہ اس سے جواب طلب تھی جس کے سینے میں بقول اسکے سنگ دھڑک رہا تھا

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

میں آپ کو جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا پہلے بھی سمجھایا تھا ایک بار پھر سے وارن کر رہا ہوں اس دل اور دماغ کی جنگ میں آپ کا کوئی بڑا نقصان بھی ہو سکتا ہے اس لیے اس خرافات کو اپنے دل سے نوچ پھینکیں کیونکہ میری چاہ ایک آسیب کی طرح ہے۔ لاحاصل اور لا محدود۔" اپنی کہتا وہ اسے اندر جانے کیلیے راستہ دے گیا۔ لیکن انمول کا تو مانو کسی نے دل مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

تم بتاؤ گے اب انمول ملک کو کہ اسے کیا کرنا چاہیے کیا نہیں۔" لیکن وہ بے حس بنا دوسری جانب دیکھ رہا تھا۔

کیا مجھے یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ وہاج ملک کا وہ حال تم نے کیا تھا۔؟"کاری ضرب لگائی تھی اس نے مقابل پر تیر کی تیزی سے وہ اسکی جانب متوجہ ہوا

آپ آپ کو کیسے۔"بولنے کے لیے الفاظ کم پڑے تھے

میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں سمجھے تم۔"اپنی کہتی وہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔

آہ ہ ہ۔۔"غصے میں وہ گاڑی کو ٹھوکر مارتا اپنا ہی نقصان کر گیا۔

اپریل کے مہینے میں منہا کی رخصتی طے کی گئی تھی۔جیا منہا اور ثانیہ بیگم تو مانو بازار کی ہو کر رہ گئیں۔آج بھی وہ جیولرز سے اپنا آرڈر تیار کروا کر گھر واپس آرہی تھیں۔جیا اور منہا فون پر کوئی وڈیو دیکھتے اس پر قیاس آرائیاں لگا رہی تھیں جبکہ ثانیہ بیگم کھڑکی سے باہر دیکھتی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔جب گاڑی ایک جھٹکے سے رکی کہ وہ گرتی گرتی بچی تھیں

کیا ہوا ہے کون ہے آگے۔"ثانیہ بیگم نے ڈرائیور سے پوچھا اس سے قبل وہ کوئی جواب دیتا انکی طرف کا دروازہ کھول کر کسی نے بازو سے انہیں کھینچا تھا

جیا اور منہا کی چیخ بے ساختہ تھی اتنی دیر میں ان کی طرف کا دروازہ کھول کر کسی نے انہیں بھی باہر نکالنا چاہا۔وہ دونوں نفی میں سر ہلاتی اندر کی جانب سرکی تھیں لیکن آنے والے نے انکی مزاحمت کسی خاطر میں نا لاتے انہیں باہر نکالا۔وہ دن دہاڑے چوری کرنے والے ڈاکو تھے جو قانون کو کھیل سمجھتے ہیں۔

اے او بڑھیا اپنا یہ رونا دھونا بند کر یہی سے کھوپڑی اڑا ڈالوں گا تیری۔"ایک تنومند مرد نے پستول کی نال اسکی جانب سیدھی کرتے کہا اور ساتھ ہی ان کے ڈرنے پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

تبھی کوئی گاڑی چرررر۔۔کی آواز سے انکی گاڑی کے مقابل آ کر رکی۔

گاڑی کے ساتھ ایک قطار میں جیا۔منہا اور ثانیہ بیگم بت بنی کھڑی تھیں

ڈاکوؤں نے مڑ کر گاڑی سے نکلنے والی شخصیت کو دیکھا لیکن جس کی انہیں توقع تھی یہ وہ تو نہ تھا

اے ے کون ہو تم۔؟" ڈاکوؤں میں سے انکے کسی لیڈر نے آواز بلند کی تھی

تمہارا باپ۔"بھاری غصے کی آواز میں کہتا وہ ان میں سے ایک پر جھپٹا لیکن اسکی آواز جیا کے کانوں کی سماعت بنی تھی اس نے گردن موڑ کر دیکھا اور دھک سے رہ گئی

وہ آ گیا تھا۔آج بھی اسے بچانے وہی اینجل آیا تھا وہ جس کی کھوج وہ پچھلے چار ماہ سے لگا رہی تھی لیکن بے سود۔

لیکن آج وہ نقاب پوش نہیں تھا بلکہ سراپۂ حسن تھا جسے دیکھتے ہی نگاہ ٹھہر جائے

اس کی آنکھوں سے لگاتار آنسوؤں کا آبشار جاری ہوا تو لڑ رہا تھا اس کے لیے وہ آج پھر ایک بار لڑ رہا تھا وہ انسان بلکہ اینجل جس کو دیکھتے ہی کسی اپنے کا گمان ہوتا تھا۔

وہ تیرہ سے بھی زائد افراد تھے اور وہ اکیلا تھا یقیناً وہ ان سے لڑنے کا متحمل نہیں تھا لیکن وہ محافظ تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ٹھاہ۔"اور تبھی اس سنسان سڑک کی سنسنی کو چیرتی گولی کی آواز سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ۔منہا اور ثانیہ بیگم جو کب سے کھڑی تماشا دیکھ رہی تھیں ان کی چیخ بھی گولی لگنے کی آواز سے بلند ہوئی

ارے بھاگو جلدی نکلو یہاں سے مالک خود آکر دیکھ لیں گے سب۔۔"ان ڈاکوؤں کے سردار نے ان تمام کو للکارا اور وہ سارے آگے پیچھے جیپ میں سوار ہوتے دھول اڑاتے سڑک سے غائب ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

باب نمبر 3

"ٹھاہ۔" اور تبھی ہوا کی سنسنی کو چیرتی گولی کی آواز سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ منہا اور ثانیہ بیگم جو کب سے کھڑی تماشا دیکھ رہی تھیں ان کی چیخ بھی گولی لگنے کی آواز سے بلند ہوئی

"ارے بھاگو جلدی نکلو یہاں سے۔۔مالک خود آکر دیکھ لیں گے سب۔۔" ان ڈاکوؤں کے سردار نے ان تمام کو للکارا اور وہ سارے آگے پیچھے جیپ میں سوار ہوتے دھول اڑاتے سڑک سے غائب ہو گئے۔

وہ آفس میں بیٹھا کسی فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا جب سائیڈ پر رکھا موبائل بزر ہوا

کسی انجان نمبر سے کال آتے دیکھ اس نے فون کان سے لگایا

"ہیلو۔" بھاری آواز اکتاہٹ لیے ہوئے تھی لیکن اگلی جانب سے کہے جانے والے الفاظ نے اسکو تپتے صحرا میں لا کھڑا کیا

"تم۔ تم تو ٹھیک ہونا۔ اور کہاں ہو اس وقت جیا۔ اور مام کہاں ہیں۔ ہیلو۔ ہیلو۔" اس نے کان سے فون ہٹایا اور تبھی واٹسیپ پر کوئی لوکیشن شئیر ہوئی تھی۔

فوراً سے بیشتر وہ آفس سے اس لوکیشن پر پہنچنے کے لیے نکلا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"یا اللہ اس کی حفاظت کرنا۔ نا جانے کس ماں کا بیٹا کس بہن کا بھائی ہے۔ اسے اپنے حفظ و امان میں رکھنا میرے اللہ۔" ہسپتال کے کوریڈور میں بیٹھی ثانیہ بیگم زیرِ لب اس فرشتے کے لیے دعا گو تھیں۔

منہا بھی کچھ دور فاصلے پر بیٹھی خاموش آنسو بہائے جا رہی تھی وہ اس واقعے سے بری طرح متاثر ہوئی تھی ۔ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس نے بالاج کو ہسپتال کے نمبر سے کال کر کے بلایا تھا۔ کہ اس ک اپنا موبائل تو گاڑی میں ہی رہ گیا تھا۔

جیا مظطرب انداز میں ادھر سے اُدھر چکر لگا رہی تھی اور وہ اندر ڈاکٹروں کے رحم و کرم پر تھا۔ دفعتاً آپریشن تھیٹر کے دروازے واہ ہوئے اور ایک ادھیڑ عمر ڈاکٹر کے ساتھ ایک دو لیڈی نرس باہر آئیں۔

"ڈڈ۔ ڈاکٹر کیا ہوا وہ ٹھیک تو ہو جائے گا نا۔ آپ بتائیں پلیز۔" جیا کی بے چینی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی تبھی ڈاکٹر کو بولنے کا موقع دیے بنا شروع ہو گئی۔

"دیکھیں آپ نے انہیں لانے میں بہت دیر کی تھی لیکن پھر بھی ہم ان کا ٹریٹمنٹ کر رہے ہیں آپ دعا کریں اللہ بہتر کرے گا۔" ڈاکٹر پروفیشنل انداز میں انہیں خبر کرتے اپنے کیبن کی جانب بڑھ گئے اور وہ چاہ کر بھی انہیں نہیں بتا پائی کہ اسے یہاں لانے کے لیے اسے کس مشکل کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ سنسان روڈ پر آج کے دور میں کسی سے مدد مانگنا آ بیل مجھے مار کے متبادل تھا۔

لیکن بہت دیر بعد ایک رحم دل شخص کو ان پر رحم آ ہی گیا تھا اور وہ اسے اپنے توسط ہسپتال میں داخل کروا کر چلے گئے تھے۔

اسنے خیالات جھٹک کر سامنے دیکھا تو ثانیہ بیگم اور منہا ایک نرس کے ہمراہ کھڑی تھیں۔وہ چل کر ان کے پاس آئی۔

"کک۔کیا ہوا ہے سب ٹھیک تو ہے۔؟"ان دونوں کی پریشان صورتیں دیکھ کر دل کو ایک دھڑ کا لگا تھا۔

دل ہی دل میں وہ دعاؤں کا ورد جاری رکھی ہوئی تھی۔

"پیشنٹ کو دیر سے لانے کی وجہ سے انکی بلیڈنگ کافی زیادہ ہو گئی ہے اور خون کی کمی کے باعث ہم کچھ کر نہیں سکتے ہسپتال کے بلڈ بینک میں اے۔بی۔نیگیٹو خون موجود نہیں ہے آپ جلد از جلد اس کا بندوست کردیں۔"نرس کی بات پر منہا اور ثانیہ بیگم کی نظریں جیا کی جانب اٹھی تھیں۔ان کی نظروں کا مفہوم سمجھتی وہ نرس کو پکارا اٹھی۔

"سسٹر میرا بلڈ اے بی نیگیٹو ہے۔آپ میرا بلڈ لے لیں لیکن انہیں بچا لیں پلیز۔"اندر پڑا وہ شخص زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا،اسکی جان بچانے کے لیے اگر جیا سکندر کو اپنے جسم سے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ کر دینا پڑتا تو وہ دریغ نہ کرتی۔۔

"ٹھیک ہے آپ چلیں میرے ساتھ۔۔"نرس اپنی کہتی آگے بڑھ گئی تو جیا بھی اس کی پیچھے ہولی۔

منہا اور ثانیہ بیگم اس کے لیے دعا گو تھیں۔

ہسپتال کا دروازہ کھلا تھا اور وہاں سے آفس والے حلیے میں ملبوس بالاج سکندر داخل ہوا تھا جو آ کر منہا لوگوں کی جانب بڑھ گیا۔

Aesthetic Novels

"مام۔ منہا جیا کدھر ہے۔ وہ ٹھیک تو ہے نا۔" جیا کو وہاں نا پا کر ایک خوف نے اسے اپنی زد میں لیا تھا۔

"بیٹا وہ اندر ہے۔ اس بچے کو خون کی ضرورت تھی اور جیا کا بلڈ اس سے میچ ہوتا ہے اس لیے۔" ثانیہ بیگم نے مختصراً بتایا۔

"کیا لیکن جیا کیوں۔۔۔ ہسپتال والے کیا مر گئے تھے۔۔" بالاج کا لہجے میں خود بخود تلخی گھل گئی تھی۔

"بس کر دو بالاج ایک تو اس فرشتے نے اپنی جان پر کھیل کر ہم سب کی جان بچائی۔ اور جب اسے نئی زندگی کے لیے خون کی ضرورت تھی تو ہم اسے اکیلے چھوڑ دیتے۔ ہسپتال کے بلڈ بینک میں اے۔ بی۔ نیگیٹو خون دستیاب نہیں تھا اس لیے جیا گئی ہے اسکو خون دینے۔۔" ثانیہ بیگم کی بات سنتے بالاج کو شرمندگی نے آن گھیرا صحیح تو کہہ رہی تھیں وہ اگر آج وہ نہ ہوتا تو شاید جیا بھی۔۔۔۔۔ اس سے آگے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ آگے بڑھ کر روتی ہوئی منہا کو گلے سے لگا کر تھپکا تو وہ اور زیادہ رونے لگی۔

"بسس میرا بچہ۔ خاموش ہو جائیں۔ میں آ گیا ہوں نا رونا بند کریں اب۔" پیار سے منہا کی کے بال سہلائے۔

"ب۔ بھیو۔ میں بہت ڈر گئی تھی وہ لوگ بہت زیادہ تھے۔ اور آپ بھی نہیں تھے ہمارے پاس میں بہت ڈر گئی تھی۔ اگر وہ نا آتے تو شاید۔۔۔" بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ رو دی تھی۔

وہ سچ میں بہت زیادہ ڈر گئی تھی اچانک سے ہونے والے اس حملے نے کچھ وقت کے لیے اس کے حواس معطل کر دیے تھے

وہ لوگ یقیناً ان کو لوٹنے آئے تھے لیکن عجیب بات یہ تھی کہ وہ لوگ کچھ بھی نہیں لے کر گئے تھے۔

"مام آپ منہا کو لے کر گھر جائیں اس کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی مجھے کچھ دیر آرام کرے گی تو ٹھیک ہو جائے گی۔ میں ادھر ہی ہوں جیا کے پاس۔" بالاج نے ثانیہ بیگم اور منہا کو ضد کر کے گھر بھیج دیا تھا۔

قطرہ قطرہ کر کے خون اس اینجل کی رگوں میں بھرتا جا رہا تھا۔ وہ بیڈ پر نیم مردہ حالت میں تھا چھے سات ڈاکٹروں نے اس پر گھیرا کیا ہوا تھا۔ بیڈ کے اطراف میں نیلے رنگ کے کرٹن لگے ہوئے تھے۔ جس سے باہر جھانکو تو دائیں جانب ایک سٹریچر پر جیا انکھیں موندے نیم دراز تھی بائیں ہاتھ کی پشت پر کینولا لگا ہوا تھا جس سے خون ایک باریک سی نالی میں سے ہوتا اس شخص تک پہنچ رہا تھا۔

"جیا۔ تم ٹھیک ہو۔" اپنے دائیں جانب سے بالاج کی آواز سنتے اس نے پٹ سے آنکھیں کھول کر بالاج کی طرف دیکھا جو پریشان صورت لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ سر اثبات میں ہلاتے جیا نے ایک خاموش نظر نیلے پردوں کو دیکھتے واپس اس کی جانب دیکھا تھا۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گا جیا۔ ہماری دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔ بس صبر کرو بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ اور اللہ کی رضا کے لیے کیا گیا صبر کبھی رائیگاں نہیں جائے گا۔" اس کی نظروں کا سوال سمجھتے بالاج نے اسے حتی الامکان پُرسکون کر دیا تھا۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی اس جانب بڑھ رہی تھی جیسے احتیاط سب سے زیادہ لازمی ہو۔

دراصل یہ حویلی کا عقبی حصہ تھا جہاں اسکی قیمتی شے تھی جسے وہ چاہ کر بھی حویلی کے اندر نہیں رکھ سکتی تھی

چار کنال پر مشتمل اس حویلی کا عقبی حصہ بھی خاصہ بڑا تھا۔ایک جانب بیٹھنے کے لیے کرسیاں رکھی گئی تھیں تو مخالف سمت میں کچھ پنجرے تھے۔

وہ ان میں سے ایک چھوٹے پنجرے کے آگے آکر رک گئی۔

"ہیے۔ڈیزی کیسے ہو؟" پنجرے کی سلاخوں پر انگلیاں بجاتے اس نے اندر موجود جانور کو پکارا۔جو واؤ واؤ کرتا لپک کر اسکی جانب آیا تھا۔

"آ۔ڈیزی آرام سے۔۔ارے۔" دراصل وہ ایک اعلیٰ نسل کا چھوٹا سا کتا تھا سفید بالوں سے اسکی آنکھیں تقریباً ڈھکی ہوئی تھیں۔اور انمول ملک کی قیمتی اشیاء میں شمار ہوتا تھا۔

پس منظر میں گاڑی کے رکنے کی آواز نے ماحول کے سکوت میں ارتعاش پیدا کیا۔

انمول نے اسے باہوں میں بھرتے باہر نکالا۔پنجرے کی قید سے رہائی پاتے ہی ڈیزی اسکے منہ کی جانب لپکا۔ جیسے اس قید سے رہائی پانے پر وہ اسکا احسان مند ہوا تھا۔

اور تبھی پاس پڑے دوسرے بڑے پنجرے سے کسی شے کے دھاڑنے کی آواز آئی تھی

"آآآآآآ۔" انمول کی دلخراش چیخ میں ڈیزی کے بھونکنے کی آواز کہیں گل ہو گئی

Aesthetic Novels
Explore Dream Read

"ہاہاہا۔۔بچے ڈر گئی اتنی سی شے سے۔" جہانداد ملک اپنی پوری وجاہت کے ساتھ وہاں آئے تھے جو گاڑی سے نکلتے وقت انمول کو اس جانب کھڑے دیکھ چکے تھے۔

"باباسائیں یہ کوئی اتنی سی شے نہیں ہے بلکہ پورا چار من چار فٹ کا شیر ہے۔ہاہ دیکھیں زرا اسے کیسے گھور رہاہے مجھے۔اس سے کہیں میرے سامنے سے ہٹ جائے ورنہ میرا ہارٹ فیل ہو جانا۔" یہ تو سچ ہی تھا کہ وہ جتنی بھی مضبوط کیوں نہ ہوتی ایک تنومند شیر سے مقابلہ اس کے بس سے باہر تھا اور شیر بھی ایسا جو اپنے مالک تک کی موجودگی میں اسے گھور رہا تھا۔

"چچ۔جہانداد ملک کی بیٹی ایک معمولی سے شیر سے ڈرتی ہے۔اس لیے اس جیسے کتے کو پال رکھا ہے تم نے" انکا اشارہ ڈیزی کی طرف تھا جو انمول ملک کی سخت ہوتی گرفت میں سے نکلنے کو پر تول رہا تھا۔پل میں اسکے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے اور ایک کینہ توز نظر اس شیر پر ڈالی جو بڑے مزے سے اسکے ڈیزی کو ایک "معمولی سا کتا" کہلوا کر اب اونگھ رہا تھا

"جج۔جی باباسائیں ڈرتی ہوں۔کیونکہ میں آپ کی طرح پتھر دل نہیں ہوں اور یہ کوئی کتا نہیں ہے ڈیزی نام ہے اسکا۔" مدھم لہجے میں اپنی کئی بار کہی گئی بات کو دہرایا تھا اس نے مبادا اس بار ہی وہ ڈیزی کو اس کے نام سے پکار لیتے۔لیکن جانتی تھی ناممکنات کو ممکنات میں بدلنے کی تمام ترکاوشیں ناکام تھیں۔

جہانداد ملک نے اسے ہاتھ سے لان میں رکھی کرسیوں کی جانب اشارا کیا تھا اور خود بھی اس جانب چل دیے۔

تو وہ کچھ وقت بتانا چاہتے تھے اپنی بیٹی کے ساتھ۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

کرسیوں کے قریب پہنچ کر وہ رکے تھے جیسے کوئی بات یاد آئی ہو۔

"جہانداد ملک کی بیٹی کو اتنا مظبوط ہونا چاہیے کہ وہ ایک کتا پالنے کی بجائے شیر پالے نا کہ شیر کی ایک دھاڑ پر سہم جائے۔ چچ" مڑ کر انمول کی جانب دیکھتے وہ اسکا ضبط آزما رہے تھے جواب بھی ڈیزی کو قیمتی شے کی طرح سینے سے لگائے کھڑی دوسرے ہاتھ کی مٹھیاں بھینچے ہوئے تھی۔

"آپ نے کبھی ماما کو قبول نہیں کیا تھانا۔؟" غیر متوقع جواب آنے پر جہانداد ملک پل کو گڑبڑائے تھے جیسے اس سوال کی امید انمول ملک سے نہ ہو۔

"کیا تمہیں واقعی ایسا لگتا ہے۔؟" دائیں آئبرو اچکاتے اسکے خیالات جاننے چاہے جس پر انمول ملک میکانکی انداز میں سر ہلا گئی دل میں جھکڑ چلنے لگے تھے گویا وہ کیا جواب دیں اس عجیب سوال کا چہرا ادھر اُدھر گھماتے چور نظروں سے انکے سپاٹ چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھنے چاہے لیکن کچھ سمجھ نہیں پائی تھی۔

"مم۔ میں تو" جہانداد ملک نے ایک مضبوط قدم اسکی جانب لیا تو وہ ہکلاتی پیچھے کی جانب چار قدم لے گئی۔

"تو اپنی سوچ کی نفی کرو انمول ملک۔ تمہارا وجود ہی اس بات کا مجسم ثبوت ہے کہ میں نے تمہاری ماں کو بحیثیت بیوی تسلیم کیا تھا یا نہیں۔۔" طنزیہ وار اسکے دراز قامت سراپے پر کر کے اشتعال کی حالت میں کرسیوں میں سے ایک کرسی کھینچی اور بیٹھ گئے۔

ان کے کاندھے برابر آتی انکی اپنی ہی بیٹی یہ کیسا سوال کر گئی تھی۔

انمول بھی انکے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی جبکہ ڈیزی کو نیچے نرم گھاس پر کھلا چھوڑ دیا۔

"بابا۔" کہنی میز پر ٹکائی اور ایک ہاتھ تھوڑی تلے رکھتے بڑے انداز میں پکارا تھا اس نے اپنے بابا کو۔

جس پر وہ ہنکارا بھرتے دور افق پر نظر دوڑانے لگے۔ ایک باز تھا جو انکے اس محل نما گھر کی سب سے اونچی چوٹی پر آکر بیٹھا تھا اپنی چونچ سے اپنے پنجوں میں موجود شکار کو اتھل پتھل کر تا وہ شام کے کھانے کا انتظام کر رہا تھا۔

"وہاج کو کب تک آپ یونہی نظر انداز کرتے رہیں گے بیٹا ہے وہ آپ کا اگر اس سے غلطی ہوئی ہے تو آپ کو چاہیے اسے اس سے سبق سکھائیں نا کہ یوں منہ پھیر لیں۔ پلیز بابا آئی ریکوئسٹ یو ٹو ٹالک ٹو ہم۔" ملتجی انداز میں وہ انہیں قائل کر رہی تھی

"آئی وونٹ ڈو دز۔ یہ اس کے حصے کا خسارہ ہے جو اسے بھرنا پڑے گا کیونکہ تم بھی جانتی ہو کہ جہانداد ملک سے ہوشیاری کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے اور یہ تو پھر ایک گناہ کرنے جارہا تھا کیا یہ بھول گیا تھا کہ وہ لڑکی کتنی قیمتی تھی جسے اس نے میرے پاس پہنچانا تھا میں حیران ہوں اس بھیڑیے نے وہاج کو زندہ کیسے چھوڑ دیا۔" ان کی نظریں ہنوز اس چوٹی پر تھیں جہاں بیٹھا وہ باز اب اپنی چونچ صاف کر رہا تھا انہوں نے فوراً سے پیشتر اپنی نظریں وہاں سے ہٹائیں مطلب صاف تھا کہ اسکی یہ حرکت انکی نفیس طبیعت پر گراں گزری تھی۔

"وہ سب ٹھیک ہے مجھے بھی احساس ہے اس بات کا لیکن وہ میرا بھائی ہے میں کب تک اسے یوں دیکھوں گی وہ کہاں ہے مجھے اس بات تک کی خبر نہیں۔" انمول ملک آج انہیں اس بات پر قائل کر کے ہی دم لینے

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

والی تھی کہ وہ وہاج ملک کو واپس بلائیں۔ وہ اتنا تو جانتی تھی کہ اسکا بھائی اس لڑکی کے ساتھ بہت برا کرنے والا تھا لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ لڑکی اسکے باپ کے لیے کیونکر اتنی اہم ہو گئی کہ اپنے ہی بیٹے کو پچھلے پانچ ماہ سے خود سے دور رکھے ہوئے تھے۔ وہ کہاں تھا کیسا تھا انمول کو کچھ خبر نہ تھی اور ملک اس سے پوچھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جہانداد ملک اس سے پہلے کہ انمول کو کچھ جواب دیتے جیب میں موجود موبائل تھر تھرایا۔

"ہمم بولو کیا ہوا کام ہوا یا نہیں۔ کیا کیسے تم لوگ کیسے یہ بات فراموش کر گئے کہ تم لوگوں کو گولی چلانے کا حکم نہیں دیا تھا میں نے۔ بند کرو فون ہڈ حرام کہیں کے ایک کام ڈھنگ سے نہیں کر پائے تم لوگ اور الٹا میرا ہی نقصان کرنے چلے ہو۔" چہرے پر غصے کی تمازت سے انمول بھی کافی گھبرا گئی تھی جو اپنے پیروں کے پاس بیٹھے ڈیزی پر ہاتھ کی ہتھیلی سے کچھ لکھ رہی تھی۔ چونک کر انہیں دیکھنے لگی جو ابھی کسی اور کو کال ملا رہے تھے۔ شاید کسی کو گولی لگی تھی خیر یہ تو انکاروز کا کام تھا اسے کیا وہ خیالات جھٹکتی دوبارا اپنی انگلیاں چلانے لگی۔

م۔ ل۔ ک۔ ملک ڈیزی کے وجود پر ابھرے نرم و ملائم بالوں پر انگلی سے یہ تین حروف کندہ کر کے وہ دل جان سے مسکرائی تھی۔

"ہاں ہیلو۔ ندیم میں نے جو ابھی تمہیں اڈریس سینڈ کیا ہے فوراً سے اس ہسپتال پہنچو اور تمام انتظامات سنبھالو کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے اور ہاں پولیس تک بات پہنچی تو اپنے سانس گن لینا۔" دو منٹ ٹھہر کر مقابل کی بات سنی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ہاں ملک کو لگی ہے گولی خیر کچھ نہیں ہو تا ملک کو بچ جائے گا ملکوں کا خون ہے سخت جان تو ہو گا نا۔" مسکرا کر کہتے وہ کسی اور وجود کو انگاروں پر لپیٹ گئے تھے۔

ڈیزی کو گود میں اٹھاتے اسکے ہاتھ ساکت رہ گئے ایک دم سے اسے چھوڑتے وہ جھٹ کھڑی ہوئی تھی۔

"کک۔ کیا ہوا ہے ملک کو وہ ٹھیک تو ہے نا۔" باپ کا بازو ہلاتے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا جو کسی کو خاص تاکید کر رہے تھے۔

ایک دن سے چھوڑے جانے پر ڈیزی زمین پر گر اکر اہا تھا لیکن پرواہ ہی کسے تھی۔

"ارے کچھ نہیں ہوا ملک کو دعا کرو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے اسے تسلی دی تھی۔

"اا۔ آپ جا رہے ہیں نا اس کے پاس۔ مجھے بھی جانا ہے۔ آپ دو منٹ رکیں میں بب۔ بس" انکا ہاتھ جھٹکتے وہ اندر جانے لگی تھی تاکہ جلدی سے اپنی چادر لا سکے۔

"میں کہیں نہیں جا رہا انمول ملک اور تم بھی کہیں نہیں جا رہی کہا نا وہ بڑی سخت جان ہے سب جھیل لے گا۔" ان کی بات سے جیسے انمول کے اندر شرارے پھوٹے تھے وہ اسے موت کے منہ میں دھکیل خود لاپرواہ بن رہے تھے

"ملک کو کچھ نہیں ہونا چاہیے بابا سائیں کیونکہ اگر ملک کو کچھ ہوا تو جواب دہ آپ ہونگے صرف مجھے ہی نہیں بلکہ اس کو بھی جس کی خاطر یہ سب ہو رہا ہے۔ میں دعا کروں گی۔" ڈیزی کو اٹھاتی وہ اندر کی جانب بڑھ گئی آنسو نکل کر سرخ گالوں پر بہہ گئے تھے کتنی آسانی سے وہ کہہ گئے سخت جان ہے ؟؟

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

جہانداد ملک کی نظروں نے اسکے اندر گم ہونے تک اسکا پیچھا کیا تھا جو وہ سوچ رہے تھے ویسا نہیں ہونا چاہیے تھا اور اگر ویسا تھا تو کیا انکی بیٹی ایک بات بھول رہی تھی۔

گھڑی کی ٹک ٹک کے ساتھ جیا کا دل بھی دھڑک رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اندر زیرِ علاج وہ شخص اس کے لیے دنیا کا آخری شخص ہو۔ اس کی بے چینی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بھڑتی ہی جا رہی تھی۔

"فار گاڈ سیک جیا۔ بیٹھ جاؤ یہاں آرام سے کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو؟ ابھی ڈاکٹرز آکر کوئی اچھی خبر ہی سنائیں گے۔" راہداری میں رکھے بینچ پر بیٹھے بالاج نے کوئی تیسری دفعہ جیا کو ٹوکا تھا جو گھن چکر بنی ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔

"جج۔ جی۔" کہتی وہ بھی بالاج کے ساتھ ہی کچھ دوری پر بیٹھ گئی۔ کچھ گھنٹے پہلے ہی وہ اس اینجل کو خون دے کر آئی تھی کمزوری کے باوجود وہ اس کے لیے پریشان ہو رہی تھی

"ناجانے کون ہے یہ اس کے پاس سے بھی کوئی چیز نہیں ملی جس سے ہمیں اندازہ ہوسکے کہ یہ کون ہے نام ناپہچان۔۔۔ ایک اجنبی جو خدمت خلق کے لیے تم لوگوں کی مدد کو پہنچ گیا۔" بالاج چاہنے کے باوجود بھی اس کے بارے میں کوئی جانت کاری نہیں لگا پایا تھا۔

"میں جانتی ہوں اسے اور وہ کوئی اجنبی نہیں ہے اینجل ہے وہ۔ اور۔۔" بے دھیانی میں جیا یہ سب بالاج کے سامنے بول گئی اس بات کا احساس بعد میں ہوا تھا اسے اگر جو بالاج نے اس کی بابت مزید پوچھ لیا تو وہ کیا

بتائے گی کہ جو دن کی روشنی میں اسے بچانے کو آیا تھا وہ رات کے اندھیرے میں بھی اس کی مدد کے لیے پہنچا تھا اسے اس بھیڑیے سے بچانے کو۔

"اینجل یہ کیسا نام ہے کیا تم واقعی جانتی ہو اسے۔؟" بالاج نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"نن۔ نہیں بالاج میرا مطلب تھا کہ وہ اینجل ہی تو ہے ایک فرشتہ جو ہماری مدد کو پہنچ گیا اور ویسے بھی سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو وہ شخص اجنبی کیسے ہوا۔" جیا کی بات پر بالاج ہنکارا بھر کر رہ گیا۔ تو مطلب وہ بات بدل گئی تھی لیکن کیوں خیر اسے کیا۔ یہی سوچ کر وہ پُرسکون ہوا تھا۔

"مسٹر بالاج سکندر۔۔" ڈاکٹر کی آواز پر جیا اور بالاج اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"جی۔ ڈاکٹر کوئی اپڈیٹ۔"

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"دیکھیں میں نے پہلے بھی کہا تھا آپ نے پیشنٹ کو لانے میں دیر کر دی تھی اس کے باوجود ہم نے ان کی جان بچالی ہے مگر۔۔" ڈاکٹر کے توقف کرنے پر جیا کی سانسیں سینے میں اٹکی تھیں بے اختیار اس کا ہاتھ بالاج کے کندھے تک رینگ گیا جیسے سہارے کی ضرورت ہو ورنہ وہ ڈھے جائے گی۔

"مگر کیا ڈاکٹر۔۔" ایک نظر جیا کو دیکھتے بالاج نے سخت لہجے میں ڈاکٹر سے پوچھا جو بلاوجہ ہی پریشانی بڑھا رہے تھے۔

"مگر یہ مسٹر سکندر کہ اگلے چند گھنٹے ان کے لیے خطرہ کے ہیں اگر انہیں ہوش نا آیا تو وہ کومہ میں بھی جا سکتے ہیں ایز آئی سیڈ آپ نے دیر کر دی تھی۔" ڈاکٹر ان کے سروں پر دھماکہ کرتے وہاں سے چلے گئے

تھے جیا بے اختیار بینچ پر بیٹھ گئی تھی بالاج کو اس کی کنڈیشن حیرت میں مبتلا کر رہی تھی بھلا ایک اجنبی کے لیے خیر یہ لڑکیاں اور ان کے نرم دل۔۔۔

بالاج سر جھٹکتے جیا کو حوصلہ دینے لگا جو میڈم اب آنسو بہانے لگ گئی تھیں

تنگ تاریک کوٹھری میں دروازے کو جا بجا پیٹتا وہ کم سن بچہ۔ ایک سکول کے باہر وہ ہاتھ میں چاکلیٹ پکڑے کھڑا تھا اگلے منظر میں وہ گولی چلا رہا تھا ٹھاہ اور گولی پاس کھڑے بندے کے بازو میں دھنستی چلی گئی ۔اب کہ وہ بھاگ رہا تھا دور بہت دور اور ایک بار پھر سے وہ تنگ و تاریک کوٹھری۔ ایک مانوس سی نسوانی آواز۔ تیزاب کی بدبو۔ ایک چھوٹا سا بچہ اور سارے منظر اس کے ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے اور پھر گولی کی ٹھاہ کی آواز سے اسے لگا کسی نے اسکا بایاں حصہ تن سے جدا کر دیا ہو اور اسکی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی تھی۔

سب سے پہلے اس کی نظر چھت سے لٹکتی ان سرجیکل لائیٹس پر گئی تھی اور پھر پوری نظر ایک کمرے میں گھومی تو اسے ایک ایک کر کے سب یاد آیا تھا سر بھاری ہونے لگا تو اسنے واپس پلو پر ٹکا دیا کوئی اس کے پاس آیا تھا اور اسکی بائیں آنکھ کھول کر چیک کی یہی عمل دوسری آنکھ پر دوہرایا اور پھر اسے آواز آئی تھی اس سے پوچھا جا رہا تھا کہ وہ ٹھیک ہے وہ ہلکا سا سر ہلا گیا۔

"کیا آپ کسی سے ملنا چاہتے ہیں۔؟" دوبارا آواز آئی تو اسنے زور سے نفی میں سر ہلایا۔

سر میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی اور پھر اسے اپنے بازو میں کوئی سوئی سی چبھتی محسوس ہوئی۔

"سسٹر میں نے انہیں انجیکشن لگا دیا ہے نا قابل برداشت تکلیف سے انہیں چھٹکارا حاصل ہو گا اور جب یہ ہوش میں آئیں گے تو قدرے بہتر محسوس کریں گے۔ اب آپ زرا انہیں دیکھیں میں باہر انکے لواحقین کو دیکھ لوں۔" بوٹوں کی ٹک ٹک سے اسے وہ ڈاکٹر دور جاتا محسوس ہوا۔ انجیکشن لگنے پر اگر وہ ہوش میں ہوتا تو یقیناً یہ ڈاکٹر اوپر پہنچ چکا ہوتا۔ آہستہ آہستہ وہ غنودگی میں جاتا گیا اور پر سکون ہو گیا۔

\-----------------------

"مسٹر سکندر۔۔۔ پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔۔"ڈاکٹر کی آواز پر جیا نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا ایک نظر سامنے لگی وال کلاک کو دیکھا جو رات کے دو بجا رہی تھی بلآخر اسے پورے چودہ گھنٹوں کے بعد ہوش آیا تھا۔ بالاج اب اٹھ کر ڈاکٹر سے بات کر رہا تھا جبکہ وہ تشکر سے سر پیچھے بینچ پر ٹکا گئی۔

ایک باغی آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر سرخ عارضوں پر بہہ نکلا کہ اگر اسے کچھ ہو جاتا۔

"جیا اٹھو گھر چلیں۔" بالاج نے اس کے قریب آتے سائیڈ سے اپنا کوٹ اٹھایا آنکھیں واضح رت جگے کی نشاندھی کر رہی تھیں جبکہ جیا تو پھر کچھ دیر کے لیے سو گئی تھی اور وہ ایک پل بھی نہیں سو سکا کہ محترمہ انہیں کے کاندھے پر سر رکھے سو رہی تھیں اچھی بات تھی کہ وہ تھوڑی دیر آرام کر لیتی اس لیے بالاج نے بھی اسے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔

"لیکن وہ اینجل اس سے تو مل لیں ہم۔" نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا کہ اتنی دیر اسکے ہوش میں آنے کا انتظار کیے بغیر کیسے بغیر ملے ہی چلیں جائیں۔

"اس اینجل نے کسی سے بھی ملنے سے منع کر دیا ہے اور ویسے بھی ہوسپٹل انتظامیہ خود اس کے لواحقین ڈھونڈلے گی اب چلو گھر سب پریشان ہو رہے ہوں گے ڈیڈ کی بھی بہت کالز آچکی ہیں۔" ہاتھ میں موبائل نکالتے اس نے نمبر ملا کر کان سے لگایا دوسری جانب بیل جارہی تھی لیکن کال ڈراپ ہو گئی لگتا وہ سو گئے تھے

"چلو۔" بالاج کے دوبارا کہنے پر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے آگے آگے چلنے لگی ہسپتال میں دن کے برعکس اس وقت خاموشی تھی لیکن دور کسی وارڈ سے کسی کے چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں اس نے کانوں پر ہاتھ جمالیے اور تیز تیز قدم لیتی وہ ہسپتال کا دروازا کھول کر باہر نکلی

تو اسے احساس ہوا کہ وہ بنا کسی شال اور دوپٹے کے تھیں اور رات کے اس وقت ماحول کی خنکی بہت حد تک بڑھ چکی تھی جسم کو ٹھر ٹھرا دینے والی ہوا نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تو وہ ہاتھوں سے اپنے شانے تھام گئی جیسے ٹھنڈ سے بچنے کی ترکیب آزمائی ہو۔

ایک نظر مڑ کر پیچھے دیکھا تو وہ دروازا کھول کر باہر آگیا تھا ایک بازو پر کوٹ ڈالے۔

جیا کے اندر شدت سے خواہش جاگی کہ وہ کوٹ خود پہن لے اور اس ٹھنڈ سے بچ جائے

بالاج اس سے دو قدم کی دوری پر رک گیا اور اس سے پہلے وہ دوبارا اپنا رخ موڑتی بالاج نے جیسے اس کی دلی خواہش پر لبیک کہتے اپنا کوٹ اس کے شانوں پر پھیلایا تھا جیا نے چونک کر اسکی جانب دیکھا اور کوٹ پر اپنی گرفت مظبوط کر لی اس وقت وہ بھول گئی تھی کہ وہ بالاج کے اتنا قریب کھڑی ہے اگر وہ سانس بھی لیتی تو وہ باخوبی سن سکتا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

بالاج نے ایک نظر اس کے جھکے سر کو دیکھا دروازے کے اس پار بالاج نے اس کا کانپنا اور پھر شانوں کو تھامنا دیکھ لیا تھا تبھی وہ اس پر اتنی عنایت کر گیا اس ایک پل میں ہی بالاج کی نظریں الجھ کر اسکے بھاری پپوٹوں پر گئیں اور وہ نظریں چرا کر اس سے دور ہٹ گیا۔

"چلو۔" یک لفظی کہتا وہ تیز تیز قدموں سے پارکنگ لاٹ کی جانب بڑھا تھا جیا ہوش کی دنیا میں واپس آتی اس کے پیچھے تقریباً دوڑنے کے سے انداز میں گئی۔

وہ گاڑی باہر نکال رہا تھا جیا بھی جا کر اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر براجمان ہو گئی۔

اور پھر واپسی کا سفر شروع ہوا تھا اس کا دل بار بار اس اینجل کی جانب جا رہا تھا جو شاید اسے جانتا بھی نہیں تھا اگر وہ اسے جانتا نہیں تھا تو اس کی مدد کو کیوں پہنچ جاتا تھا

"وہ چور نہیں تھے۔" گاڑی کی خاموش فضا میں اس کی آواز گونجی تھی گاڑی چلاتے بالاج نے اسے دیکھا اور پھر نظروں کا زاویہ بدل لیا

"میں سمجھا نہیں۔ اگر وہ چور نہیں تھے تو پھر؟؟" بالاج کے کہنے پر جیا نے اُسکی جانب اپنا رخ موڑا کندھوں پر پڑا کوٹ درست کیا

"میرا مطلب اگر وہ چور ہوتے تو ہمیں لوٹ کے جاتے جبکہ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا بلکہ وہ سب تو اپنے کسی مالک کا انتظار کر رہے تھے اور جب ان سے اینجل پر گولی چلی تو وہ وہاں سے بھاگ گئے یہ کہہ کر کے ان کا مالک آکر دیکھ لے گا اور وہ گاڑی والا جو اسے ہوسپٹل لے کر آیا تھا مجھے تو وہ بھی مشکوک لگ رہا تھا۔"

"تم اپنا ریڈیو بند کر سکتی ہو پلیز۔ مجھے ڈرائیونگ پر فوکس کرنے دو پتا چلے کل کی ہیڈ لائنز کی سرخیوں میں ہمارا نام چل رہا ہو۔" بالاج نے تکان سے اس کی زبان بند کروائی چہرے پر دبا دبا غصہ تھا۔ جیا کی آنکھیں لبالب نمکین پانیوں سے بھر گئیں اتنی رات اور اوپر سے سنسان سڑک اگر وہ ڈر کی وجہ سے اس سے بات کر لیتی تو کیا ہو جاتا لیکن نہیں جیا سکندر تم کبھی بھی اس شخص کے لیے اتنی اہم نہیں ہو سکتی کہ وہ تمہاری فضول گوئی برداشت کرے۔ خود کو خود ہی جواب دیتی جیا نے کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کر دیا دل ہول رہا تھا لیکن پھر کیا ہوا وہ اس کے ساتھ تو تھا نا۔

انمول کب سے جلے پیر کی بلی کی طرح ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی بار بار داخلی دروازے کی جانب دیکھتی تو مایوسی کے سوا کچھ نا پاتی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"کہاں رہ گئے تھے تم کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں میں تمہارا۔" تبھی اس جانب سے ایک بیس بائیس سالہ نوجوان کو آتا دیکھ وہ گویا ہوئی۔ مناسب قد کاٹھ اور ہلکے سانولے نقوش والا وہ نوجوان انہیں دیکھ کر شرمندہ ہو گیا۔

"معافی چاہتا ہوں بی بی جی دراصل ندیم کو اس بات پر قائل کرنا کہ میں سب سنبھال لوں گا بہت مشکل تھا وہ مجھ پر کبھی بھروسہ نہیں کر سکتے تھے اس لیے انہیں وہاں سے بھیجنے میں تاخیر ہو گئی۔" وہ بولا۔

"اچھا چلو اب جلدی کرو اور سنو اگر کسی کو اس گھر میں بھنک بھی پڑی نا کہ میں ملک سے ملنے ہسپتال گئی تھی تو وہ پنجرہ دیکھ رہے ہو اس میں جو آفت ہے اس کی خوراک بنا دوں گی میں تمہیں سمجھے۔" سخت

وارننگ جاری کر کے وہ بیک ڈور کی جانب بڑھی س کی پیچھے ہی مومن ابراہیم اپنی مسکراہٹ چھپاتا آیا تھا کہاں وہ شیر کے نام سے ہی کانپ جاتی تھی اور اب اسے دھمکیاں دے رہی تھیں انمول سے پہلے جا کر اس نے دروازا کھولا تو انمول نے اپنا قدم باہر نکالا مومن کو وہ دھمکی تو دے چکی تھی تو اس بات کی اسے پرواہ نہیں تھی کہ کسی کو خبر نا ہو جائے۔

"بی بی جی ایک بات بولوں میں آپ کو۔" گاڑی کا دروازا کھول کر وہ کھڑا اس سے بات کرنے کی اجازت چاہ رہا تھا انمول نے پچھلی سائیڈ پر بیٹھتے سر ہلایا۔

"وہ بھائی کو اچھا نہیں لگے گا آپ کا یوں اور وہ بھی اس وقت ان سے ملنے ہسپتال جانا میں بس ایسے ہی۔" انمول کی گھوری پر وہ کھسیانا سا ہو گیا

"میری بات سنو تم۔ میں انمول ملک کسی کے باپ سے بھی نہیں ڈرتی۔۔" سینے پر انگلی رکھے اسکا لہجہ کافی مغرور تھا

"لیکن اپنے باپ سے تو ڈرتی ہیں نا۔" مومن کی زبان بے ساختہ پھسلی تھی انمول کا چہرہ بے عزتی کی ہدت سے سرخ انار ہو گیا ٹھک سے دروازا پکڑ کر بند کیا دل تو چاہ رہا تھا اس بندے کو واقعی اس شیر کی کچھار میں پھینک دے لیکن دماغ نے نفی کی انمول ملک اگر اسے کچھ ہو گیا تو تمہارے ملک تک جانے کے سارے راستے مسدود ہو جائیں گے

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

مومن تو اس کے ری ایکشن پر بوکھلا ہی گیا اور فوراً اگلی سیٹ سنبھال کر گاڑی ہسپتال کے رستے پر ڈال دی۔ دل میں ایک ڈر تھا کہ اگر انہوں نے بھائی سے اس کی شکایت لگا دی تو نہیں نہیں وہ اس سے پہلے ہی معافی مانگ لے گا۔

وہ دونوں گھر پہنچے تو دور مسجد سے مؤذن کی صدا بلند ہو رہی تھیں رات کے خاموش ماحول میں حي یا الصلاۃ کی آوازیں کانوں میں رس گھولنے لگیں جیا فوراً گاڑی سے اتر کر اندر بھاگی تھی بالاج کا کوٹ ابھی تک کندھوں پر تھا اس سے پہلے وہ سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں جاتی بالاج کی آواز نے اس کے قدم روک لیے۔

"جی۔" سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جو داخلی دروازہ بند کر تا مڑ رہا تھا

" کھانا گرم کر کے دو بھوک لگی ہے مُجھے۔۔"یہ بات تو سچ تھی کہ کل دوپہر سے اس نے کچھ کھایا نہیں تھا اس لیے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے لیکن اگلا لمحہ حیران کن تھا۔

"سوری خود ہی کر لیں کہ اگر میں نے کیا تو کیا پتہ صبح ہیڈ لائنز کی سرخیوں میں آپ کا نام آ رہا ہو جسے کھانے میں زہر ملا کر قتل کیا گیا ہو۔"وہ بولی

"واٹ!!!"بالاج کا صدمے سے منہ کھل گیا غصے کی شدید لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی نظریں گھما کر اسے دیکھا جو دروازے کے پیچھے غائب ہو چکی تھی۔ بالاج سکندر کی انا کو کبھی یہ گنوارا نہیں کرتا تھا کہ وہ کل کی لڑکی اس کی یوں منہ پر بے عزتی کر جائے لیکن آج اسے جیا پر نہیں بلکہ خود پر غصہ آ رہا تھا اس نے جیا کو

بولا ہی کیوں۔ ایک نظر اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ خود کے ہاتھ ٹوٹ گئے تھے کیا صحیح کیا اس نے بالاج سکندر تم یہی ڈیزرو کرتے ہو کہ پہلے اسے اتنی جھاڑ پلائی اور اب اسی سے کام کہہ رہے تھے۔ سر جھٹکتا وہ کچن کی جانب بڑھ گیا۔

اوپر جیا سکندر دھک دھک کرتے دل کے ساتھ دروازے سے لگی کھڑی تھی دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا۔ وہ کس قدر ہمت سے یہ ایک جملہ بالاج کو کہہ کر آئی تھی یہ وہی جانتی تھی اور ایک بات تو طے تھی کہ جیا سکندر اگلے ناجانے کتنے دنوں تک اس کا سامنہ نہیں کرسکتی تھی ایک گہرہ سانس بھر کر آگے بڑھنا چاہا تو کندھوں پر ڈلے کوٹ نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی کالر سے پکڑ کر اسے ناک کے قریب کیا تو مہنگے کلون کی دلفریب خوشبو اس کے اعصاب پر بیٹھتی اسے پر سکون کرگئی۔ اس خوشبو نے پچھلے دو گھنٹوں سے اس کے حواس معطل کیے ہوئے تھے کہ اگر وہ بالاج کے سامنے مزید کچھ دیر رکتی تو یقیناً بے ہوش ہی ہو جاتی۔ اپنی حالت پر افسوس کرتے اس نے سامنے دیکھا منہا میڈم گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہی تھیں جیا بھی سونے کے لیے لیٹنے لگی تو باہر چھٹتے رات کے اندھیرے کو دیکھ وہ واش روم کی جانب بڑھی آج ناجانے کتنے دنوں بعد جیا سکندر اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری لگانے لگی تھی۔

وہ وضو کرکے باہر نکلی تو دوپٹہ اسکارف کی شکل میں خوبصورت ہالے کے گرد بندھا ہوا تھا جائے نماز بچھا کر وہ نماز پڑھنے لگی اور جب دعا کی باری آئی تو وہ رک گئی۔ کیا مانگتی اپنے رب سے وہ رشتے جن کا ملنا اس کے مقدر میں نہیں تھا یا ان گناہوں کی معافی جو اس سے جانے انجانے میں سرزد ہو گئے تھے دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں سے اشک رواں ہونے لگے کہ کوئی اس وقت اس کی آنکھوں میں دیکھتا تو ڈوب جاتا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"اے اللہ تعالیٰ میں آج تک آپ سے دعا میں سوائے مغفرت کے کچھ نہیں مانگا لیکن آج میں آپ سے اپنے لیے بہتر مانگتی ہوں تو تو سب کو نوازتا ہے نا تیرے خزانے میں دیر ہے اندھیر تو نہیں تو مجھے بھی خالی ہاتھ نا لوٹائیں میرے مولا مجھ سے جو گناہ سرزد ہوا ہے مجھے اس کی معافی دے دے میرے اللہ آپ تو غفور الرحیم ہیں۔۔" آج اس کی دعا طویل ہو گئی تھی۔ آنسوؤں نے بہہ بہہ کر گال بھگو دیے لیکن ایک بات جیا سکندر جانتی تھی کہ اس کے یہ آنسو رائیگاں نہیں جائیں گے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے آسرے کی ڈور تھامے لوگوں کو بے آسرا نہیں چھوڑتا۔

\-

"بالاج تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو بیٹے اور واپس کب آئے ہو۔" ثانیہ بیگم صبح فجر کے قریب اٹھ کر کچن میں آئی تھیں جہاں بالاج ان کی جانب پشت کیے کھڑا کوئی کام کر رہا تھا

"جی مام ہم کچھ دیر پہلے ہی گھر آئے ہیں اور مجھے بھوک لگی تھی تو سوچا کچھ کھا لوں۔ بس اسی لیے کھانا گرم کر رہا تھا۔" بالاج ان کی جانب دیکھتے بولا

"تو تم کیوں کر رہے ہو جیا سے کہہ دیتے بلکہ چھوڑو وہ بھی تھکی ہوئی ہو گی تم ہٹو میں کر دیتی ہوں گرم۔" ثانیہ بیگم نے اس کے ہاتھ سے باؤل لیتے اسے پیچھے ہٹایا تو وہ بھی بنا کسی تردد کے پاس پڑے ٹیبل سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ ثانیہ بیگم کھانا گرم کرنے لگیں۔ کھانا گرم کر کے انہوں نے بالاج کے سامنے ٹیبل پر رکھا۔

"اب کوئی لے آؤ ایسی جو تمہارے سارے کام کرے اور تمہیں کسی بات کی ٹینشن نا ہو۔" اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ بھی اس کے ساتھ ہی ایک کرسی نکال کر بیٹھ گئیں۔

بالاج ان کی اس بات پر سر جھٹک کر ہنس دیا

"آپ کو لگتا ہے کہ کوئی آنے والی میری ساری ٹینشنز ختم کر دے گی۔ نہیں مام جب وہ آئے گی تو مجھ پر زمہ داریوں کے بوجھ بہت بڑھ جائیں گے اور اگر اس نے آپ کے بیٹے کو اپنے قابو میں کر لیا تو؟" سنجید گی ست کہتے آخر میں اس کے لہجے میں شرارت تھی۔

"بیٹا وہ تمہاری بیوی ہو گی تم پر ہم جتنا حق رکھتی ہو گی اور تم کب تک اس ناشکری لڑکی کا سوگ مناتے رہو گے کیا چار سال کافی نہیں ہیں اس کے سوگ منانے کو۔" ثانیہ بیگم کا تو جیسے دل ہی سکڑ گیا تھا کیسے وہ اپنی خواہش کو ہنس کر جھیل رہا تھا۔

"چار سال۔ چار صدیاں بھی بیت جائیں تو یہ دل کسی اور کا رکھا مرہم نہیں جھیل پائے گا بس یہ سمجھ لیں کہ آپ کے بیٹے کے غم کا مرہم اس وقت کے پاس نہیں ہے۔"

"وقت کے پاس ہر زخم کا مرہم ہوتا ہے بالاج۔ اور جب تک تم موو آن نہیں کرو گے کیسے بھول پاؤ گے اسے۔" ثانیہ بیگم کی بات پر اس نے سنجیدہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا کیا اتنا آسان تھا اسے بھول جانا وہ وقت وہ لمحات جو اس کی سنگت میں گزرے تھے اور کیسے وہ اس کے پیار کو لات مار کر گئی تھی۔ آہ یہ سب آسان نہیں تھا کوئی بالاج سے پوچھتا تو وہ کہتا کہ مشکل کچھ بھی نہیں ناممکن سب کچھ ہے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"کھانا دینے کے لیے بہت شکریہ لیکن پہلے منہا کی رخصتی اور جیا کی شادی ہو جانے دیں اس کے بعد دیکھی جائے گی۔ اور ہاں وہ جو کچھ دن پہلے رشتہ بھجوایا تھا پھوپھو نے اپنے خاندان سے ان کو آنے کے لیے ہاں کہہ دیں۔" امید کی ڈور ثانیہ بیگم کے ہاتھوں میں تھماتے وہ وہاں سے واک آؤٹ کر گیا ثانیہ بیگم کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نا رہا تھا مکمل نا سہی اس نے نیم رضامندی تو دے ہی دی تھی۔

انہیں یقین تھا کہ ان کی آنے والی بہو ان کے بیٹے کو سمیٹ لے گی اور وہ اپنے سارے دکھ درد بھول جائے گا۔

"تم باہر ہی رکو۔ اندر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ہسپتال پہنچ کر وہ دونوں اپنے مطلوبہ روم نمبر تک آئے تھے۔

"سوری۔۔ بٹ اٹس مائی ڈیوٹی۔" مومن ابراہیم نے کہتے دروازا کھولا اور ایک قدم اندر رکھا۔ جبکہ اس کی بات پر انمول کا خون کھول اٹھا تھا۔

"ارے یہ کیا کر رہے ہیں آپ بھائی میں پکڑا دیتا ہوں۔" ملک کو ساتھ پڑے ٹیبل سے موبائل پکڑنے کی تگ و دو کرتے دیکھ مومن نے فکرمندی سے کہا۔ ملک اس کی اتنی فکر دیکھ کر مسکرا دیا اور تبھی نظر پیچھے پڑی تھی دروازے میں کھڑی وہ اپنی غزالی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے انہیں پینے کی ناکام کوشش کر رہی تھی ملک نے خون آشام نظروں سے مومن کو گھورا وہ سٹپٹا کر سائیڈ پر ہو گیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"سنا نہیں تم نے میں نے کہا تھا باہر ہی رہو تم" انمول ملک نے اسے باہر کا راستہ دکھایا لیکن مقابل کافی ڈھیٹ واقع ہوا تھا۔ مومن نے ملک کی طرف دیکھا اور اس کے ایک اشارے کی دیر تھی وہ چپ چاپ پاس پڑے صوفے پر بیٹھ گیا ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر طنزیہ آبرو اچکایا۔

" سمجھتا کیا ہے یہ خود کو۔"

" آپ کا غلام انمول بی بی۔" جواب ملک کی جانب سے آیا تھا

" ہنہ۔ مالک کا وفادار ہونے کی ٹریننگ لو جا کر کہ کوئی اصول و قواعد سیکھو۔" تمسخرانہ لہجے میں نوکر کو اس کی اوقات یاد دلائی

"چلیں پھر چلتے ہیں۔" مومن کا انداز ایسا تھا جیسے ابھی ہاتھ پکڑ کر لے جائے گا اسے۔

" کہاں " انمول نے اس کی جانب دیکھا۔

" ٹریننگ لینے۔ آپ کو بھی ضرورت ہے نا ٹریننگ کی اپنے باپ سے وفادار ہونے کی۔" مومن کہتے ہوئے اس کے مقابل کھڑا ہو گیا۔

عمر میں فرق کے برعکس مومن کا قد اس سے تین انچ لمبا تھا۔ آنکھوں میں آنکھیں گاڑے وہ اس کے جواب کا منتظر تھا انمول نے اس کی آنکھوں میں دیکھا لیکن کچھ تھا وہاں جو اسے بے چین کر گیا جیسے کوئی گہرا راز کوئی دفن داستان۔ ٹک ٹک ٹک لمحے سرکتے گئے ان کی محویت میں خلل ملک کے کھنکارنے نے ڈالا تو انمول اس کی جانب متوجہ ہوئی اور مومن ابراہیم دبے قدموں سے چلتا باہر نکل گیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

آنکھوں میں خفگی لیے انمول نے ملک کو گھورا

"آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ اگر ماموں کو پتا چل گیا تو اچھا نہیں ہو گا آپ کے اور میرے ہم دونوں کے لیے۔" ملک نے اس کے انداز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا اور موبائل پر انگلیاں چلانے لگا۔

"چپ کرو تم مجھے بتانے کی ضرورت نہیں کہ مجھے کیا کرنا ہے میں اپنا اچھا برا جانتی ہوں۔"

"پھر تو آپ مجھے بھی جانتی ہوں گی" طنزیہ لہجہ انمول نے خود کو مزید کچھ بھی کہنے سے باز رکھا۔ کیوں وہ انجان بنتا تھا اس سے اس کی دلی کیفیت سے۔

"اچھے سے جانتی ہوں تم حاکم ہو۔" پاس پڑی کرسی اٹھا کر اس کے زخمی بازو کے طرف رکھی اور اس پر براجمان ہوئی۔

"انمول ملک کے دل کے حاکم" اس کا بازو اپنی نرم۔ گرفت میں لے کر معائنہ کرنے لگی۔ اور تبھی ایک جھٹکے سے اس نے اپنا بازو چھرایا اور درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی اس کے بازو میں وہ کراہتے ہوئے بیڈ پر سر ٹکا گیا آنکھیں سختی سے میچ لیں۔

"کون سا دو سو چالیس واٹ کا کرنٹ لگا ہے تمہیں میرے چھونے سے۔" دانت پیستے اس کے سامنے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ پلیز جائیں یہاں سے اور آئندہ میرے ساتھ ایسی بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ خدا کی قسم لحاظ بھول جاؤں گا۔" انگلی کے اشارے سے باہر کی جانب اشارہ کیا جبکہ ایک ہاتھ زخمی بازو کو سہارا دیے ہوئے تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"بکواس۔ تمہیں میری باتیں بکواس لگ رہی ہیں۔ کتنی دفعہ کہوں کہ اس دل پر میرا کوئی اختیار نہیں ہے ملک یہ کم بخت خود بخود تمہاری جانب راغب ہو رہا ہے میں کیسے روکوں اپنے آپ کو کوئی ایک ترکیب بتا دو یا مجھے میری محبت کا جواب محبت سے دے دو۔" آج وہ ہر بات کلئیر کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ مکمل بات کرنا تھی آج اس نے چاہے پھر اپنا دل ہی کیوں نا مارنا پڑے۔

"آپ کے سوال کا کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس۔ سوائے اس کے کہ میری محبت آپکے پیروں کی زنجیر بن سکتی ہے آپ کو ہمیشہ کے لیے قید کر سکتی ہے آپ کو جانا ہوگا انمول آزادی آپ کی منتظر ہے۔" ملک کے الفاظ نے اُس کو تپتے صحرا میں لا کھڑا کیا تھا غصے کی ایک شدید لہر اس کے وجود میں دوڑی تھی

"مجھے تمہاری محبت کی قید میں رہنا ہے آگ لگے اس آزادی کو۔ سنا تم نے۔" وہ غرائی تھی۔ اس کی آواز باہر بینچ پر بیٹھے مومن ابراہیم کے کانوں تک باخوبی پہنچی تھی اور اس کا پورا وجود جیسے کان بن گیا نمک کی کان جسے انگلی کے پور سے چھونے پر بکھر جانے کا ڈر ہو۔ ملک نے انمول کی جامب دیکھا کیا نہیں تھا ان نظروں میں۔ افسوس دکھ درد مان ٹوٹنے کا غم اور سب سے بڑھ کر اس کی عزت کا احترام۔ انمول ٹکر ٹکر اس کی نظروں میں دیکھے گئی

"انمول ملک۔ یہ جو محبت ہے نا آسیب کی طرح ہے لے ڈوبے گی آپ کو۔ آپ کو میری بات بے معنی لگ رہ ہوگی لیکن یہ بات آپ بھی جانتی ہیں کہ یہ محبت ہی ہے جو آج میں اس حال میں ہوں۔ اس زندگی سے پیچھا چھڑانا مشکل نہیں ناممکن کام ہے مجھے اس گناہوں سے محض ایک چیز جدا کر سکتی ہے اور وہ ہے میری یا میرے دشمنوں کی موت۔۔۔" ایک نظر پیچھے دیکھا تھا دروازے میں استادہ مومن ابراہیم کی مثال اس

ویران میدان کی سی تھی جو جنگ ہار جانے کے بعد خالی ہو۔اس نے دیکھا مومن کی آنکھوں میں شعلے تھے سب کچھ تہس نہس کر جانے والے شعلے جنہیں محض ایک چنگاری کی ضرورت ہو اور وہ پورے میدان کو اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ملک نے اپنی نظروں کا رخ انمول ملک کی جانب کیا جو خاموشی سے لب کاٹتے اپنے آنسو اپنے اندر اتار جانے کی ہمت خود میں مجتمع کر رہی تھی۔

"کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو آپ کی محبت کی بہت قدر ہے مجھے لیکن میں آپ کو خود کے ساتھ برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتا میں ایک بھیڑیا ہوں اور ایک بھیڑیا اپنے ماں باپ سے وفادار ہوتا ہے مجھے اس وفاداری کی قیمت چکانی ہے انمول ملک اور آپ بھی خود کو متوقع حالات کے لیے تیار کر لیں کہ میں بھی ایک "ملک" کا خون ہوں اور بقول آپ کے والد اور میرے ماموں ملک کبھی اپنا بدلہ نہیں چھوڑتے۔ آپ جائیں انمول سورج طلوع ہونے میں کچھ ہی لمحات باقی ہیں اس طلوع آفتاب کے بعد آپ کو ایک نئی زندگی شروع کرنا ہوگی۔جایئے ماموں کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔" انمول نے پاس پڑا اپنا بیگ اٹھایا لیکن اس کا بوجھ اس بوجھ سے بہت کم تھا جو آج اس کے دل پر پڑا تھا کتنی آسانی سے اس نے کہہ دیا تھا کہ خود کو تیار کر لیں وہ کیسے تیار کرے گی خود کو کتنا ظالم تھا وہ اسے موت کی وعید سنا گیا تھا لیکن یہ بھی تو سچ تھا نا کہ کہنے والے سے زیادہ سہنے والے پر گزرتی ہے اور یہ انتہاہ تھی انمول ملک کے عشق کی انتہاہ۔ اپنے ہاتھ پر اسے کسی کا لمس محسوس ہوا تھا پلٹ کر دیکھنا آج اسے دنیا کا مشکل ترین کام لگا لیکن اس نے پلٹ کر دیکھا۔اس کا ہاتھ ملک کی گرفت میں تھا نظریں اوپر کی جانب اٹھتی گئیں اور اگلے ہی لمحے غزالی آنکھوں کا گرین ہیزل آنکھوں سے زوردار تصادم ہوا۔ملک نے انمول سے بے ساختہ نظریں چرائی تھیں۔

"آپ بہت قیمتی ہیں انمول خود کو یوں بے مول نا کریں۔" وہ جو کچھ اور سننے کا ارادہ رکھتی تھی ملک کے الفاظ اس ارادے پر پانی پھیر گئے اس نے زور سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروایا

کتنی ہی آسانی سے اس نے اسے بے مول کر دیا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ انمول ہے قیمتی ہے۔ جدائی میں ملنے والا غم وفادار ہوتا ہے عمر بھر ساتھ نبھاتا ہے یہ بات آج انمول ملک پر ثابت ہو گئی تھی

وہ جسے کبھی نا ہارنے کا دعویٰ تھا وہ ہار گئی تھی آج ہاں وہ ملک کی محبت میں اپنا سب کچھ ہار گئی تھی اپنا دل ملک کی محبت کی قید میں دے کر وہ آزادی کی جانب چل دی تھی۔

ملک نے ایک نظر اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا اور دوسری نظر دروازے پر گئی جہاں سے اس کا آنچل غائب ہوا تھا۔

Aesthetic Novels

اور اگلے ہی لمحے درد کی ایک شدید لہر اس کے سینے میں اٹھی تھی مومن بھاگ کر اس کے قریب آیا

دروازے کی دہلیز پار کرتی انمول نے شدت سے یہ خواہش کی تھی کہ ایک بار صرف ایک بار وہ اپنے خالی ہاتھ کو دیکھ کر اسے پکارے گا لیکن وہاں موت کا سا سناٹا تھا نا کسی نے پکارا اور نا اس کے کانوں نے کسی کی پکار سنی وہ آگے بڑھتی گئی یہاں تک کہ وہ اس کوریڈور سے باہر نکلی اور وہ ساکت رہ گئی ہسپتال کے داخلی دروازے سے جہانداد ملک اپنے پورے رعب و جلال کے ساتھ اندر داخل ہو رہے تھے ان کے ساتھ ان کا خاص بندہ ندیم بھی تھا وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہل پائی۔۔ ہلتی بھی کیوں آنے والی ہستی اسے دیکھ چکی تھی

جہانداد ملک کا چہرہ غصہ ضبط کرنے سے سرخ ہو چکا تھا انمول کے قریب آکر وہ رک گئے بمشکل خود کو کسی بھی اقدام سے باز رکھا۔

"کیا کر رہی ہو تم یہاں۔۔" دھیمی آواز میں غراتے ہوئے انہوں نے اسے بازو سے دبوچ لیا

انمول کی سانسیں اٹک کر رہ گئیں اس نے تصور نہیں کیا تھا کہ کبھی یوں اس کا مقابلہ ان کے روبرو کھڑے ہو کر ہو گا۔ اس نے اپنے پیچھے دیکھا شاید کوئی آجائے مومن یا ملک لیکن نا کسی کو آنا تھا اور نا آیا اس نے جہانداد ملک کو دیکھتے کچھ کہنے کے لیے لب واہ کیے لیکن اس کے لفظوں کا گلا گھونٹتے جہانداد ملک نے جارہانہ انداز میں اسے اپنے ساتھ گھسیٹا تھا اور لا کر باہر کھڑی گاڑی میں پٹکا۔

ندیم بھی ان کے پیچھے آیا تھا۔

"کچھ بھی کرو اگلے آدھے گھنٹے کے اندر اندر ملک کو حویلی پہنچاؤ۔" ندیم کو حکم جاری کرتے انہوں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور ندیم واپس اندر چلا گیا۔

"بھائی کیا ہوا آپ کو آپ ٹھیک ہیں۔؟" مومن اس کے پاس آکر استفسار کرنے لگا جو ایک ہاتھ سے اپنا سینا مسل رہا تھا۔ لیکن درد تھا کہ بڑھتا ہی جارہا تھا۔

بج۔ جاؤ انمول بی بی کو گھر چھوڑ کر آؤ۔ میں نے کہا جاؤ مومن جاؤ یہاں سے۔" اس کا ہاتھ دور جھٹک کر اس نے اسے اس دشمن جان کے پیچھے جانے کا بولا تھا۔ مومن تیر کی تیزی سے باہر نکلا لیکن اس سے پہلے وہ ڈاکٹروں کے عملے کو اندر بھیج چکا تھا۔

باہر پورا کوریڈور سنسان تھا جیسے کوئی یہاں آیا ہی نا ہو اس نے باہر جا کر لیکن وہاں نا انمول تھی نا انمول کی زات۔ بگڑے تنفس کے ساتھ وہ اندر آیا تھا جب اس کے پیروں کو بریک لگی سامنے ریسیپشن ڈیسک پر ندیم جھکا اس لڑکے سے بات کر رہا تھا مومن کو سارا کھیل پل میں سمجھ آ گیا۔ اپنا سر پیٹتا وہ اندر چلا گیا۔

ڈاکٹر ملک کو دیکھ رہے تھے وہ بھی ان کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔

"ان۔ انہیں کیا ہوا ہے۔" سرسراتی آواز میں لڑکھڑاہٹ واضح تھی۔

"پینک ڈس آرڈر۔" ڈاکٹر نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا

"وہ کیا ہوتا ہے۔؟" اب اس مارشل آرٹس میں رہنے والے کو کیا معلوم پینک ڈس آرڈر کیا تھا۔

"یہ بھی انزائیٹی کی ایک قسم ہے۔ جس میں باربار پینک اٹیکس آتے ہیں اور انسان کو لگتا ہے اب وہ صورتحال پر قابو نہیں پا سکتا عموماً کسی شے کے چھن جانے یا دور ہو جانے کے بے جا خوف کی وجہ سے انسان کے سینے میں درد شروع ہوتا ہے جسے پینک ڈس آرڈر کہا جاتا ہے۔ ویل اب یہ ٹھیک ہیں۔" ڈاکٹر مومن کو تفصیل سے سمجھانے کے بعد باہر نکل گئے۔ اور وہ جو آنکھیں موندے لیٹا تھا پٹ سے آنکھیں کھول کر مومن ابراہیم کی جانب دیکھا مومن اپنا سر جھکا گیا

"کیا ہوا؟" وہ بولا

"ب۔ بھائی جب میں باہر گیا تو انمول بی بی وہاں کہیں نہیں تھیں ا۔ اور میں نے ندیم کو ریسیپشن ڈیسک پر دیکھا تھا یقیناً۔" مومن نے بات ادھوری چھوڑ دی اب وہ اتنی سی بات تو سمجھ ہی سکتا تھا۔

"شٹ۔ مومن۔ مومن تمہیں انہیں یہاں نہیں لانا چاہیے تھا۔" ملک نے ماتھا مسلتے اسے بولا وہ شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

"معاف کر دیں بھائی آپ اچھی طرح جانتے ہیں وہ کسی کی نہیں سنتی اور تو اور انہوں نے یہ بھی بولا کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتی تو میں کیسے حکم عدولی کر سکتا تھا" معصومانہ لہجے میں انمول کی بات ملک کے گوش گزار کر وہ اس کے قریب آیا اور پاس پڑی دوائیوں کو ٹٹولنے لگا

"مومن۔ جلدی سے تیاری کرو ملک کو ڈسچارج کر دیا گیا ہے" ندیم نے کمرے میں داخل ہوتے کہا اور وہ جو اپنے کام میں مشغول تھا پلٹ کر اسے دیکھا وہ چہرے پر سپاٹ تاثرات سجائے ملک کو گھور رہا تھا جو رخ موڑے باہر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"لیکن سر آپ ان کو ایسے نہیں لے جاسکتے ان کی کنڈیشن سٹیبل نہیں ہے۔ آپ۔" ایک نوعمر نرس اندر داخل ہوا اور ندیم کو بولتے ہوئے ملک کی حالت سے آگاہ کرنے لگا۔

"تمہیں ہمارے کام میں دخل اندازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔۔" قمیض کی جیب سے ہزار کا نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا اور کندھا تھپتھپاتے اسے آنکھ سے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ کھسیانا ہو کر باہر نکل گیا۔

مومن نے سر جھٹکا آج کل تو ہر طرف پیسہ بولتا ہے امیر ہو یا غریب پیسے کے پیچھے سب پاگل ہیں۔

اس نے جلدی سے دوائیاں سمیٹیں اور ملک کو سہارا دیے باہر چلا گیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

صبح آٹھ بجے اس کی آنکھ کھلی تھی آنکھیں مسلتے وہ اٹھ بیٹھی۔ منہا وہا کہیں نہیں تھی یقیناً اب تک نیچے چلی گئی ہو گی۔ وہ اٹھ کر باتھ روم میں بند ہو گئی۔

سنگھار میز کے سامنے کھڑے بالاج سکندر کی سوچیں ابھی تک رات والے واقع میں الجھی ہوئی تھیں۔ سفید شرٹ پر سیاہ پینٹ پہنے وہ کسی ریاست کا شہزادہ معلوم ہوا تھا۔ اوپر سے غضب اس کی آنکھیں جو سنہری کانچ سی تھیں کہ کوئی بھی اسے اس حالت میں دیکھ لیتا تو دیوانہ ہو جاتا۔ ترچھی مسکان ہونٹوں پر سجائے وہ گہری سوچ میں گم تھا۔ جیا نے بالکل درست کہا تھا کہ وہ لوگ کوئی لٹیرے نہیں تھے بلکہ انہیں کسی خاص مقصد سے بھیجا گیا تھا لیکن ان کا مقصد کیا ہو سکتا تھا۔ انہی تانوں بانوں میں الجھتے پاس پڑی ورسٹ واچ اٹھا کر کلائی میں باندھی نظریں گھڑی کی سوئیوں پر گئیں جہاں آٹھ بج کر تین منٹ ہو رہے تھے وقت بہت کم تھا نو بجے میٹنگ شروع ہو جانا تھی۔

جیا باتھ روم سے باہر نکلی تو گلابی رنگ کی قمیض شلوار زیب تن کیے ہوئے تھی۔ وہ آکر سنگھار میز کے سامنے کھڑی ہو گئی نظر بھر کر خود کو دیکھا ایک تو وہ اتنی خوبصورت تھی اور اوپر سے اس کے سیاہ لمبے بال اس کے حسن کو دلکش بنا رہے تھے دل ہی دل میں اس نے خود پر آیت کا ورد پڑھ کر پھونکا تھا کیا معلوم اس کی نظر ہی نا لگ جائے۔

بیڈ پر رکھا دوپٹہ اٹھا کر شانوں پر پھیلا لیا۔ اور قدم باہر کی جانب بڑھائے تبھی وہ ٹھٹھک کر رکی سامنے صوفے پر بالاج کا کوٹ پڑا ہوا تھا۔ اس نے سوچا لے جا کر اسے واپس کر دے لیکن پھر اپنی ہی سوچ کی نفی کر دی نہیں اگر اس نے اس کو ڈانٹ دیا تو

AestheticNovels
Explore, Dream and Read

"سارا موڈ غارت کر دیں گے وہ۔" لیکن پھر اپنے دل کی سنتی وہ کوٹ اٹھاتی بالاج کے کمرے میں چل دی۔

خود پر اچھے سے پرفیوم کا چھڑکاؤ کر کے بالاج نے اپنا کوٹ اٹھایا اور دروازے کی جانب آیا

ہینڈل گھمایا، دروازا کھولا اور سامنے ہی اس حسن کی دیوی کو منتظر پایا جیسے وہ اس کے دروازہ کھولنے کے انتظار میں کھڑی ہو۔

"کیا ہے یہ۔؟" بالاج نے آئبرو اچکاتے اس سے پوچھا جو اس کا کوٹ دونوں ہتھیلیوں پر جمائے اس کی جانب کیے ہوئے تھی

"جو رات آپ نے مجھ پر عنایت کی تھی اس کے لیے شکریہ اور یہ رہا آپ کا کوٹ قسم سے میں نے سنبھال کر رکھا تھا۔" وہ بولی

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

تو اب بھی سنبھال کر رکھ لو۔" ہونٹ پھیلاتے اس نے اسے ایک نئے کام سے نوازا

"ہیں۔۔؟؟ کیا مطلب رکھ لوں۔" جیا کو سمجھنے میں دقت ہوئی تھی

"مطلب یہ ہے "جیا سکندر" کہ یہ کوٹ تم واپس لے جاؤ کچرے میں پھینکو یا آگ میں جھونک دو لیکن اب مجھے یہ نہیں چاہیے۔" ہاتھ میں پہنہ گھڑی پر نگاہ دوڑائی یہ لڑکی اس کا قیمتی وقت ضائع کر رہی تھی

"لیکن کیوں مم۔ میرا مطلب اچھا بھلا کوٹ پھینک دوں ایسے کیسے؟" حیرانی سے آنکھیں پھیلائے جیا نے پوچھا بالاج نے اس کی جانب دیکھا اس کی کاجل لگی سیاہ رات کی تاریکی سی آنکھیں غضب ڈھا رہی تھیں۔

"ایسے۔" بالاج نے کوٹ اس کے ہاتھوں سے چھینتے زمین پر پٹک دیا جیسے اچھوت ہو کوئی۔

"دیکھا تم نے اب یہ میرے کسی کام کا نہیں رہا جانتی ہو کیوں۔ کیونکہ بالاج سکندر کسی کی اترن نہیں پہنتا اور بیچارا یہ کوٹ ان فورچونیٹلی ساری رات تمہارے کاندھوں پر رہا ہے۔ اس میں تمہارے سینٹ کی خوشبو سما چکی ہے تو تمہیں کیوں لگا کہ میں اب بھی اسے واپس رکھ لوں گا۔ اب ہٹو میرے راستے سے کیوں بت بن کر کھڑی ہو۔" اسے سائیڈ پر کرتے اس نے قدم آگے بڑھائے چمکتے بوٹ کے نیچے کوٹ کا کنارا آیا تھا لیکن وہاں پرواکسے تھی۔

"اور اگر کبھی زندگی میں۔۔۔" سیڑھیوں کی جانب بڑھتے بالاج کے پیروں کو بریک لگی تھی ایڑھیوں کے بل گھوما تھا وہ ایک ہاتھ ریلنگ پر جمائے

"میں کیا؟" استفسار کیا بے شک وہ اس کا وقت بہت برباد کر چکی تھی

"کبھی زندگی میں کسی اور شخص کی اترن آپ کے نصیب میں آئے تو۔ تو آپ کیا کریں گے۔" جیا نے بہت سا تھوک نگلتے اس سے پوچھا بالاج مڑ کر اس کی جانب واپس آیا۔

"تو اس کی اوقات میری زندگی میں اس کوٹ کی طرح ہو گی۔ پیروں میں روندے جانے کی اوقات کیونکہ بالاج سکندر مرنا تو قبول کر سکتا ہے لیکن کسی دوسرے شخص کی اترن کبھی نہیں۔" جیا کا دھیان اس کوٹ پر کروا کر وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا باہر نکلتا چلا گیا۔

جیا نے سیڑھیوں کی جانب دیکھا اور پھر جھک کر کوٹ اٹھایا۔ اس پر لگی نادیدہ گرد کو جھاڑا اور واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔

Aesthetic Novels

"دیکھتے ہیں پھر بالاج سکندر کے تمہارا امان کب تک قائم رہتا ہے۔"کوٹ کو الماری میں ٹھونستے وہ بڑبڑا رہی تھی اچانک کسی شے کا گمان ہوا جیسے کوٹ میں کوئی چیز موجود ہو جیبیں ٹٹولتے اس کو اندرونی جیب سے ایک والٹ ملا تھا

جیا نے واپس رکھنا چاہا اسے ہنسی بھی آئی کہ اب وہ خود ہی اس کوٹ کو واپس لینے آئے گا بیچارا لیکن والٹ کو کھولے بغیر جیا سکندر کا گزارا ہی کہاں تھا اس لیے اسے کھول کر دیکھا

اے۔ٹی۔ایم کارڈ۔۔۔پیسے۔۔۔آئی ڈی کارڈ کے ساتھ کوئی ویزیٹنگ کارڈ بھی تھا لیکن وہاں کوئی اور شے بھی تھی جیا نے وہ پاسپورٹ سائز تصویر نکال کر دیکھی۔

شاک تھا یا حیرت کا جھٹکا جو جیا سکندر کو لگا تھا اس سے پہلے وہ مزید دیکھتی باہر سے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی جلدی سے والٹ واپس رکھتے وہ کوٹ الماری میں رکھنے لگی۔

بالاج سکندر کمرے میں داخل ہوا اور تیزی سے آکر اس کے ہاتھوں سے کوٹ جھپٹا جیا دو قدم دور ہو گئی

"میری کچھ ضروری چیزیں تھی اس میں وہی چاہیے۔"والٹ نکال کر کوٹ واپس جیا کو پکڑاتے وہ جتنی تیزی سے آیا تھا ویسے ہی واپس چلا گیا

کھڑوس۔چنگیز خان۔"القابات سے نوازتی وہ کوٹ کو الماری میں رکھنے لگی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ماما بہت بھوک لگ رہی ہے پلیز جلدی سے کچھ کھانے کو دے دیں آپ کو پتا ہے میں نے کل دوپہر سے کچھ نہیں کھایا۔" کچن میں داخل ہوتی جیا نے دہائی دی برتن دھوتی منہا نے پلٹ کر دیکھا اور ثانیہ بیگم جو کسی سے فون پر محوِ گفتگو تھیں انہوں نے بھی اسے گھوری سے نوازا تو وہ آرام سے منہ پر انگلی رکھے چلتی ہوئی منہا کے ساتھ آکر کھڑی ہو گئی۔

"کون ہے کال پر۔" مدھم آواز میں پوچھا کہیں ثانیہ بیگم کے کانوں تک آواز نا چلی جائے۔

"حسینہ آنٹی ہیں۔ اور تمہارے رشتے کی بات چل رہی ہے لڑکا دبئی میں سیٹل ہے بقول ان کے تم راج کرو گی راج۔" منہا نے بھی اسی کے انداز میں بات اس کے گوش گزاری

"واٹ!! پھر سے یار کیا ہے کوئی مجھے سکھ کا سانس کیوں نہیں لینے دیتا اور یہ نام کی حسینہ خود کے رشتے کروائے نا جا کر۔ جب دیکھو کسی نا کسی کو بلایا جا رہا ہوتا ہے مانو لڑکی نا ہو گئی بھیڑ بکری ہو گئی۔ بھئی آجاؤ اور بیاہ کر لے جاؤ۔" اب کی بار جیا کی آواز اونچی تھی یقیناً اس کی بات فون پر موجود ہستی کو بھی سنائی دی تھی اور ثانیہ بیگم جو اس کے سگھڑپن کی کتاب کھولے بیٹھی تھی دھری کی دھری رہ گئی کیونکہ دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئی تھی۔

ثانیہ بیگم نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا جو زبان دانتوں تلے دبائے اب معصوم بن کر کھڑی ہوئی تھی۔

"صحیح کہتا ہے میرا بیٹا اس لڑکی کی زبان نان سٹاپ چلتی ہے نا موقع دیکھا نا محل شروع ہو جاتی ہے۔ کیوں مجھے ذلیل کروانے کا ارادہ ہے تمہارا۔۔"ثانیہ بیگم اس کے پاس آتے ہوئے بولیں اور جیا نے قدم پیچھے لینے چاہے لیکن ہائے رے یہ پھوٹی قسمت پیچھے تو شیلف تھی۔

" اور کیا کہہ رہی تھیں تم بھیڑ بکری تو بیٹا جی تیار ہو جائیں اسی بکری کے بیوپاری آرہے ہیں آج۔۔ کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے جیا ورنہ میں بہت سختی سے پیش آؤ گی۔"ثانیہ بیگم نے جیا کا کان پکڑ کر موڑا تھا لیکن اتنے زور سے نہیں جتنا وہ ڈرامہ کر رہی تھی۔

"""سس۔ مما چھوڑیں یار کان جدا کرنے کا ارادہ ہے کیا اف درد ہو رہا ہے۔۔"سسکیاں بھرتی جیا نے اپنا کان ان کی ڈھیلی سی گرفت سے آزار کروایا منہا یہ شو پوری طرح انجوائے کر رہی تھی اس سب کے زیرِ اثر وہ کل ہوا واقع بھول چکی تھی۔

"ایک سیکنڈ نہیں لگاتی ہیں آپ اس چنگیز خان کی ماں بننے میں۔ نہیں کروں گی ناشتہ۔"جیا کان مسلتی جانے لگی

"منہا میرا ناشتہ روم میں لا دو قسم سے کان میں شدید درد ہو رہا ہے اور شاید میں آج آنے والے مہمانوں سے بھی نہ مل پاؤں۔۔۔"بغیر مڑے کہتی وہ بھاگ گئی ثانیہ بیگم نہ میں سر ہلاتی رہ گئیں تھی یہ لڑکی کبھی نہیں سدھر سکتی تھی۔

منہا بھی کھی کھی کرتی ناشتہ ٹرے میں لگاتی اس کے پیچھے چل دی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"با۔ بابا سائیں میری بات تو سنیں آپ۔" گاڑی پورچ میں کھڑی کرتے جہانداد ملک نے اس کی جانب کا دروازا کھولا تھا اور اسے گھسیٹ کر باہر نکالا

جس پر وہ دہائیاں دینے لگی تھی لیکن انہوں نے بھی آج نہ سننے کی قسم کھار کھی تھی اس کی چادر وہیں پورچ میں گر گئی اور دوپٹا ڈھلک کر شانوں پر بکھر گیا

"ان۔ انمول بیٹا کیا ہوا صاحب آپ۔۔" ایک ادھیڑ عمر خاتون اس کو پکارتی ان کے پیچھے آئی تھی

دھاڑ سے انمول ملک کے کمرے کا دروازا کھولتے انہوں نے اسے اندر پٹخا تھا وہ ہتھیلیوں کے بل نیچے گری صد شکر کہ بیڈ کی پائنتی سے نہیں لگی تھی وہ۔

"کوئی بیچ میں نہیں بولے گا۔" ان کی دھاڑ حویلی کے کونے کونے میں پہنچی تھی اور جیسے ہر شے نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لو ادھیڑ عمر خاتون جن کا نام شائستہ تھا وہیں رک گئیں اور جہانداد ملک نے کمرے کا دروازا اندر سے بند کر دیا۔

انمول اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی ہاتھ میں موجود بیگ بھی گر گیا آج وہ اپنے باپ کے روبرو کھڑی ہوئی تھی وہ باپ جس سے اس نے نظر اٹھا کر کبھی بات نہیں کی تھی۔

"چٹاخ" کی آواز سے لگنے والے جہانداد ملک کے تھپڑ نے اسے واپس زمین بوس کر دیا تھا۔ اس کے ہونٹوں کے کنارے سے خون بہنے لگا۔

Aesthetic Novels

"کیا کرنے گئی تھی تم وہاں۔ بولو جواب دو۔" بالوں سے پکڑ کر اس کے سر کو جھٹکا دیا انمول ملک نے ازیت سے آنکھیں میچ لیں۔ وہ جانتی تھی زندگی میں کبھی نا کبھی یہ لمحہ ضرور آئے گا لیکن اس نے کبھی خود کو ان حالات کے لیے تیار نہیں کیا تھا۔

"مم۔ملک سے ملنے اس کی خیریت دریافت کرنے گئی تھی میں وہاں بابا سائیں۔" ایک ہاتھ سے اپنے بال آزاد کروانے کی کوشش کرتے انمول نے جواب دیا۔ لیکن گرفت بہت مضبوط تھی کیونکہ آج شاید جہانداد ملک کی آنکھوں میں خون سوار ہو گیا تھا۔

"ایک معمولی سے انسان کی خیریت دریافت کرنے کے لیے جانا کم از کم جہانداد ملک کی بیٹی کو زیب نہیں دیتا۔" وہ اس کے منہ پر غرائے تھے اور انمول ملک کو اس لمحے سے نفرت ہوئی جب اس کا سامنہ ان سے ہوا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"سچ سچ جواب دو کیا رشتہ ہے تمہارا اس بدزات کے ساتھ۔۔۔" اس کے بالوں کو اپنی گرفت سے آزاد کیا اور اسے دور جھٹکا جس کی وجہ سے اس کا سر بیڈ کی پائنتی سے لگا تھا اور یہاں انمول ملک کی بس ہوئی تھی اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"محبت کرتی ہوں میں اس سے اور وہ کوئی بدزات نہیں انمول ملک کی محبت ہے۔ سن ا آپ نے۔ انمول ملک کی محبت اسے اس دنیا کا بہترین شخص بناتی ہے۔ آپ کے کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" انمول کے الفاظ نے جہانداد ملک کو پتھر کا بنا دیا تھا۔

وہ اس کے چہرے پر جھکے تھے۔

"تم نے بہت غلط کیا انمول ملک تمہیں محبت نہیں کرنی چاہیے تھی اور اس بدزات سے تو کبھی نہیں۔ کیا تم محبت کرتے ہوئے یہ بات بھول گئی کہ ملکوں پر محبت حرام کی گئی ہے۔" ایک ایک لفظ پر زور دیتے انہوں نے گویا انمول ملک کو یاد دلایا تھا

"محبت حرام اور حلال کا فرق نہیں دیکھتی۔" انمول ملک کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ اس کا دل رو رہا تھا چیخ چیخ کر دہائی دے رہا تھا کہ وہ اگلے سو جنم بھی ملک سے ہی محبت کرتی رہے گی۔

"چچ چچ۔ انمول ملک تمہاری سوچ محبت کے معاملے میں بہت غلط ہے۔ تم کبھی سمجھ ہی نا سکی کہ محبت کیا مانگتی ہے یہ محبت ہی ہے جو قربانی مانگتی ہے کبھی جان کی تو کبھی پایلیے کی اور تمہیں بہت مبارک ہو تم پا لینے کی قربانی دے آئی ہو۔ آئیندہ تم اس حویلی سے تو کیا اس کمرے سے بھی ایک قدم میری اجازت کے باہر نکالا تو تمہاری ٹانگوں کی گارنٹی نہیں دے سکتا میں۔۔۔" جہانداد ملک اپنا فیصلہ سناتے کمرے سے باہر نکلے انمول بھی ان کے پیچھے بھاگی تھی مبادا وہ دروازا بند ہی نا کر دیں۔

لیکن وہ دروازا بند کر چکے تھے

"بب۔ بابا سائیں آپ ایسے نہیں کر سکتے دروازا کھولیں بابا سائیں۔" دروازا پیٹتے اس کے ہاتھ درد کرنے لگے تھے کہ آج تک ایک سوئی بھی نا چبھی تھی اسے۔

"اگر میری اجازت کے بنا کسی نے اس کمرے میں جانے کی یا اسے کھولنے کی کوشش کی تو اپنے انجام کا زمہ دار وہ خود ہو گا۔" چابیاں ہاتھ میں بھینچے انہوں نے وہاں کھڑے تمام ملازموں کو خبردار کیا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

شائستہ بی ایک جانب کھڑی آنسو بہائے جا رہی تھیں۔ انہوں نے انمول کو بیٹی کی طرح پالا تھا اور اس وقت وہ ازیت میں تھی۔

"میں نے آپ سے ساری زندگی کچھ نہیں مانگا بابا سائیں۔" آگے بڑھتے جہانداد ملک کے قدم کمرے سے آتی انمول کی آواز پر تھمے۔ وہ رک گئے تھے جیسے اسے آج بولنے کا موقع دے رہے ہوں۔

"آج آپ میری ایک خواہش پوری نہیں کر سکتے۔ کیسے باپ ہیں آپ۔ اس نے مجھے کہا کہ اس کی محبت مجھے قید کر سکتی ہے غلط وہ جھوٹ بولتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی محبت میرے جینے کی آخری وجہ ہے۔ اس کے بغیر انمول ملک کا وجود کچھ بھی نہیں ہے۔" اس کی آواز میں درد تھا ایک آس تھی جہانداد ملک نے سختی سے اپنے خیالات کو ڈپٹا اگر ان کی بیٹی باغی ہو رہی تھی تو وہ اسے روکنے کی تدبیر بھی کر چکے تھے۔

"وہ کہتا ہے میں خود کو تیار کر لوں۔" جہانداد ملک کا وجود نمک کا مجسمہ بن گیا وہ جانتے تھے اگر انمول ملک نے آگے ایک لفظ بھی بولا تو وہ اپنے دماغ پر کنٹرول کھو دیں گے۔ وہ مڑ کر نہیں دیکھنا چاہتے تھے لیکن اندر جاری اس کی ہچکیوں کی آواز نے انہیں دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

"خود کو پیش آنے والے متوقع حالات کے لیے تیار کر لوں کتنا ظالم ہے نا وہ میری سانسیں چھیننے کی بات اس نے کتنی آسانی سے کہہ دی۔ لیکن یہ بات آپ کو خبردار کرنے کی ہے کہ وہ بچہ جس نے آپ کی شاگردی میں اس دنیا میں قدم رکھا تھا نا وہ آج آپ کے مقابل آ رہا ہے۔ آپ یہ بات کیوں بھول گئے بابا سائیں کہ فرعون کے محل میں پرورش پانے والا موسیٰ ہی اس کے زوال کا سبب بنا تھا۔" وہ چیخ رہی تھی

اور آسمان کا موسم بدلنے لگا۔ ہر طرف گھٹائیں چھا گئیں جیسے تمام راز دفن کر دینا چاہتی ہوں۔ جہانداد ملک کے دل کی طرح سیاہ گھٹائیں۔۔

"آپ نے کبھی نہیں سوچا کہ میں کیا چاہتی ہوں وہاج کیا چاہتا ہے خیر وہ تو خود آپ کے لائف سٹائل کی بھینٹ چڑھ گیا اس سے بھی کیا گلہ لیکن میں میں نے تو کبھی نہیں چاہا تھا کہ سب کچھ یوں برباد ہو اور انمول ملک خالی ہاتھ رہ جائے۔ کیوں ں ں ں ں!!!""ماتم کناں انمول ملک کی آواز نے جیسے حویلی کے درودیوار ہلا کر رکھ دیے تھے۔ دروازے سے لگ کر کھڑا ہونا بھی اس کے لیے دشوار ہو گیا تھا وہ آہستہ آہستہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

"کیوں بابا سائیں کیوں۔ میرے ساتھ ہی کیوں۔۔ آپ ہی کی بیٹی ہوں نا میں لیکن۔۔۔ نہیں میں تو آپ کی بیٹی ہوں ہی نہیں ہاہاہا زبردست۔۔۔ نام کی بیٹی تھی میں تو جسے بوجھ سمجھ کر آپ نے ہمیشہ گھر کے کسی کونے کھدرے میں پڑا رہنے دیا کسی بے کار اور بے جان شے کی طرح۔۔ میں کبھی آپ کی بیٹی نہیں تھی۔ آپ نے کبھی مجھے سمجھ۔ سمجھا ہی نہیں۔۔۔ آپ۔۔" انمول ملک کی آواز انہیں دور سے آتی محسوس ہوئی آخری چند الفاظ کے بعد دروازے کے اس پار خاموشی تھی بارش کا پہلا قطرہ زمین پر گرا اور مٹی سے مل کر خاک ہو گیا۔ کیا اتنی سی تھی اس کی زندگی اور کیا آج کا موسم انمول ملک کے دل کا حال بیان کر رہا تھا۔ وہ مزید کچھ بھی کہے سنے بنا ایک نگاہ غلط دروازے پر ڈالتے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔

اندر کمرے کے دروازے سے لگ کر بیٹھی انمول ملک کی آنکھ سے ایک آنسو کا قطرہ ٹپکا تھا بارش کے پہلے قطرے کی طرح اسی وقت اسی لمحے اور گر کر فنا ہو گیا۔ وہ یک ٹک کھڑکی کو دیکھ رہی تھی جس کے باہر نظر

آتے مناظر دھندلا گئے تھے۔ لیکن اسے ان میں عکس نظر آرہا تھا ماضی کے ماہ و سال کا عکس کسی فلم کی طرح اس شیشے پر چلنے لگا

لیکن وہ ان مناظر میں کھونا نہیں چاہتی تھی جانتی تھی کہ وہ ملک کی تکلیف کی یاد دلاتے تھے اور اس کی تکلیف میں ہی انمول ملک کی بے سکونی تھی۔

""تم میری پسند نہیں ہو ملک۔ تم میری پورے پندرہ سال کی جمع پونجی ہو جسے میں نے اپنے دل میں سجا کر رکھا تھا۔۔ تم انمول ملک کا عشق ہو۔ تمہارے بغیر میری جان زرہ بے نشان ہے۔ تم انمول ملک کی شناخت ہو۔" گھٹنوں میں سر دیے وہ سسک رہی تھی اور اسکے لبوں پر صرف ملک کا نام تھا۔

اے محبت ترے انجام پہ رونا آیا

جانے کیوں آج ترے نام پہ رونا آیا

یوں تو ہر شام امیدوں میں گزر جاتی ہے

آج کچھ بات ہے جو شام پہ رونا آیا

کبھی تقدیر کا ماتم کبھی دنیا کا گلہ

منزل عشق میں ہر گام پہ رونا آیا

مجھ پہ ہی ختم ہوا سلسلۂ نوحہ گری

اس قدر گردش ایام پہ رونا آیا

جب ہو اذکر زمانے میں محبت کا شکیلؔ

مجھ کو اپنے دل ناکام پہ رونا آیا۔

☆☆☆☆☆

"کہاں ہیں وہ سب۔۔" جہانداد ملک نے باہر کھڑے ندیم سے دریافت کیا۔

"سر نیچے طہ خانے میں بند کیا ہوا ہے انہیں کل شام سے۔" تابعداری سے جواب دیتے ندیم بھی جہانداد ملک کے پیچھے ہولیا۔ وہ حویلی کی عقبی جانب بنے طہ خانے میں کارہے تھے وہاں ان تمام لوگوں کو قید کیا گیا تھا جو کل کے واقعے میں شامل تھے بے شک وہ تمام جہانداد ملک کے بھیجے ہوئے تھے مگر بقول جہانداد ملک انہوں نے ایک غلطی کر دی تھی اور ندیم اچھے سے جانتا تھا وہ غلطی ملک پر گولی چلانے کی تھی۔

"ندیم زرا ہمارے شیر کو تو لاؤ۔۔" کرسی پر بیٹھتے جہانداد ملک نے ندیم کو اشارا کیا اگلے ہی لمحے دھاڑتا ہوا شیر طہ خانے میں داخل ہوا اس کی دھاڑ سے سامنے زنجیروں سے بندھے کھڑے وہ لوگ جی جان سے کانپ گئے۔

جہانداد ملک نے اپنا دایاں ہاتھ اس کی پشت پر پھیرا اور وہ سر جھکا کر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

ایک مسکان نے جہانداد ملک کے ہونٹوں کا بسیرا کیا تھا یہ بات ہی بہت دلکش تھی کہ ان کا جانور بھی ان کے ساتھ وفادار تھے۔

انہوں نے خونخوار نظروں سے سامنے دیکھا جہاں ان کا حلق خشک ہو گیا تھا

"کیسے۔۔؟؟ کیسے زندہ بچ گیا وہ بولو۔" ندیم کے ہاتھ سے گن چھینتے انہوں نے ان سب کے سردار کو گولی ماری جو اس کی بائیں ٹانگ پر لگی تھی۔

وہ درد سے کراہا۔ ندیم کا منہ حیرت اور شاک سے کھل گیا وہ اس کی جان لینے کی بات کر رہے تھے لیکن کیوں ایسی کیا خطا ہوئی تھی اس سے اور پھر وہ اپنی سوچ کو جان کر شاطرانہ مسکرا دیا۔

"مم۔مالک۔۔مالک آپ نے ہی تو کک۔ کہا تھا کک۔ کہ صرف ان کو ڈرانا ہے جب تک آپ نہیں وہاں پہنچ جج۔ جاتے اور پھر پتا نہیں کیسے وو۔وہ ملک وہاں آگگ۔گئے اور انہیں گولی لگ گئی۔۔ مم۔میں معافی چاہتا۔۔۔" وہ بیچارا اپنے خون آلود ہاتھ جوڑ کر اپنی جان کی بھیک مانگنے لگا جب جہانداد کی دوسری گولی سے دم توڑ گیا۔

اب ان کا نشانہ دوسرے بندوں کی جانب تھا جو پہلے اس ڈر سے کانپ رہے تھے کہ آج وہ اس شیر کی خوراک بنیں گے اور اب اپنے سردار کی حالت دیکھ کر تھر تھر کپکپا رہے تھے

"تم جانتے ہو میرے شیر کی خاص بات کیا ہے۔" جہانداد ملک اٹھ کر اس شخص کے پاس گئے جو اس دنیا میں اب باقی نہیں بچا تھا۔

"وفاداری۔۔ یہ ہے اس کی خاصیت۔۔ اور مجھے بے وفا لوگوں سے سخت نفرت ہے بلکل اسی طرح اسے بھی ان سے نفرت ہے ورنہ آج اس کے لیے بڑی دعوت کا انتظام کیا جاتا۔"" جہانداد ملک نے کہتے ہوئے اس شخص کے خون سے اپنی ایک انگلی رنگی اور شیر کو پاس بلایا۔

"چچ۔ چچ میرے شیرو کو بھی اس بے وفا کا خون پسند نہیں آیا۔ افسوس ہوا یہ جان کر کہ اب تم لوگوں کا مقدر میری گن میں موجود گولیاں ہیں۔" شیر نے پاس آکر جہانداد ملک کی انگلی پر لگے خون کی مشک لی اور پھر ناپسندیدگی سے چہرہ موڑ گیا

اس کی یہ عادت جہانداد ملک کے چہرے پر مسکراہٹ لے آئی طنزیہ مسکراہٹ۔

وہ کھڑے ہوئے اور باہر کی جانب بڑھتے ہوئے ندیم کے ہاتھ سے ٹشو پکڑ کر انگلی پر لگا خون صاف کیا۔

شیر بھی ان کے پیچھے آرہا تھا اسے معلوم تھا کہ اب اسے اس کا کھانا مل جائے گا۔

"یہ تمام کی تمام گولیاں ان کے وجود کے آر پار کر دو۔" گن ندیم کے ہاتھ میں تھماتے وہ طہ خانے کی سیڑھیاں چڑھتے اوپر چلے گئے شیر بھی ان کی تابعداری میں باہر نکل گیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

موسم سکندر ہاؤس کے مکینوں کے لیے بھی ایک سا تھا۔ ٹپ ٹپ برستی بارش اور بارش کے قطروں کی طرح فنا ہوتے پرانے جزبات کسی کے دل کی امنگ کو بڑھا دینے والے تو کسی کے دل کو روگ لگا دینے والے۔

"ارے آپ لوگوں نے تو کچھ کھایا ہی نہیں کچھ لیں نا۔" ثانیہ بیگم نے مہمانوں کے سامنے لگی مختلف اقسام کی اشیاء کو دیکھ کر کہا جنہیں چھونے کی زحمت نہیں کی گئی تھی۔ یہ لوگ بھی آج جیا سکندر کے رشتے کے لیے آئے تھے۔

"ارے نہیں بہن اس تکلف کی کیا ضرورت بس آپ لڑکی کو بلا دیں وہ دراصل ہمیں ایک دعوت پر بھی جانا ہے۔" رشتہ لانے والوں کی طرح وہ بھی سیدھا مدعے پر آئی تھیں۔

"جی۔جی ضرور منہا بیٹا جاؤ جیا کو بلا لاؤ۔" منہا ہاں میں سر ہلاتی جی کو لینے چلی گئی۔

"آپ کا بیٹا نظر نہیں آرہا کیا نام بتایا تھا آپ نے بالاج ہاں بالاج سکندر۔" نصرت بیگم بولی تھیں۔

"جی بالاج اسے آفس میں بہت ضروری میٹنگ اٹینڈ کرنا تھی تو وہ اور اس کے بابا وہی پر ہیں۔" ثانیہ بیگم کے لاکھ کہنے کے باوجود ان کی واپسی ممکن نہیں ہوئی تھی

"اچھا اچھا ارے ماشاءاللہ ماشاءاللہ۔ دیکھو راحم کتنی پیاری لگ رہی ہے ہماری بہو۔" نصرت بیگم نے اپنے بیٹے کو متوجہ کیا۔ منہا جیا کے ساتھ لاونج میں داخل ہو رہی تھی راحم صاحب نے بھی غور سے اسے دیکھا

"اور بیٹا کیا کرتی ہیں آپ۔" نصرت بیگم نے جیا کو اپنے اور راحم کے ساتھ صوفے پر زبردستی بٹھاتے استفسار کیا۔

"کچھ بھی نہیں۔۔" جیا کی زبان بے ساختہ پھسلی اور اپنی غلطی کا احساس ہوا جب ثانیہ بیگم کی نظریں خود پر محسوس ہوئیں۔ منہا کی بھی بتیسی نکلی تھی

"ہاہا۔ بیٹا کیا کیا بنا لیتی ہو آپ۔" نصرت بیگم اس کے جواب پر کھجل ہوتی سوال ہی بدل گئیں

"بیوقوف بہت آسانی سے بنالیتی ہوں میں۔"معصومیت کی تو انتہاہ تھی ثانیہ بیگم سر پکڑ کر رہ گئیں یہ لڑکی ضرور نہیں یقیناً انہیں زلیل کروائے گی۔اب کی بار منہا نے اپنا قہقہہ ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ ہوتا چہرہ ہی موڑ لیا۔

"کیا!!"راحم اور نصرت بیگم ایک ساتھ بولے

"مم۔میرا مطلب تھا کہ سب کچھ با آسانی بنالیتی ہوں۔"جیا نے جلدی سے بات سنبھالنا چاہی ثانیہ بیگم کی گھوریاں تو وہ برداشت کرلیتی اور اگر اس کی شکایت چنگیز خان تک پہنچ گئی تو۔۔وہ لاحولا ولا قوۃ پڑھ کر رہ گئی۔

"اچھا اچھا تو بہن آپ کی بیٹی ہے تو بہت خوبصورت اللہ تعالیٰ اس کے نصیب بلند کرے۔"انہوں نے جیا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ثانیہ بیگم سے کہا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"آمین۔"منہا اور ثانیہ بیگم ایک ساتھ بولیں۔اس کے نصیب کی دعائیں تو ثانیہ بیگم ہر لمحے کرتی تھی اور انہیں یقین تھا کہ وہ نصیب کی دھنی ہی نکلے گی۔

"تو پھر ہم کب آئیں منگنی کی تاریخ لینے۔"اب وہ اصل بات کرنے لگی تھیں۔جیا کے کان بھی ادھر ہی لگے تھے اور منہا جیا کو اتنا شریفانہ انداز میں بیٹھے دیکھ مسلرا رہی تھی

"جب آپ کو مناسب لگے ہماری تو کوئی ڈیمانڈ نہیں ہے۔"خلوصِ دل سے انہوں نے ہاں کی تھی اس معاملے میں تو پہلے ہی بالاج سکندر اور معید سکندر اپنی رائے دے چکے تھے۔

"لیکن ہماری ہیں بھئی اب اتنے بڑے گھر کی بہو بیاہ کر لے جا رہی ہوں تو خالی ہاتھ اچھا تو نہیں لگتا نا بس منگنی کی تاریخ لینے آئے گے تو آپ کو اپنی ڈیمانڈ بتا دینگے۔" جیا نے حیرت سے ان کی جانب دیکھا منہا کے اندر بھی غصے کا وبال آیا تھا وہ لوگ یقیناً لڑکی کا رشتہ نہیں بلکہ اے ٹی ایم سے اپنی مطلوبہ رقم نکلوانے آئے تھے۔ ثانیہ بیگم کو بھی ان کی بات بھلی نہیں لگی لگتی بھی کیوں اتنے خلوص کے بعد وہ اپنی اصلیت دکھا رہی تھیں۔

"جی۔ ضرور میں بالاج اور اس کے بابا سے بھی مشورہ کر لوں گی پھر آپ آجایئے گا منگنی کی تاریخ لینے۔" ثانیہ بیگم کی بات پر جیا وہاں سے اٹھ کر جا چکی تھی اور منہا اور ثانیہ بیگم پیچ و تاب کھا کر رہ گئی وہ ضرور اس رشتے سے ناخوش ہو گئی تھی۔ کچھ دیر مزید سوال و جواب کے وہ لوگ واپس چلے گئے۔ ثانیہ بیگم کو مزید پریشانی لاحق ہو گئی تھی اس حسینہ کو تو وہ بعد میں پوچھیں گی پہلے اپنے بیٹے اور شوہر کو تو سمجھا لیتیں۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

" آرام سے بھائی۔" مومن ابراہیم "ملک" کے کمرے میں داخل ہوتے بولا اس نے کہا بھی تھا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ اسے پکارلے لیکن یہ بھی کوئی ڈھیٹ انسان ہی واقع ہوا تھا۔

"ارے کوئی بات نہیں مومن اتنی سی تکلیف میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ میں ٹھیک ہوں۔" ملک نے کوفت سے اپنی چوٹ کو دیکھا اور مسکرا کر مومن کو تسلی کروائی۔

"جی اسی لیے تو فٹ بال کی طرح اچھل رہے ہیں۔" مومن نے اس کے بیڈ پر بیٹھے رہنے پر چوٹ کی۔

"اتنے حاضر جواب کیوں ہو تم۔"ملک نے اس کے بال بکھیرے اس نے دھیرے سے اس کا ہاتھ اپنے بالوں سے نکالا۔

"آپ ہی کی شاگردی میں ہوں۔"مومن ابراہیم کی بات پر ملک نے قہقہہ لگایا مصنوعی چھوٹا سا قہقہہ

"اچھا بتائیں کیا کھائیں گے میں آج آپ کی پسند کا پلاؤ بنالیتا ہوں کیسا؟؟"ملک نے تشکر سے اسے دیکھا ہاں وہ اس کے لیے بھائیوں جیسا نہیں بھائیوں سے بڑھ کر تھا۔ملک کو شرارت سوجھی۔

"ہاں یار واقعی میں تمہارے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے تمہاری کبھی نہ ہونے والی بیوی راج کرے گی۔"مسکراہٹ ضبط کرتے ملک نے مومن کس چھیڑا۔اس کی کان کی لوئیں تک سرخ ہو گئیں۔سٹپٹاتے ہوئے مومن اس کی بینڈج چینچ کرنے لگا۔اس بات کے جواب میں وہ اگلی صبح تک بھرپور شرمانے والا تھا۔ملک کا قہقہہ ابھرا اب کی بار وہ مصنوعی نہ تھا بلکہ اس میں پیار تھا اپنے پیارے کے لیے۔

"بڑے خوش نظر آرہے ہو ملک۔خیر تو ہے کون سا خزانہ ہاتھ آگیا۔"دروازے میں ایستادہ وہاج ملک نے اندر آتے ہوئے طنز کیا تھا۔

ملک نے مٹھیاں بھینچ کر اس کو دیکھا اگر اس وقت وہ بے بس نہ ہوتا تو یقیناً اس کو اندر داخل نہ ہونے دیتا۔

ملک نے آنکھ کے اشارے سے مومن کو باہر جانے کا بولا۔وہ مصنوعی خفگی سے باہر چلا گیا ایسی بھی کیا راز و نیاز کی باتیں تھیں جو بھائی نے اس کی موجودگی میں نہیں کرنی تھیں۔

وہ باہر گھر سے ہی باہر نکل آیا دراصل یہ حویلی سے ملحقہ انیکسی تھی جو حویلی کے اندر ہی موجود تھی وہ وہاں شیڈ تلے رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔اور قطرہ قطرہ برستی بارش کو دیکھنے لگا کوئی اور بھی

اپنی پرانی پوزیشن میں سامنے حویلی کے اوپری منزل کے کمرے میں لگی کھڑکی کے اس پار بیٹھا یہ منظر دیکھ رہا تھا ساکت ہو کر۔ انمول ملک کا دل اس بات کو جھٹلا رہا تھا کہ وہ قید کو مسترد کر کے آزادی میں آچکی ہے۔ ہاں اصل قید تو یہ تھی جس سے رہائی موت کے بنا تو ممکن نہ تھی۔

جب ملک کو گھر لایا گیا تو اس کے اندر ایک پل کے لیے جزبات ابھرے تھے کہ وہ جا کر اسے دیکھے اسے اپنا حال سنائے لیکن وہ ہرجائی شاید تمام حدیں محدود کر گیا تھا۔

وہ وہیں بیٹھی رہی جب اسے باہر سے شور کی آواز آئی کہ وہاج ملک واپس آگیا ہے اس کا دل کیا اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لے وہ ان تمام آوازوں کا گلا گھونٹ دینا چاہتی تھی۔

"کیوں آئے ہو تم یہاں۔۔؟؟" ملک کے جواب پر وہاج ملک کی باچھیں پھیلی تھیں اس کا دل کیا وہ اس کی بے بس حالت پر قہقہے لگائے۔

کیوں ما۔۔ نانانا" ملک " کیسا لگ رہا ہے اس بات پر پڑے رہ کر ہائے میرا دل سینے میں اچھل کود کر رہا ہے تمہاری بے بسی پر۔ افف یار۔۔" وہاج نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنس رہا تھا۔

"تمہارا دل بھی تمہاری طرح ایک نمبر کا کمینہ ہے۔ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔" کوفت سے اس وہاج نامی بلا کو غائب ہونے کا بولا۔ لیکن مقابل کا انداز ایسے تھا جیسے اسے اس بات سے رتی برابر فرق بھی نہ پڑا ہو۔

"ڈیریسٹ کزن۔ تم کیوں یہ بات بھول رہے ہو کہ یہ تمام جگہ۔۔۔" وہاج اپنے اندر کا غبار قابو کرتا دانت نکوستے بولا لیکن ملک نے اس کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا۔

"میرے سگے ماموں کی ہے۔ اور اس پر شاید تم سے زیادہ وہ مجھے حق دیتے ہیں اب پلیز اپنا یہ مکروہ چہرا لے کر چلے جاؤ ورنہ شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالنے کے انجام کے زمہ دار تم خود ہو گے۔" ملک نے اسے باہر کا راستہ دکھایا لیکن وہ باہر کی بجائے اس کی جانب آتا اس کے چہرے پر جھکا۔

"ابھی شائستہ بی کے منہ سے انمول کی بابت استفسار کر کے آرہا ہوں۔ اور مجھے بتاتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ تمہاری محبوبہ اس وقت کس ازیت میں ہے۔ پھٹے ہوئے ہونٹ۔" وہ وہاج ملک ہی کیا جو اس کو سکون لینے دے اپنی حالت کا اچھا خاصا بدلہ بھی تو لینا تھا نا اس نے۔

ملک کا دل انمول کی بات پر دھڑکا تھا ہاں وہ اس کا حال جاننا چاہتا تھا لیکن اس جیسے شخص سے نہیں۔ ملک کا دل انمول کی حالت سن کر ہی پسیج گیا۔ جبکہ وہاج آگے بول رہا تھا

"ماتھے پر چوٹ" اس نے سو مرتبہ خود کو لعنت بھیجی کیا ضرورت تھی اتنا سب کچھ کہنے کی۔ صحیح طریقے سے انکار بھی تو کر سکتا تھا۔

"چچ۔ تم شاید پہچان ہی نہ پاؤ کہ وہ انمول ہے یا کوئی اور۔" آخر میں وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا ملک کو اس شخص سے ایک بار پھر نئے سرے سے نفرت ہوئی تھی۔

"کتنے بغیرت بھائی ہو نا تم بہن کو تکلیف میں دیکھ کر خوش ہو رہے ہو۔" ملک نے بند مٹھی بستر پر ماری

"ہاں کیونکہ ساری غیرت تم میں جو ہے۔" وہاج کی آنکھوں سے جیسے شرارے پھوٹ رہے تھے

"افسوس ہو رہا ہے مجھے تمہیں اس حال میں دیکھ کر تم تو ترس کھائے جانے کے بھی قابل نہیں ہو۔" ملک نے اس کی ہٹ دھرمی کو سراہا وہ اسے ازیت دے رہا تھا الفاظی ازیت۔

"ہاہاہااور مجھے تم پریاد کروکیسے تم نے مجھے جلایا تھاتب تمہیں ترس نہیں آیا تھا۔۔"وہاج ملک بھی دھاڑا تھاشاید اپنے ساتھ ہوئی ناانصافی پر لیکن ملک نے تواس کاانجام اچھاکیا تھا۔

" بلکل بھی نہیں آیا تھامیرابس چلتاتو تمہیں اسی تیزاب سے بھسم کردیتالیکن پھر تم سے بنارشتہ آڑے آ گیا۔ورنہ اتنی بھول تمہیں تونہ تھی کہ میں کون ہوں۔"ملک نے وہاج کودیکھتے اپنے دل کی بات کہی

"میں اچھے سے جانتاہوں۔۔تم کون ہو۔تم میرے باپ کے۔۔۔۔۔۔"وہاج کے زبانی پھونکے جانے والاصوراس کے لیے آب حیات بن کر ثابت ہواتھااس کے الفاظ نے توملک کوہمت دلادی تھی۔ملک نے وہاں کی مکمل بات سنی تھی اور تبھی وہاج کواپنے کاندھے پر مومن ابراہیم کی سخت گرفت محسوس ہوئی وہ اسے باہر گھسیٹ رہاتھا۔مومن خفابھی تھالیکن ملک کوازیت نہیں پہنچنے دے سکتاتھااس نے کھینچ کر وہاج کوکمرے سے نکال دیا۔

پیچھے ملک نے تکان سے آنکھیں بند کی تھیں۔ایک تووہاج ملک کی باتیں دوسرامومن ابراہیم کی ناراضگی۔ اب اسے بھی منانا تھاایسے جیسے اپنی روٹھی ہوئی محبوبہ کومنانا۔

"گڈایوننگ ڈیریسٹ وائیفی۔۔کیایار آپ توبھول ہی گئی ہیں کہ آپ کاایک عدد معصوم ساشوہر بھی ہے۔"آج علی عمان نے منہاکوخود کال کی تھی ویسے تونکاح کے بعد سے ان دونوں میں اچھی بات چیت تھی لیکن آج بہت دنوں بعداس نے منہاکویاد کیا تھا

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ایم سوری۔ علی آپ جانتے ہیں ناجیا کا پروپوزل آناتھااور پھر میں اس دن والے واقعے سے بھی بہت ڈر گئی تھی۔" منہابالکونی میں کھڑی پودوں کو پانی دیتے ہوئے عمان سے باتیں بھی کر رہی تھی۔

"ویسے کیابناپرپوزل کا۔ ہوگئی ڈیٹ فکس۔" فون جے سپیکر سے علی عمان کی آواز ابھری

"جی بھائی اور باباکا کہنا ہے کہ نیکسٹ ویکیںڈ ان لوگوں کو منگنی کی ڈیٹ فکس کرنے کے لیے بلالیا جائے۔" منہابولی۔ کیونکہ ثانیہ بیگم نے اسی دن سب سے بات کرلی تھی۔ جس پر بالاج کارویہ بہت خشک تھاوہ اگنور کر گئیں۔

"ہاں یار جلد از جلد کرواس کی شادی کی بات پھر ہم بھی سوچے اپنا کچھ۔" علی عمان کی بات پر منہاکاچہرا پل میں سرخ ہوا۔

Aesthetic Novels

"صبر نہیں ہورہاآپ سے۔؟" اپنی خفت چھپاتی وہ اسی پر اترائی تھی۔ علی عمان نے گھور کر فون کو دیکھا جیسے اسے یہیں سے کھاجائے گا

"جی بالکل بھی نہیں ہورہاپچھلے دوسالوں سے انتظار ہی کیاہے مزید چند دن اور سہی۔" علی کی ٹھنڈی آہ بھرنے پر منہاہنس دی اس کے بعد وہ دونوں ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف ہوگئے۔

بالکونی سے اندر جھانکو توجیاسکندر سٹڈی ٹیبل پر لیپ ٹاپ رکھے اس پر انگلیاں چلارہی تھی۔

"شٹ!! یار۔۔ عجیب بندہ ہے سوشل میڈیاپر کوئی سراغ تک نہیں ہے اس کا۔ کیا کروں میں ۔۔" درحقیقت وہ اس اینجل کی انفارمیشن نکالنے کی کوشش کررہی تھی جو ناممکن سی بات تھی اور پھر وہ

مسکرائی۔ شرمائی اور سر جھکا کر ہنس دی مدھم سا ورنہ اس کی ہنسی کی جلترنگ تو ہر کوئی سنتا تھا۔ وہ اپنی شادی کا سوچ کر ہنس دی۔

عام لڑکیوں کی طرح اس کی سوچیں بھی اپنی شادی کے حوالے سے بہت بڑھ رہی تھیں۔ کیونکہ وہ بھی ایک عام سی لڑکی تھی کچھ خاص تو نہ تھا اس میں۔

"جیا سکندر۔۔ کیوں تم میرے حواسوں پر حاوی ہو رہی ہو۔ کیوں دماغ تمہارے علاوہ کسی دوسرے کو سوچ ہی نہیں رہا۔" اپنے کمرے میں بیڈ پر دراز بالاج سکندر نے اپنی سوچوں کو ڈپٹا۔

"اس کی شادی ہو جائے گی بالاج سکندر ہوش کے ناخن لو۔" اندر سے آواز آئی اس کا ضمیر اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"تو ہو جائے مجھے کون سا فرق پڑتا ہے وہ دوسرے کسی کو تو بھا سکتی ہے لیکن بالاج سکندر کو نہیں۔۔" وہ بہت دیر سے اس کو سوچ رہا تھا اس کا کام کرنے کو بھی دل نہیں کر رہا تھا

کہ بار بار وہ لڑکی اس کی سوچوں پر غالب آ جاتی۔ وہ چاہ کر بھی جان نہیں چھڑا پایا تو کام بند کر کے اسے سوچنے لگا اور پھر دل اور ضمیر کی جنگ ہوئی اتنی زیادہ کہ ہر بار کی طرح اس دفعہ بھی اس کا دل فتح ہو گیا جو اس بات کی گردان کر رہا تھا کہ وہ لڑکی اس کے لیے اہمیت رکھتی جا رہی ہے۔

"جیا سکندر سونے دو مجھے۔۔" سوچوں میں غلطاں اس نے جیا سکندر کے تصور کو ڈپٹا لیکن ایک بار پھر سے اس کی ہنسی گونجی تھی ہر جانب اور پھر وہ اسی کے خیال کے ساتھ نیند کی وادیوں میں گم ہو کر رہ گیا

"یا اللہ خواب میں بھی افف۔ آپ سے روزانہ کسی حسین خواب کی دعا کر کے سوتی ہوں لیکنپھر بھی ہر بار کی طرح آپ اس کھڑوس سوری بالاج کو بھیج دیتے ہیں۔" دھیمی آواز میں بڑبڑاتی وہ کوفت سے نیند سے بیدار ہوئی۔

منہا دوسری جانب کروٹ لیے سو رہی تھی۔

اس لیے وہ دھیمی آواز میں بولی۔۔

"آپ نے دیکھا نا اللہ تعالیٰ وہ کیسے مجھے خواب میں بھی ڈانٹ رہے تھے ہمیشہ ڈانٹتے ہیں وہ۔ کل میری منگنی کی تاریخ طے ہونی ہے پلیز اللہ تعالیٰ ان کو میرے خیالات سے دور بھگا دیں نا۔" وہ اب بھی اپنے رب سے ہمکلام تھی۔ جب اس کے پاس کوئی نا ہوتا کہنے اور سننے والا تو وہ اپنے رب سے باتیں کرتی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

کچھ ہی دیر میں مؤذن کی صدا بلند ہوئی تو وہ اٹھی اور نماز کی نیت سے وضو کرنے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انمول ملک ڈھلتے سورج کے وقت اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑی تھی ایک ہاتھ میں چائے کا کپ تھامے اس کی نظریں نیچے موجود انیکسی کی جانب تھیں۔ جب اسے دوسری طرف سے ملک آتا ہوا دکھائی دیا اس کا زخم ابھی پوری طرح سے بھرا نہیں تھا اس لیے اس کا بازو پلستر میں قید تھا۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے اس کی نگاہ اوپر کی جانب اٹھی اور پھر تو جیسے پلٹنا ہی بھول گئی۔ آج اتنے دنوں بعد وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

سفید رنگ کا جوڑا پہنے اس کے بال ہوا کے ساتھ پیچھے کی جانب اڑ رہے تھے۔ وہ ٹھہر کر اس قدرت کے شاہکار کو دیکھے گیا انمول نے بھی اپنی جگہ سے ہلنے کی غلطی نہیں کی تھی وہ بھی اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن اتنی دور سے اسے اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں کوئی جزبہ نظر نہیں آیا یا پھر وہ کمال کی اداکاری کرتا تھا اس نے دل میں سوچا۔

"ہاں انمول میں ایک اداکار ہی ہوں" ملک کے بھی دل نے صدا بلند کی۔ بالکنی میں کھڑی وہ ملک کو ڈھلتی شام کا حصہ معلوم ہوئی تھی۔ اس کا دل اس بات پر ایمان لے آیا کہ اسے کھو کر وہ اپنا بہت بڑا نقصان کر چکا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ملک۔ تم نے تو مجھے آزادی بخش کر عمر بھر کا وہ غم دیا ہے جو ساری زندگی مجھے اندر ہی اندر کھاتا رہے گا۔" انمول نے ایک ہاتھ سے چہرے پر آتے بال پیچھے کیے۔

"یہ غم ہجر کا حصہ ہے انمول اسے ہمارے بیچ آنا ہی تھا۔" ملک نے جیسے اس کے سوال کا جواب دیا تھا۔
انمول ملک کی آنکھوں میں کرچیاں ابھری۔

"لیکن محبت تو شراکت داری برداشت نہیں کرتی تو پھر تمہارے اور میرے بیچ یہ جدائی کیوں۔" اس کا دل تو ملک نے اس دن ہی مار دیا تھا جب اسے آزادی کا پروانہ تھمانا چاہا تھا۔ لیکن وہ اس دن سے اس چار دیواری کے بیچ قید ہو کر رہ گئی تھی۔

"آپ کو میری طرح اس کو قبول کرنا ہو گا انمول۔ شاید ہمارا انجام یہی تھا۔" ملک کا دل جیسے تمام جوابات دینے کے ارادے رکھتا تھا۔ لیکن ایک دم اچانک سے وہ انیکسی کے اندر گم ہو گیا۔

طنزیہ مسکراہٹ نے انمول ملک کے لبوں کا بسیرا کیا وہ سختی سے آنکھیں میچ گئی لیکن اس بار کوئی آنسو نہیں گرا تھا کیونکہ وہ تمام آنسو اپنے اندر اتار چکی تھی۔

جہانداد ملک نے اس کو کمرے سے تو رہائی دے دی تھی لیکن وہ اس دن سے حویلی سے باہر نہیں نکلی تھی۔

"جی تو پھر اگلے مہینے کی پندرہ تاریخ کو جیا اور راحم کی منگنی کر دیتے ہیں آپ کا کیا خیال ہے معید صاحب۔۔" نصرت بیگم اور راحم آج منگنی کی تاریخ لینے آئے تھے لینے کیا وہ تو خود ہی تاریخ بتا رہے تھے معید سکندر نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ثانیہ بیگم بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ جبکہ جیا اور منہا کچن میں تھیں۔ اور رہی بات بالاج کی تو وہ آج بھی گھر پر نہیں تھا کوئی ضروری کام تھا اسے یا شاید اب کی بار وہ بہانہ کر رہا تھا۔

"مبارک ہو پھر آپ سب کو۔ اب منگنی کی تاریخ طے ہو ہی گئی ہے تو کچھ جہیز کے متعلق بھی بات چیت ہو جائے ظاہر ہے بھئی تیاری میں وقت تو لگتا ہے نا۔" نصرت بیگم نے ان دونوں سے اجازت چاہی۔ جبکہ راحم بھی ادھر ادھر نظریں گھما رہا تھا

جی ضرور آپ لوگ اگر لسٹ۔۔"

"لل۔ لسٹ یہ رہی لسٹ ہم نے بنا کر رکھی ہوئی تھی پہلے سے ہی۔" نصرت بیگم نے معید سکندر کی بات بیچ میں ٹوکتے جلدی سے لسٹ نکال کر سامنے کی۔

ثانیہ بیگم تو شرمندہ ہو کر رہ گئیں۔ معید سلندر نے لسٹ پڑھنی شروع کی

ایک گھر۔ گاڑی اور ساتھ میں ملازم بھی رکھ کر دینے ہیں۔ جہیز کا سارا سامان اور سکندر سن آف انڈسٹریز میں راحم کے لیے اچھی پوسٹ۔۔

معید سکندر نے لب بھینچ کر ان دونوں ماں بیٹا کی جانب دیکھا جو بے خبر بنتے ادھر ادھر دیکھنے میں مصروف تھے۔ تبھی باہر گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔

"بہن مانا کہ لڑکی کو جہیز دیا جاتا ہے لیکن اتنا سب کچھ دیکھ کر تو آپ کا لالچ نظر آرہا ہے آپ میری بیٹی کو بیاہیں گی یا لاٹری سمجھ کر رکھیں گی۔" ثانیہ بیگم نے ان کے لالچ پر چوٹ کی۔ وہ دونوں ماں بیٹا گڑبڑا گئے۔

بالاج بھی گھر کے اندر داخل ہو چکا تھا

"جیا۔ جیا ایک گلاس پانی پلا دو۔۔" وہ شاید سمجھ رہا تھا کہ مہمان جا چکے ہونگے اس لیے کچن میں کھڑی جیا کو حکم دیتے وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھا جب اسے لاونج سے ثانیہ بیگم کی آواز آئی وہ دروازا کھولتا اندر داخل ہوا۔

"ہاں تو آپ کی بیٹی کو کون سا سرغاب کے پر لگے ہیں۔ ارے آپ کو تو شکر کرنا چاہیے کہ ہم آپ کی بیٹی کو بیاہ رہے ہیں۔" ان کو تو پتنگے ہی لگ گئے تھے۔ بالاج نے نا سمجھی سے پہلے اپنے ماں باپ کو دیکھا اور پھر جیا کو جو پانی کا گلاس ٹرے میں رکھے دروازے پر ایستادہ تھی۔

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

"کیا مطلب ہے آپ کا ہماری بیٹی میں کوئی عیب نہیں ہے جو آپ ایسی باتیں کر رہے ہیں۔۔" ثانیہ بیگم اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔انہوں نے جیا کو بیٹی سے بڑھ کر چاہا تھا اور اس وقت ان کے اندر غصے کا بھونچال آ گیا تھا۔

بالاج کی بھی پانی کے گلاس پر گرفت سخت ہوئی کسی بھی غلط کام سے خود کو باز رکھا جبکہ جیا بھی وہیں سر جھکائے کھڑی تھی۔منہا شور کی آواز سن کر وہاں آ گئی تھی۔

نصرت بیگم اور راحم بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ساتھ ہی معید سکندر بھی کھڑے ہو گئے وہ اس عورت کے منہ نہیں لگنا چاہتے تھے ورنہ اتنی سی چیزیں تو وہ اپنی بیٹی پر سے وار کر پھینک دیتے۔

"ارے عیب نہیں تھا تو اسے اپنے بیٹے سے کیوں نا بیاہا۔میں بتاتی ہوں یقیناً اس نے کوئی نا کوئی گل کھلایا۔۔۔"سر جھکائے کھڑی جیا نے اپنا آنسو صاف کیا اور یہیں بالاج سکندر کی بس ہوئی تھی

"انففف۔"گلاس زمین پر پٹکتے وہ دھاڑا تھا جیا اور منہا سہم کر پیچھے ہٹ گئیں۔

"اپنی زبان کو لگام دیں آپ۔اس الزام تراشی کا جواب مجھے بہت اچھے سے دینا آتا ہے۔۔۔"وہ ان کے مقابل جا کھڑا ہوا تھا۔

معید سکندر نے اسے روکنا چاہا لیکن وہ آپے سے باہر ہو رہا تھا۔

"تمہارے پاس کوئی جواب نہیں ہے بالاج سکندر کیونکہ شاید تم بھی اس کی اصلیت سے۔۔"بالاج نے ایک زوردار پنچ اس کے جبڑے پر مارا۔

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

راحم کے منہ میں خون کا ذائقہ گھل گیا تھا۔ نصرت بیگم نے بالاج کو پیچھے ہٹانا چاہا۔

"ایک لفظ اور نہیں۔۔" اس کا گریبان جکڑتے وہ ایک بار پھر سے دھاڑا تھا۔ راحم کا خون کھول اٹھا اس تزلیل پر۔

"اتنی ہی پاکیزہ اور بے عیب تھی تو خود کیوں نا کر لی تم نے اس سے شادی۔" اپنا گریبان اس کی گرفت سے آزاد کرواتے وہ باز نہیں آیا تھا۔ جیا نے غصے سے اس کی جانب دیکھا۔

"کرلوں گا میں اس سے شادی۔۔ تم سے پوچھ کر نہیں کرنی۔ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے ورنہ دھکے مار کر نکالوں گا۔" گریبان چھوڑتے بالاج نے اسے باہر کی جانب دھکیلا۔

"چل بیٹا چل یہاں سے ایسے ذلیل لوگوں میں رشتی کرنے سے بہتر ہے تو کنوارا ہی مر جا۔" منہ میں جو آیا وہ بولتی نصرت بیگم نے راحم کو بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ چلایا۔

دروازے میں کھڑی جیا پر ایک نخوت بھری نظر ڈالتے وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔

بالاج نے چہرے پر ہاتھ پھیر کر اپنا غصہ کنٹرول کرنا چاہا۔

معید سکندر گہری سانس بھرتے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"ایسے پنچ اور گھٹیا لوگوں میں رشتہ کر رہے تھے آپ لوگ جیا کا۔ کم از کم تھوڑی سی تو جانچ پڑتال کر لینی چاہیے تھی آپ کو۔ اور تم بہت شوق ہے تمہیں یوں سج دھج کر۔۔۔ شو پیس کی طرح لوگوں کے سامنے آنے کا۔" معید اور ثانیہ بیگم سے بات کرتے آخر میں اس کی توپ کا رخ جیا کی جانب تھا جو ہونٹ کاٹتی

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اپنے آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بالاج کی بات پر ایک پر شکوہ نظر ان سب پر ڈال کر وہ اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔

"چلو جی۔ شروع ہو گیا اس کا ڈرامہ۔" بالاج نے کوفت سے کہتے صوفے پر سیٹ سنبھالی اور منہا کو اس کے پیچھے جانے کا اشارا کیا۔ وہ ہاں میں سر ہلاتی اس کے پیچھے چلی گئی۔

"بہت غلط بات ہے بالاج آپ کو اسے ڈانٹنا نہیں چاہئے تھا بچی کو دکھ ہوا ہو گا۔" ثانیہ بیگم نے بالاج کی کلاس لی۔

"چھوڑیں آپ اسے اور ایک بات میری کان کھول کر سن لیں۔۔ آج کے بعد آپ کو جیا کے متعلق ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے رشتے کی زمہ داری آپ مجھے دیں۔" وہ بولا

"اچھا بیٹا جی اور یہ تم نے ابھی کیا بات کی تھی۔ کہ تم کر لو گے جیا سے شادی۔۔۔(توقف کیا) کیا تم واقعی اس سے شادی کرو گے۔" معید سلندر کی آنکھیں چمک گئی تھیں بالاج کی بات پر۔۔ بالاج نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔ اس نے ایسا کب بولا تھا وہ اسے یاد آیا۔

"یا اللہ۔" ٹھنڈی آہ بھرتے وہ ان کے خیالات پر پانی پھیرتا وہاں سے باہر نکل گیا۔ جبکہ معید سکندر ثانیہ بیگم کی جانب دیکھ کر مسکرا دیے۔ ان کی نظروں میں چھپے مفہوم کو سمجھتی ثانیہ بیگم بھی مسکرا دیں۔

"اللہ کرے جیسا آپ سوچ رہے ہیں ویسا ہی ہو۔" انہوں نے دل سے دعا کی تھی جیا کے لیے۔

\-------------------

بیڈ پر دراز انمول ملک کی سماعتوں میں دروازا کھلنے کی آواز پڑی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

سامنے ہی جہانداد ملک کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

"کب تک یہ سوگ منانے کا ارادہ ہے تمہارا۔ ویسے تمہاری اس اداسی کا حل نکال لیا ہے میں نے۔" جہانداد ملک نے اس کے سامنے بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھتے اس سے کہا۔ بے شک انمول کی یہ حالت انہیں اندر ہی اندر گلٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔

"کیسا حل۔۔" اس کے ہونٹوں سے پژمردہ سی آواز نکلی تھی۔ نا جانے اب کون سا حل ڈھونڈ لیا تھا انہوں نے۔

"میرے ایک پرانے بزنس پارٹنر کے بیٹے کا رشتہ آیا ہے تمہارے لیے۔ لڑکا بہت اچھا ہے لندن سے ایم بی ایس کر کے آیا ہے۔" انہوں نے حل بتایا اور انمول ملک کو لگا وہ اس کی باقی ماندہ سانسیں نکال لینے کی بات کی ہو۔

" کبھی نہیں بابا سائیں میں ایک دفعہ پہلے ہی اپنی بات مان چکی ہوں لیکن آپ میرے ساتھ یہ سب نہیں کر سکتے۔ میں کبھی کسی دوسرے سے شادی نہیں کروں گی سن لیں آپ۔" وہ پہلی مرتبہ ان کے سامنے چیخی تھی جہانداد ملک نے خود کو قابو کیا ورنہ وہ اس کی بدتمیزی کبھی برداشت نہیں کرتے

" تمہیں میری بات ماننا پڑے گی انمول ملک۔ کیونکہ تمہاری زندگی کا فیصلہ میں کروں گا تم نہیں تمہاری من مانیاں میں پہلے بھی بہت برداشت کر چکا ہوں۔" وہ اپنی بات کہتے باہر جانے لگے۔

"آپ کو سنائی نہیں دیا میں نے کیا بولا میں یہ شادی کسی قیمت پر نہیں کروں گی۔ چاہے آپ میری جان ہی کیوں نا لے لیں بلکہ آپ تو اس چیز کا بھی حق نہیں رکھتے۔" وہ ایک بار پھر سے چیخی تھی۔

جہانداد ملک نے آگے بڑھ کر اس کا منہ اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لے لیا۔

"بلکل تمہیں جان سے مارنے کا میں کوئی حق نہیں رکھتا وجہ جاننا چاہتی ہو کیوں۔۔ چلو آج تمہیں تمہارے سوالات کے جواب دیتے ہیں۔۔" انہوں نے انمول کو اپنے ساتھ کھینچا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

حویلی کی عقبی جانب بنے طے خانے کی جانب بڑھتے انہیں مومن ابراہیم نے دیکھا تھا اور وہ فوراً ملک کو آگاہ کرنے کے لیے بھاگا۔

سیڑھیوں سے اترتے جہانداد ملک نے آکر ایک کمرے کا دروازا کھولا۔

انمول حیرانی سے اس جگہ کو دیکھ رہی تھی وہ یہاں پہلی مرتبہ آئی تھی۔ جس کمرے کا دروازا کھولا گیا وہ گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا شاید ہی آج تک وہاں کوئی آیا ہو۔

دروازا کھلنے سے کمرے میں چوکھٹ سے آتی روشنی پھیلی۔ انمول ملک کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس روشنی کی سیدھ میں کوئی گٹھڑی کی مانند بیٹھا ہوا تھا۔

"پچیس سال انمول ملک۔۔ پچیس سال۔۔" انمول نے چونک کر جہانداد ملک کو دیکھا تو مطلب وہ اس کی جان نہیں لے رہے تھے بلکہ ایک ایک کر کے اس کی سانسیں لے رہے تھے۔ اسے تباہ کر رہے تھے آج اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اسے اپنے ہی وجود سے نفرت محسوس ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یار منہا مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" جیا نے منہا کا ہاتھ تھامتے ایک بار پھر سے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"یار کیا ہو گیا ہے تمہیں انہوں نے کوئی ضروری بات کرنا ہو گی تم سے اسی لیے بلا رہے ہیں تمہیں۔۔" منہا نے بھی سو بار کی کہی بات کر کے اس کو ریلیکس کرنا چاہا۔

جیا اب پہلے سے کافی بہتر تھی جس میں سب سے بڑا ہاتھ منہا کا ہی تھا جس لیے اسے اپنی شادی کی تیاریوں میں الجھا کر رکھا ہوا تھا کیونکہ آج سے پورے ایک مہینے بعد اس کی رخصتی تھی جس کے لیے سب ہی بہت خوش تھے۔

ایسے میں آج صبح جیا کو بالاج کا میسج آیا۔ ایک کیفے کی لوکیشن کے ساتھ اسے پورے دو بجے وہاں پہنچنے کا پیغام آیا تھا اور تب سے وہ خوفزدہ تھی۔

نا جانے اب اس سے کیا گناہ ہو گیا تھا جو اسے بلا رہا تھا وہ۔ منہا اس کو مطمئن کر رہی تھی کہ پریشان مت ہو لیکن وہ مزید پینک ہوئی جا رہی تھی۔

نیلے رنگ کا جوڑا پہنے وہ تیار تو ہو چکی تھی لیکن منہا نے زبردستی پکڑ کر اسے اچھا خاصا تیار کر دیا تھا۔

"تم بھی ساتھ چلو پھر۔" جیا نے آخری حل پیش کیا۔

"مم۔ میں لیکن بھائی نے تو تمہیں بلایا ہے نا۔ تو تم اکیلی ہی جاؤ میں نہیں جا رہی۔" وہ صاف انکار کر گئی تھی۔ جیا نے وقت دیکھا۔ دو بجنے میں آدھا گھنٹا باقی تھا۔ اسے اب نکلنا چاہیے تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

" کبھی بات نہیں کروں گی میں تم سے۔".ں ہا سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتی وہ اپنا ہینڈ بیگ اٹھاتی باہر نکل گئی۔

پیچھے منہا اس کے چہرے کے زاویوں کو دیکھتی ہنس دی۔ یہ ناراضگی زیادہ دیر کی نہیں ہوتی تھی۔

وہ اس کیفے میں بیٹھا کب سے جیا سکندر کا انتظار کر رہا تھا۔ آس پاس لوگوں کی بھن بھن جاری تھی۔ اسے شدید کوفت ہونے لگی تھی کیونکہ وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے وہاں بیٹھا ہوا تھا۔

اور تبھی اس نے سامنے سے آتی ہستی کو دیکھ اپنی آنکھیں بند کیں۔ شاید اس کا وہم تھا اور اب دوبارا آنکھیں کھولنے پر وہ خیال چھٹ جائے گا

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھیں کھولیں لیکن یہ اس کا وہم نہیں تھا حقیقت تھی جو شاید آج پھر اس کے سامنے آگئی تھی اس کا دماغ ماضی کے جھمیلوں میں کھونے لگا تو اس نے اپنے بے اختیار ہوتے خیالات کو ڈپٹا۔

" آہ۔۔ بالاج سکندر۔۔ واٹ آ پلیزینٹ سرپرائز۔ ""وہ شاید آگے بڑھ رہی تھی لیکن بالاج کو وہاں بیٹھے دیکھ وہ اس کی جانب آگئی۔

وہ آج بھی ویسی تھی کچھ بھی نہیں بدلا تھا اس میں۔ " حریم ناز" ہاں وہ ویسی ہی تھی جیسا وہ تھا وہ تو کبھی اسے بھول ہی نہیں پایا تھا۔

"لانگ ٹائم نو سی۔۔ مسٹر بالاج سکندر۔" ڈھیلی سی شرٹ پر چست پینٹ پہنے وہ اس کے سامنے کرسی کھینچ کر براجمان ہوئی۔

بالاج پہلو بدل کر رہ گیا۔ کتنے دعوے کیے تھے اس نے دوبارا ملاقات کے لیکن اب اسے سامنے دیکھ کر وہ سب کچھ بھل گیا تھا۔

"ہم لانگ ٹائم۔ کیسی ہو؟" وہ بات نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن تماشا بھی نہیں بنا سکتا تھا

"ہائے ظالم مت پوچھو ہم پر کیا بیتی۔ آہ" ایک ادا سے کہا تھا اس نے بالاج کو بیتے ماہ و سال یاد آئے اس کے ساتھ گزرے وہ خوشگوار لمحات یاد آئے لیکن وہ سر جھٹک گیا۔

"اوکے نہیں پوچھتا۔" وہ کندھے اچکا کر کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"اوہ کم آن بالاج ڈونٹ پریٹینڈ لائک آ سٹرینجر۔ ہم دونوں اچھے دوست رہ چکے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑ گئی۔ یقیناً مقابل کو بات سمجھ آچکی تھی۔

"ہم اچھے دوست تھے۔ وہی دوستی جس کو تم لات مار کر گئی تھی حریم ناز۔" وہ کیسے بھول سکتا تھا۔ آج تک اسی بات نے تو اسے تکلیف دی تھی۔

"یاد ہے تم مجھے حری بلاتے تھے تمہیں مجھے اس نام سے بلانا بہت اچھا لگتا تھا۔" جان بوجھ کر پرانے لمحات کھینچ لائی تھی وہ بیچ میں۔ بالاج کو اس پر شدید تاؤ آیا

"ہاں لیکن تھا۔ اور اس وقت مجھے تمہاری شکل تک دیکھنا پسند نہیں آرہا۔" ضبط سے جواب دیا تھا بالاج سکندر نے اور چاہ کر بھی اپنی نخوت چھپا نہیں پایا۔

"ہاہا۔ ویسے بہت مزے میں ہو تم تو۔ اور ایک میں ہں" حریم ناز نے ٹھنڈی آہ بھری

"تمہیں کیا ہونا ہے بلکہ تم جیسی لڑکی کو ہو ہی کیا سکتا ہے اچھی بھلی تو ہو تم۔" بھلا اسے ہو بھی کیا سکتا تھا وہ تو شادی کر کے آگے بھی بڑھ چکی تھی۔

"ہمم بٹ زندگی میں کچھ مشکلات آگئی ہیں تمارے جانے کے بعد۔۔" وہ بولی

"مثلاً؟؟" بالاج کو حیرت نہیں ہوئی تھی۔

"میری شادی ہوگئی تھی آج سے تین سال پہلے لیکن وہ شخص دھوکے باز نکلا مجھے محبت کے جال میں پھنسا کر خود کسی دوسری عورت سے عشق معشوقی کرتا رہا۔" اس نے دیکھا کہ بالاج اس کی بات نہیں سن رہا یا یوں کہا جائے کہ وہ اسے برداشت کر رہا تھا لیکن وہ بھی ڈھیٹ مہا ڈھیٹ تھی۔

"اوپوزیٹ کر و اس کا۔ وہ نہیں تم شاید تم ایسی نکلی اور اب وہ تمہیں چھوڑنے والا ہے۔" یقیناً وہ شخص کتنا عظیم ہو گا جس نے اسے اپنایا ہو گا لیکن یہ تو سدا کی دھوکے باز تھی اسے بھی چونا لگا دیا ہو گا اس نے۔ بالاج کی نظریں باہر لگے دروازے پر تھیں۔ وہ اسی جانب دیکھ رہا تھا جب شیشے کے اس پار کسی کا عکس ابھرا بالاج نے حریم کو دیکھا وہ بول رہی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔اور وہ مجھے کیا چھوڑے گا میں خود اسے چھوڑنے والی ہوں۔"شیشے کے اس پار کھڑے زی روح نے ان دونوں کو ساتھ بیٹھے دیکھ لیا تھا۔اسے غصہ آیا شدید والا ہاتھ کی مٹھیاں بھینچ لیں۔بالاج نے بے چینی سے اسے دیکھا

"اچھی بات ہے ایسے ٹاکسک ریلیشن کو ختم ہونا چاہیے۔"اس نے بات رفع دفع کرنے کے انداز میں کہا

"ایسا رویہ تو مت رکھو میرے ساتھ میں جب سے پاکستان آئی ہوں تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں اور دیکھو کتنی آسانی سے تم آج مجھے مل گئے۔"وہ جانتا یہ بھی اس کی منگھڑت کہانی ہے لیکن وہ اسے سن ہی کہاں رہا تھا۔

"کیا چاہتی ہو۔؟"حریم ناز کی آنکھیں چمکیں۔

"تمہیں۔۔میرا مطلب کہ تم آج تک مجھے بھول نہیں پائے یہ بات مجھے معلوم ہے۔اگر تم مجھے بھول چکے ہوتے تو اب تک آگے بڑھ گئے ہوتے نا کہ میری محبت کو پیروں کی زنجیر بنا کر وہیں کھڑے ہوتے۔"شیشے کے اس پار موجود عکس نے پیر پٹکا اور غصے سے نتھنے پھیلائے واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔بالاج اسے دیکھتا رہ گیا۔ایک لمحے کے لیے جیسے کسی نے اس کے دل پر پیر رکھ دیا۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا حریم ناز کی باتیں اور اس شخص کا برتاؤ اس کا سکون غارت کر گیا تھا خیر اسے تو وہ گھر جا کر پوچھے گا۔

حریم بھی س کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔بالاج نے جبڑے بھینچتے اس کی جانب دیکھا۔

اور ایک قدم آگے بڑھا دیا

"میرے سوال کا جواب دو؟" اسے وہاں سے جاتے دیکھ وہ تڑپ کر بولی تھی۔ بالاج نے اپنا قدم واپس لیا اور اس کے مقابل کھڑا ہوا۔

"میں نہیں جانتا تمہارے دماغ میں کیا خناس بھرا ہوا ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھو حریم ناز کہ بالاج سکندر کبھی اپنا تھوکا چاٹا نہیں کرتا۔ رہی بات موو آن کرنے کی تو ہاں میں تمہیں بھول نہیں پایا اور نا ہی کبھی بھول پاؤں گا لیکن تم سے کس نے کہاں کہ میں وہیں پر کھڑا ہوں۔ چچ۔ چچ۔ میں بالاج سکندر آگے بڑھ چکا ہوں اور جلد ہی شادی بھی کرنے والا ہوں۔" "کمال کا جواب دیا تھا اس نے حریم ناز کے لب حیرت سے واہ ہو گئے

"کک۔ کس۔ سے کس کے ساتھ کرنے والے ہو تم شادی۔؟" پہلے اسے لگا کہ شاید سننے میں غلطی ہوئی ہے لیکن بالاج سکندر کے چہرے کے سپاٹ تاثرات نے اسے سوال کرنے پر مجبور کر دیا۔

"جیا سکندر کے ساتھ۔۔۔۔" گریبان میں اٹکی عینک آنکھوں پر لگاتے وہ ایک ادا سے اس کے سامنے سے غائب ہوا تھا۔

"جیا سکندر۔" یہ نام ہاں یہ وہی تھی بالاج کی کزن تو کیا وہ واقعی میں اس سے شادی کر رہا تھا۔ حریم ناز سوچ رہی تھی اور پھر وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر رہ گئی۔ اچھی بھلی ہاتھ لگی آسامی بھی وہ گنوا بیٹھی تھی۔۔

☺_☆☆☆_☺

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

باب نمبر 4

"پچیس سال انمول ملک۔۔پچیس سال۔۔" انمول نے چونک کر جہانداد ملک کو دیکھا تو مطلب وہ اس کی جان نہیں لے رہے تھے بلکہ ایک ایک کر کے اس کی سانسیں چھین رہے تھے۔اسے تباہ کر رہے تھے آج اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اسے اپنے ہی وجود سے نفرت محسوس ہوئی۔

اسے اپنا آپ آج سے پہلے کبھی اتنا بے بس محسوس نہیں ہوا تھا جتنا آج ہو رہا تھا۔جہانداد ملک نے آگے بڑھ کر کمرے میں لگے واحد بورڈ پر لگے بٹن پر دباؤ بڑھایا تو پورا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔

روشنی کے زیر اثر وہاں موجود گٹھری نما وجود کی دید ہوئی۔

سیاہ لمبے بال جو جڑوں سے سفید ہو کر بڑھاپے کی نشاندھی کر رہے تھے اس وقت پورے وجود کو ڈھانپے ہوئے تھے۔

جبکہ اس شخص کا سر گھٹنوں میں تھا جیسے وہ اس جگہ سے عاجز ہو۔اس تنگ خوفناک ماحول سے۔لیکن انمول جان گئی وہ جو کوئی بھی ہوں گی بے شک حسین نہیں حسین ترین ہوں گی۔انمول ملک دروازے کی دہلیز میں ایستادہ اس وجود کو گھور رہی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

کھٹکے کی آواز پر اس نے دائیں جانب دیکھا۔ جہانداد ملک ایک لکڑی کی خستہ حال کرسی نکال کر وہاں رکھ رہے تھے۔

پھر وہ انمول ملک کی جانب آئے اور اس کی پشت پر کھڑے ہو گئے۔ انمول کو اس وقت خوف محسوس ہوا ایسا خوف جو ہر چیز کو اپنے سحر میں جکڑ لے۔

انہوں نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر کرسی پر بٹھایا۔ وہ بنا چوں چڑا کے وہاں بیٹھ گئی۔

اس وجود نے ایک بار بھی چہرہ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا شاید وہ سننا نہیں جانتا تھا یا اسے محسوس نہیں ہوا تھا۔

"جانتی ہو میرے نزدیک بغاوت کی کیا سزا ہے۔؟" وہ بولے اور اس کی کرسی کے گرد ایک چکر کاٹا

"موت" لیکن تم فکر نہیں کرو میں تمہیں اتنی آسانی سے موت نہیں دوں گا۔ بلکہ ایسے بلکل ایسے ہی تڑپو گی تم اور جب تمہیں اپنے غلط فیصلے کا ادراک ہو گا تو تم واپس آؤ گی میرے پاس۔۔ اور میں اتنا سنگدل تو نہیں ہوں کہ بیٹی کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔" ان کا اشارہ اس وجود کی طرف تھا جس کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا تھا

انمول ملک کی پتلیاں ساکت تھیں

"فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے انمول تمہیں کسی ایک کو چننا ہو گا۔ موت یا زندگی۔" جہانداد ملک کی آواز پر اس وجود میں ہلچل ہوئی جیسے بہت سارا خوف اس کے اندر سمٹ گیا ہو

انمول نے خشک لب تر کرتے ادھر ادھر نظریں گھمائیں وہاں محض ایک چھوٹا سا بیڈ اور الماری تھی۔ ساتھ ہی ایک دروازا تھا شاید باتھروم کا۔

"فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے انمول۔ دس۔ نو۔" انہوں نے انگلیوں پر گنتی شروع کی دس سے ایک تک۔

"آٹھ۔ سات۔" انمول ملک کو گویا آج سکون ملا تھا اسے کسی ایک کو چننا تھا کسی ایسی چیز کو جو اسے رہائی دلوا سکے اور اس نے چن لیا تھا۔

"موت۔" ہاں اس نے موت کو چن لیا تھا کہ اس دنیا سے اسے موت ہی رہائی دلوا سکتی تھی اس نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔

جہانداد ملک کے اندر گویا لاوا ابلنے لگا ایک ہی جست میں انمول ملک کو اپنے سامنے کھڑا کیا۔

"ایک بار پھر سے سوچ لو تمہارے فیصلے کا بہت احترام کروں گا میں۔" انمول کو جبڑے سے پکڑے ان کی گرفت سخت تھی

"سوچ لیا اگر اگلے سو جنم بھی مجھے کسی ایک کو چننا پڑا تو وہ ملک ہو گا اور اس کے نام سے جڑی موت۔" ان کی گرفت سے خود کو ازاد کروانا چاہا لیکن گرفت اور مضبوط ہوتی گئی۔

"انمول ملک تمہیں تمہاری موت مبارک ہو۔" اسے زمین پر دھکا دیا وہ اس وجود کے پیروں میں گری ہتھیلیوں کے بل سر اونچا اٹھا کر جہانداد ملک کو دیکھا آج اس کی آنکھوں میں دکھ تھا انہوں نے اپنی سگی بیٹی کی سانسیں چھین لینے کی ٹھانی ہوئی تھی۔ وہ ان کی سگی اولاد تھی اور اس کے ساتھ ایسا سلوک انمول کی فہم سے باہر تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"پل پل تڑپو گی تم یہاں لیکن افسوس تمہاری تڑپ اس کمرے سے باہر بھی نہیں جا سکتی اور رہی بات ملک کی تو موت اسے بھی دی جائے گی بس کچھ دن اور۔" جہانداد ملک پھنکارتے ہوئے وہاں سے باہر نکل گئے۔

"منہا۔۔جیا کہاں ہے؟" بالاج نے کچن سے اندر جھانک کر پوچھا

"وہ اپنے روم میں ہو گی بھائی۔" منہا جو آج کچھ نیا ٹرائی کر رہی تھی اسی کے اجزاء دیکھتی بالاج سے گویا ہوئی

منہا کی بات پر بالاج نے اپنے قدم اوپر کی جانب بڑھا دیے۔

جیا جب سے گھر واپس آئی تھی بنا کسی سے بات کیے اپنے کمرے میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیوں لیکن اضطراب تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا

"ہنہ۔پر کٹی کبوتری۔۔۔" حریم ناز کا عکس ذہن میں اترا تو وہ اسے ایک نئے نام سے نواز گئی۔

تبھی دروازہ ناک ہوا اور اگلے ہی پل بالاج سکندر اندر داخل ہوا۔جیا نے اپنا رخ دوسری جانب موڑ لیا

بالاج نے اسے دیکھا پھولے ہوئے نتھنے اس کے غصے میں ہونے کی عکاسی کر رہے تھے۔وہ زیر لب مسکرایا۔

"تمہیں بلایا تھا میں نے آئی کیوں نہیں۔" ماتھے پر تیوری چڑھائے اس نے جیا سے پوچھا اور اس الزام پر تو وہ بل کھا کر رہ گئی۔

"آئی تو تھی جب آپ اپنی اس سو کالڈ گرل فرنڈ کے ساتھ بزی تھے۔" دونوں ہاتھوں سے اشارے کرتی وہ لڑاکا عورتوں کی طرح اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"مائینڈ یور لینگویج جیا۔ وہ میری کوئی گرل فرنڈ نہیں ہے۔" بالاج کو گرل فرنڈ کا لفظ سخت ناگوار گزرا تھا جس عورت کے زکر سے بھی وہ شرمانگ رہا تھا جیا اسے اپنے ہی انداز میں اس سے وابستہ کر رہی تھی۔

"ارے میں تو بھول ہی گئی۔ وہ آپ کی کوئی گرل فرینڈ تھوڑی ہے بلکہ وہ تو آپ کا سچا اور پکا عشق ہے۔" اب کی بار لہجے میں ایک شکوہ تھا جسے بالاج محسوس کر کے بھی انجان بن گیا وہ جانتا تھا وہ بات کو غلط سمجھ رہی ہے۔

"کہہ سکتی ہو۔" وہ کندھے اچکا گیا۔ جیا سر تا پیر سیخ پا ہوئی

"تو پھر مجھے کیوں بلایا تھا وہاں؟ اپنی اس سو کالڈ محبوبہ سے گپیں الا پنے کو۔" اس کی اواز میں جلن کی آنچ واضح تھی۔ بالاج کو آج اس لڑکی کی سمجھ پر جی بھر کر افسوس ہوا تھا۔

"ایک ضروری بات کرنی تھی تم سے۔" چبا چبا کر الفاظ ادا کیے۔

"ہاں مجھے معلوم ہے آپ کو کیا بات کرنی تھی یہی نا کہ آپ اس پرکٹی مم۔ میرا مطلب 'حریم ناز' سے ششش۔ شادی کرنے والے ہیں اور مجھے اس لیے بلایا تا کہ میں ماما، بابا کو راضی۔۔۔" اپنی ہی دھن میں کہتی وہ وہاں سے جانے لگی معلوم نہیں لیکن آنکھوں میں نمکین پانیوں کا سمندر بھر آیا تھا کیوں وہ اتنی دل برداشتہ ہو رہی تھی۔ اس کی بلا سے وہ جس مرضی سے شادی کرے۔ لیکن اس سے پہلے وہ ایک قدم بھی آگے بڑھا پاتی بالاج نے اس کا بایاں ہاتھ تھاما۔ جیا سکندر کی سانس سینے میں اٹک گئی۔ کن اکھیوں سے اسے

دیکھا جو اپنے کوٹ کی جیب سے کوئی شے نکال رہا تھا۔ وہ پل گزرا تو جیا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ مخملی ڈبیا سے ایک خوبصورت انگھوٹی نکال کر بالاج نے اس کی رنگ فنگر کی زینت بنائی تھی۔ جیا یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی

"اس کام کے لیے بلایا تھا تمہیں۔۔ اور اس عورت کو میں نہیں جانتا نہ ہی کبھی تمہارے منہ سے اس کا ذکر سننا چاہوں گا۔ مائنڈ اٹ۔" اس کا ہاتھ بالاج کی گرفت میں تھا جسے اسنے جھٹکا دیتے چھوڑا۔ جیا نے تیر کی تیزی سے اس انگھوٹی کو اتارنا چاہا لیکن بالاج سکندر نے اس کی کوشش ناکام بنا دی۔ آنکھیں رات کے سیاہ جھلملاتے ستاروں کا عکس پیش کر رہی تھیں

"خبردار اگر یہ انگھوٹی تمہاری انگلی سے جدا ہوئی آئی سویر تمہاری انگلی کو تمہارے ہاتھ سے جدا کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاوں گا۔" سختی سے جبڑے بھینچے اس سر پھری لڑکی کو وارن کیا

"لل۔ لیکن یہ سب۔ آ آپ ہوش میں تو ہیں نا؟" بھلا کیوں وہ اس جیسی لڑکی کو بنا سوچے سمجھے یوں پرپوز کرے گا اور تبھی جیا سکندر کا دماغ سن ہوا کچھ لمحات نے اس کے ذہن میں اپنی چھپ دکھائی تھی

" جیا سکندر میں اپنے پورے ہوش و حواس میں ہوں اور ایک آخری بات جب مام ڈیڈ تم سے رضامندی پوچھیں تو تمہارا جواب صرف ہاں میں ہونا چاہیے۔" وہ کیا بات کر رہا تھا کیا ماما بابا کے درمیان یہ بات ہو چکی تھی۔ اسے منہا کی بات یاد آئی وہ اسے اکیلے کیوں بھیجنا چاہ رہی تھی اب اس کی سمجھ میں آیا تھا۔

"مم۔ مگر ایسے کیسے میں مر جاؤں گی لیکن آپ سے شادی نہیں کروں گی سن لیں آپ۔" جس بات کے تصور کو بھی وہ جھٹلاتی آئی تھی اس کا روپ حقیقت بن کر اس کے سامنے تھا۔ جسے وہ جھٹلا نہیں سکتی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

" میک اٹ فاسٹ بےبی۔" بالاج کے اس نئے انداز نے اس کے چہرے پر پل بھر میں سرخیاں گھول دی تھیں۔

"کیوں کہ تم مر بھی جاؤ تو میں شادی تو تمھی سے کروں گا۔" بالاج چند پل تو اس کے اس روپ کو دیکھ مبہوت ہوا تھا لیکن پھر خود پر سو بار لعنت بھیجتے اس نے وہاں سے جانا چاہا۔

"ایک مری ہوئی لڑکی سے شادی کر لیں گے آپ۔" جیا نے زبان دانتوں تلے دبائی۔ بالاج زیر لب مسکرایا۔ یہ لڑکی پاگل تھی اور عنقریب شاید اسے بھی پاگل کر دینے والی تھی۔

بالاج اسے ایک گھوری سے نوازتا باہر نکل گیا۔ جیا خود کو لعنت ملامت کرتی بستر پر ڈھے گئی

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھے بالاج کی سوچیں رات والے واقع میں الجھی ہوئی تھیں۔ جب وہ، معید سکندر، ثانیہ بیگم اور منہا معید سکندر کے کمرے میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔

بالاج نے ان سب کو اکٹھا تو کر لیا تھا لیکن وہ لوگ وجہ نہیں جانتے تھے۔

مجھے آپ سب سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" بالاج نے بات کا آغاز کیا تو معید سکندر نے سر اثبات میں ہلایا گویا اسے بات جاری رکھنے کی اجازت دی ہو۔

میں کوئی تمہید نہیں باندھوں گا صاف اور سیدھی سی بات یہ ہے کہ میں جیا سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" رک کر ان سب کے تاثرات جانچے۔ ان تمام نفوس پر تو گویا صور پھونکا گیا تھا بالاج کو خدشہ لاحق ہوا۔

"واٹ!' رئیلی بھائی آپ سچ کہہ رہے ہیں۔؟"سب سے پہلے منہا کو ہی ہوش آیا

"ایسی بات میں مزاق میں تو نہیں کروں گا۔" بالاج کا سنجیدہ انداز سب کو چونکا گیا۔

"تو بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئی۔"منہا تو من ہی من میں عش عش کر اٹھی تھی۔

لیکن ہمیں قبول نہیں ہے۔"معید سکندر جو بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کچھ سوچ کر گویا ہوئے۔

"کوئی ٹھوس وجہ جان سکتا ہوں۔"

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

" ٹھوس وجہ تم اچھے سے جانتے ہو بالاج۔ تم نے کبھی اس کے وجود کو اس گھر میں برداشت نہیں کیا کجا کہ اس سے شادی کروگے۔ تمہاری باتیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ برخودار تم کب اپنے فیصلے سے پیچھے ہٹ جاؤ ہمیں کیا معلوم اور وہ بیٹی جیا اس کے معاملے میں ہم اتنا بڑا رسک نہیں لے سکتے۔"ثانیہ بیگم بھی اس بات سے سو فیصد متفق تھیں۔

"ایسا کبھی نہیں ہوگا بابا۔ اگر میں جیا سے شادی کروں گا تو وہ میری زمہ داری ہوگی اور یہ بات آپ بھی اچھے سے جانتے ہیں کہ بالاج اپنی زمہ داریاں بخوبی نبھاتا ہے۔ آپ ایک آخری بار جیا کے معاملے میں مجھ پر بھروسہ کرسکتے ہیں۔" بالاج کی بات پر معید سکندر نے ہنکارا ابھرا اور آخری فیصلہ جیا کا ہوگا کہہ کر محفل برخاست کی۔

" فائینلی جیا سکندر تم بہت جلد میری زندگی میں شامل ہونے والی ہو اور مجھے اس لمحے کا شدت سے انتظار ہے جب تم جیا سکندر سے جیا بالاج سکندر ہو جاؤ گی۔" مسکراہٹ اس کے چہرے سے جدا نہیں ہو رہی تھی اور پھر اس کا خیال جیا کی رضامندی کی جانب گیا اگر تو اس نے انکار کر دیا پھر نہیں وہ انکار کبھی نہیں کرے گی یہ بات تو وہ بھی جانتا تھا۔

اور پھر تادیر اس کی سوچوں پر جیا سکندر نے اپنا ڈیرا جمائے رکھا تھا۔

اس وقت وہ دونوں اس کمرے میں موجود تھے۔ سفید اور زرد بلب کی روشنی سے کمرے کو منور کر رکھا تھا۔ ملک کمرے کے عین وسط میں کرسی رکھے بے چین سا بیٹھا ہوا تھا اس کی سامنے ایک کرسی خالی پڑی تھی جس پر کچھ لمحے پہلے مومن براجمان تھا۔ اب کہ مومن ابراہیم اس کے سامنے دیوار کے پاس کھڑا تھا۔ ہاتھ میں ایک مارکر پکڑے شاید وہ دونوں کسی اہم موضوع پر بحث کر رہے تھے۔

"تہہ خانے تک رسائی آپ کے علاوہ محض دو لوگوں کی مدد سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ نمبر ایک پر ہے ندیم جو کہ جہانداد ملک کا رائٹ ہینڈ اور اس کا وفادار غلام ہے۔ اور نمبر دو پر جہانداد ملک بذات خود ہے۔" دیوار پر چسپاں ایک نقشے سے مومن ابراہیم ملک کو سمجھا رہا تھا وہ نقشہ پوری حویلی کا تھا اور مومن کو تو اس کی اشد ضرورت ہوتی تھی کیونکہ آج تک وہ کبھی اس تہہ خانے میں نہیں گیا تھا۔

"ندیم کسی صورت اپنا ایمان نہیں بیچے گا کیونکہ وہ اپنے مالک کے ساتھ کتے سے بھی زیادہ وفادار ہے۔ اور جہانداد ملک اس وقت کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ فلوقت یہ دونوں ہی ہمارے لیے خطرناک

ثابت ہونگے۔ اس لیے ہمیں کچھ ڈفرنٹ سوچنا ہو گا۔" عادتاً بالوں کو مٹھیوں میں بھینچتے ملک نے اپنا نقطۂ نظر بیان کیا۔

اور بے چینی سے نظر ادھر ادھر دوڑائی جب سے مومن نے اس کا انمول ملک کا بتایا تھا وہ ایک سیکنڈ بھی سکون نہیں کر سکا تھا۔ اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا اور وہ دونوں حویلی میں نہیں تھے بلکہ یہ جگہ ملک کی کچھ پوشیدہ جگہ تھی جس کے بارے میں جہانداد ملک کو علم تو تھا لیکن پتہ نہیں معلوم تھا۔

"پھر کیا کیا جائے۔؟" مومن نے ٹیبل پر رکھی پانی کی بوتل سے ایک گھونٹ بھرا۔

"انتظار۔" اس کی بات کا اشارہ مومن ابراہیم سمجھ گیا تھا تبھی گویا ہوا

"انمول بی بی موت کو گلے لگانا پسند کریں گی لیکن اس جہنم سے رہائی کبھی نہیں کیونکہ وہ کوئی بھی فیصلہ اپنے باپ کے خلاف جا کر نہیں کرتیں۔ اور۔۔" گلا کھنگار کر دوبارہ کلام باندھا

"وہاں ایک اور وجود بھی قید ہے بھائی جسے رہائی دلوانا ہمارا اولین مقصد تھا اور ہے۔" مومن کی بات پر ہیزل گرین آنکھوں میں سرخ ڈورے تیرنے لگے تھے۔

وہ کیسے بھول جاتا کہ وہاں قید وہ دوسرا وجود کس ازیت میں ہو گا جو پچھلے تئیس سالوں سے اس قید میں تھا نا جانے وہ زندہ کیسے ہو گا؟

کہاں جا رہے ہیں آپ بھائی۔؟" ملک کے ایک دم کھڑے ہونے پر مومن پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

Aesthetic Novels
Explore Dreams to Read

"اس کھیل کی شروعات جہانداد ملک نے کی تھی لیکن اس کا اختتام میں کروں گا بہت ہو گیا چوہے بلی کا کھیل اب وقت ہے کہ سب کچھ کھل کر سامنے آہی جائے۔"اس کی بات دوٹوک تھی اور لہجہ پرعزم۔

آپ۔ آپ کیا کرنے والے ہیں۔؟"

جہانداد ملک نے اپنی پرانی تمام کشتیاں جلا کر یہ زندگی حاصل کی تھی۔ یہ پیسہ یہ عیش وعشرت یہ سب حرام کا ہے 'مومن ابراہیم' اسے اپنی طاقت پر بہت زعم ہے نا تو میں اس کی تاحال تمام قوتیں اکھاڑ کر اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دوں گا یہ اس ملک کا تم سے وعدہ ہے کہ تم بھی اپنی محرومیوں کا ازالہ ہوتا دیکھ پاؤ گے۔" کہہ کر وہ مڑا تھا اور سامنے بالکل سامنے دیوار پر نظر گئی۔

وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا۔ پوری دیوار تصاویر سے بھری ہوئی تھی کہیں ہنستے مسکراتے چہرے تھے تو کہیں خون میں لت پت لاشیں تھیں۔

"بب۔ بیٹا۔ جاؤ تت۔ تم جاؤ یہاں سے بھاگ جج۔ جاؤ بچالو خود سے جڑے رر۔ رشتوں کو۔" کوئی نسوانی آواز اس کے کانوں کے پردے پھاڑتی اسے ازیت سے دوچار کر گئی تھی۔

"نن۔ نہیں ماما آپ کو۔ کچھ نہیں ہو گا۔ بب۔ بابا۔ ماما اٹھیں اپ۔ اپنے بیٹے کی بات مان لیں۔ 'ماما! بابا!'" انگلی کے پور سے ایک ایک تصویر کو چھوتے وہ ماضی کی تلخ یادوں میں کھو چکا تھا۔ ماما اور بابا الفاظ کی بازگشت نے اسے اس کے ماضی میں دھکیلا تھا وہ چیخ رہا تھا... بلک رہا تھا... رو رہا تھا۔

اور تبھی کسی نے زور سے پکڑ کر اسے کھینچا تھا اپنی جانب وہ لڑکھڑا کر گرنے لگا لیکن مقابل نے اسے گرنے سے بچا لیا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"چچ۔ بچے تمہارے والدین نے اپنی غداری کی سزا پالی ہے۔ آہا تمہیں کیا معلوم غداری کی سزا کیا ہوتی ہے آؤ میں تمہیں بتاؤں گا کہ جہانداد ملک سے غداری کی سزا کیا ہوتی ہے۔" وہ اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے لے جارہے تھے ہاں وہ جہانداد ملک تھے جن کی ڈکشنری میں غداری کی سزا موت تھی۔

"تیار ہوجاؤ جہانداد ملک اس شطرنج کی بساط کو الٹنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔" ماضی کے جھروکوں میں کھوئے ملک کی آواز مومن کو بے چین کررہی تھی۔

"آپ یہ بات کیوں بھول رہے ہیں بھائی کہ اس شطرنج کی بچھی بساط پر ایک اہم ترین پیادہ میرا بھی ہے۔" ملک کے قدم زنجیر ہوئے۔ مومن کا سر جھکا ہوا تھا ملک اس کے قریب آیا۔

"میں آپ کو کھونا نہیں چاہتا بھائی پلیز یہ وقت جوش سے نہیں ہوش سے کام لینے کا ہے۔" وہ ملک سے لپٹ گیا۔ ملک اس کے رندھے ہوئے لہجے اور اس کی محبت پر مسکرادیا وہ جانتا تھا کہ اس دنیا میں مومن ابراہیم کے پاس واحد رشتہ ملک کی ذات تھی۔ لیکن آنے والے وقت میں کون کس کا خون نکلتا؟ یہ تو وقت ہی بتا سکتا تھا۔ ملک نے اس کی پیٹھ تھپکی اور اسے خود سے الگ کیا۔ اس کے کانوں کی لوئیں سرخ ہورہی تھیں۔

" وہ جو ٹیم میں نئی لڑکی شامل ہوئی ہے کیا نام تھا اس کا۔ ہاں۔ بسمہ شارک اس پر نظر رکھنا۔۔" مومن ابراہیم کے منہ میں کڑوے بادام کا ذائقہ گھل گیا

"مجھے تو وہ شکل سے ہی مشکوک لگتی ہے۔"

"تمہیں تو ہر تیسرا بندہ مشکوک لگتا ہے۔" ملک نے ناک سے مکھی اڑائی

"جس دن وہ ہماری انفارمیشن اپنے باپ تک پہنچائے گی نا تب پوچھوں گا میں آپ کو۔" مومن نے خبردار کیا

"ہاں ہم تو آئی ایس آئی ایجنٹ ہیں ناں، جن کی خفیہ معلومات وہ اپنے نام نہاد باپ تک پہنچائے گی، زیادہ سر پر سوار مت کرو اس لڑکی کو۔" کمرے سے پہلے والے ماحول کا اثر زائل ہوا تو ہر سو جیسے تازگی ہی بھر گئی پھر وہ دونوں تادیر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

جس وقت آسمان پر ستاروں کا تھال بجھ گیا اور چاند اپنی روشنی سے دھرتی پر موجود ہر شے کو چمکانے لگا اس وقت جیا اپنے بستر پر بیٹھی مسلسل ماضی کو ہی سوچے جا رہی تھی بیڈ کی دوسری جانب منہا کروٹ لیے سو رہی تھی۔ کمرے میں نائٹ بلب کی ہلکی ہلکی روشنی بکھری ہوئی تھی۔ جو اس ماحول کو خوابناک سا تاثر دے رہی تھی۔

"بالاج سکندر مرنا تو قبول کر سکتا ہے لیکن کسی دوسرے شخص کی اترن نہیں۔" بالاج کے کہے جملے کی بازگشت اسے سنائی دی۔ کتنے مان سے بولا تھا اس نے کہ وہ کبھی بھی کسی دوسرے کی اترن نہیں لے گا۔ ایک تلخ مسکراہٹ اس کے لبوں کا احاطہ کر گئی۔

وہ بھی تو کسی کی اترن ہی تھی جس کی عزت کو پامال کرنے کی کوشش کی گئی تھی اگر اس دن بروقت وہ اینجل نہ آتا تو شاید وہ آج کسی کو منہ دکھانے کے بھی قابل نہ رہتی اور یہ (رنگ فنگر میں چمکتی انگوٹھی

آنکھوں کے سامنے کی) جو شخص اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا دعویٰ کر گیا تھا وہ اس پر تھوکنا بھی پسند نہ کرتا۔

"یا اللہ میری اس نادانی کو کبھی میری ذلت و رسوائی کا ذریعہ نہ بنائیے گا، میں آپ سے اپنے راز کو راز رکھنے کی بھیک مانگتی ہوں مجھے اس شخص کے سامنے رسوا نہ کریئے گا" کھڑکی کے ہلتے پردوں سے چاند کی روشنی منعکس ہو کر اندر آئی تھی۔ اس کے گالوں پر لڑیوں کی مانند بہتے آنسو واضح ہوئے۔

وہ کچھ دیر مزید انہی سوچوں میں غلطاں رہی اور پھر تہجد کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

سورج کی کرنیں آسمان پر اپنے پنکھ پھیلائے زمین پر موجود ہر شے کو روشن کر رہی تھیں۔ آج موسم کافی خوشگوار تھا۔ ویسے بھی مارچ کے اختتام اور اپریل کے اوائل میں موسم متناسب ہوتا ہے۔

جیا اپنے بستر میں دبکی پڑی ہوئی تھی۔ تبھی کسی نے آکر کھڑکی کے سامنے لگے پردے وا کر دیے۔ تیز دھوپ سے ایک دم جیا کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

"جیا بیٹا اٹھ جائیں کب تک سونے کا ارادہ ہے۔؟" بالوں میں چلتی ثانیہ بیگم کی انگلیاں اسے مزید سکون دے رہی تھیں۔

"ماما سونے دیں نا اپنی پرنسس کو۔" وہ پھر سے آنکھیں موند گئی۔

"اٹھ جائیں میری پرنسس۔ آپ کا پرنس آپ کو لینے آنے والا ہے۔"

کک۔کیا۔کیا مطلب۔"وہ فوراً سے پیشتر کمفرٹر پھینکتی اٹھ بیٹھی۔ثانیہ بیگم اس کی بوکھلاہٹ دیکھ مسکرا دیں۔

"آپ اٹھ کر فریش ہو جائیں پہلے پھر نیچے آجایئے گا۔مجھے اور آپ کے بابا کو ایک ضروری بات کرنی ہے آپ سے۔"ثانیہ بیگم اسے حکم دیتی چلی گئیں۔

"یا اللہ اب کیا ہو گیا مجھ سے۔"وہ اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔

اگلے چند لمحات میں وہ ہشاش بشاش سی معید سکندر اور ثانیہ بیگم کے سامنے بیٹھی تھی،ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں الجھائے،آج اس نے سفید رنگ زیب تن کیا تھا جو اس کے حسن کو مزید نکھار رہا تھا مگر بے فکر رہنے والی لڑکی کا چہرہ پریشانی کا تاثر دے رہا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"جیا آپ جانتی ہیں نا ہم آپ کے لیے جو بھی فیصلہ لیں گے وہ درست ہو گا۔"معید سکندر نے بات شروع کی

"جی بابا بھلا ماں باپ کا فیصلہ اولاد کے حق میں کبھی غلط ہو سکتا ہے۔"جیا کی بات نے ان دونوں کی ہمت بندھائی تھی۔

ہم بٹ چوائس از یورز.... جیا آپ انکار کرنا چاہیں تو آپ کی خواہش سر آنکھوں پر لیکن ہمیں بھی اس سے بہتر کوئی فیصلہ نہیں لگا یا یوں کہا جائے کہ میری اور تمہاری ماما کی تو دلی مراد بر آئی ہے۔"جیا نے نا سمجھی سے ان کی جانب دیکھا ایسی بھی کون سی بات تھی؟

"کھل کر بات کریں بابا کون سا فیصلہ کیا ہے آپ نے۔؟"

"بیٹاہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کی شادی بالاج سے کر دی جائے۔(جیا کے چہرے کا رنگ فق ہوا) آخری فیصلہ آپ کا ہی ہو گا۔"ثانیہ بیگم نے بالاج کی خواہش کو اپنے فیصلے میں بدل دیا تھا

"جب مام ڈیڈ تم سے رضامندی لیں تو تمہارا جواب صرف ہاں میں ہونا چاہیے۔"زہن میں بالاج کا کہا گیا فقرہ گونجا۔دل کی دھڑکن ایک دم سے تیز ہوئی تھی

"مم۔میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ماماجو آپ دونوں کو مناسب لگے۔آپکی رضامیں ہی میری رضا ہے۔"مشرقی لڑکیوں کی طرح اس نے بھی ان کے فیصلے کے آگے سر جھکا دیا تھا۔

جیا کی رضامندی پر ان دونوں کے چہرے پر پُر سکون مسکراہٹ آ ٹھہری۔

"یار منہا مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ۔کیوں صبح سے میرا دماغ خراب کر رہی ہو۔"جیا اور منہا اس وقت ٹیرس میں بیٹھی ہوئی تھیں۔سامنے ٹیبل پر چائے کے برتن پڑے تھے۔اور جیا منہا کو ایک بار پھر سے ٹوک رہی تھی۔جس نے اسے تنگ کرنے کی قسم اٹھا رکھی تھی۔

"گھنی۔میسنی نہ ہو تو میرے بھائی کو لے اڑی ہو اور مجھے کہتی ہو "دماغ خراب مت کرو"بلا بلا بلا"منہا نے جیا کی نقل کی اور اب کی بار جیا صحیح معنوں میں چڑ گئی تھی۔

"میں کوئی چیل تھوڑی ہوں جو تمہارے بھائی کو اپنا شکار سمجھ کر لے اڑوں گی۔"

"مجھے کیوں لگتا ہے کہ تمہیں اس معاملے کی پہلے سے خبر تھی۔"منہا نے مشکوک نظروں سے جیا کو گھورا

"ہاں پہلے سے ہی خبر تھی مجھے آخر یہ ڈائمنڈ رنگ ایسے ہی تو نہیں مل گئی نا۔" جیا نے بتیسی کی نمائش کرتے ہاتھ منہا کے سامنے لہرایا۔ منہا کو حیرت ہوئی۔

"واٹ! اور تم نے مجھے بتانا بھی گنوارا نہیں کیا۔" اس سے پہلے منہا اٹھ کر اس کا سر پھاڑ دیتی جیا وہاں سے بھاگ نکلی تھی۔ منہا بھی اس کے پیچھے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور چائے اپنی ناقدری پر آنسو بہاتی رہ گئی۔

دن سے رات، رات سے پھر صبح، صبح سے دن اور دن سے ایک بار پھر رات ہو گئی تھی۔ انمول ملک کو اس کوٹھری نما کمرے میں آج دوسرا دن تھا۔ اس وقت وہ دروازے کے قریب کھڑی اسے دیکھ رہی تھی شاید کوئی سراغ مل جائے۔ کمرے کو روشنی سے منور کرنے کے لیے ایک بلب روشن تھا لیکن اس کی روشنی اس کمرے کو مکمل روشن کرنے کے لیے ناکافی تھی۔

"جو تم ڈھونڈ رہی ہو وہ تمہیں یہاں سے نہیں ملنے والا۔" کمرے میں موجود دوسرے نفوس کی آواز ابھری انمول نے مڑ کر دیکھا۔ وہ اس سنگل بیڈ پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ آج ان کا چہرا ڈھکا ہوا نہیں تھا بلکہ واضح تھا۔ جھریوں زدہ چہرے کی رنگت سفید تھی اور آنکھیں گہری بھوری جن میں دیکھنے سے بھی کوئی راز نہیں تلاشا جا سکتا تھا۔

انمول ان کے قریب ہی بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اور غور سے انہیں دیکھا۔ وہ کیوں کچھ نہیں بولتی تھیں؟

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

پہلے پہل تو اسے ان کے گونگے ہونے کا گمان ہوا پھر جب وہ انہیں آوازیں دیتی رہی تو اسے لگا کہ شاید وہ بہری بھی تھیں لیکن آج اسے معلوم ہوا تھا وہ غلط تھی اس کے اندازے غلط تھے۔ انمول نے تھکن زدہ سانس خارج کی۔

"آپ کا نام کیا ہے۔؟"اس کے مخاطب نے اپنی نظریں سامنے موجود دیوار پر ٹکائی ہوئی تھیں جو گہرے نیلے رنگ میں مزین تھی۔

"میں آپ سے بات کر رہی ہوں۔ آپ کا نام کیا ہے۔؟"اسے لگا مقابل نے اس کی بات نہیں سنی تھی لیکن اس بار بھی وہ غلط تھی۔

"صوفیہ۔۔صوفیہ ابراہیم۔"ان کی پژمردہ آواز گونجی۔انمول ملک نے شک کی نگاہ ان پر ڈالی۔

"آپ مومن ابراہیم۔۔۔"آواز حلق میں ہی ٹوٹ گئی تھی

"ہاں۔ میں اس کی ماں ہوں۔ مومن ابراہیم کی بد قسمت ماں۔"انمول ملک کی نظریں ان کے نورانی چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"آپ اس قید میں کب سے ہیں۔؟" نیا سوال داغا

"پچھلے تئیس سال سے یہ قید میرے مقدر میں ہے۔"صوفیہ ابراہیم نے اس کی جانب دیکھا۔ انمول ملک کو اس لمحے سے خوف آیا ان کی آنکھوں میں کچھ تھا کچھ مایوس کن سا۔

"آپ کا کیا جرم تھا۔؟"

"بے وفائی۔" یک لفظی جواب آیا تھا ان کی جانب سے۔ انمول ملک کے چہرے پر تمسخرانہ تاثرات ابھرے تو اس کے باپ نے اس عورت کو بھی نہیں بخشا تھا۔

"آپ کو معلوم ہے میں کون ہوں۔؟" اس کی بات پر صوفیہ ابراہیم نے اثبات میں سر ہلایا

"اور مومن کیا وہ جانتا ہے کہ آپ یہاں ہیں۔؟" اگر وہ جانتا تھا تو اب تک خاموش کیوں تھا اور اگر وہ ان سے باخبر تھا تو باخبر تو ملک بھی ہو گا۔ اوہ ملک تمہارے کتنے روپ ہیں۔

"مومن سب جانتا ہے لیکن جہانداد ملک نہیں جانتا"

کیا کیا نہیں جانتے بابا۔؟" انمول کو تجسس نے آن گھیرا

"یہی کہ مومن میرا بیٹا ہے۔" انمول کے آبرو اکٹھے ہوئے۔

"کیا مطلب۔" صوفیہ ابراہیم نے لمبی سانس خارج کی۔

"اسے لگتا ہے کہ وہاج ملک میرا بیٹا ہے نہ کہ مومن ابراہیم۔۔" انمول ملک کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں

"کک کیا مطلب وہا۔ وہاج تو میرا ب۔ بھائی ہے میرا سگا بھائی۔۔" وہ ہکلائی۔ صوفیہ ابراہیم نے نفی میں سر ہلایا

"یہ میری کہانی ہے۔ تمہیں ضرور سنانا چاہوں گی۔ سنو گی؟" انمول نے سر کو خم دیا وہ بھی اس راز سے پردہ اٹھتے دیکھنا چاہتی تھی۔

\-------------------

"تمہیں اللہ کا واسطہ ہے داد اس معصوم کو اتنی بڑی سزا مت دو۔" وہ چیخ رہی تھیں

"تمہیں میرے معاملات میں دخل اندازی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔میں جو ایک بار ٹھان لوں وہ کر کے دکھاتا ہوں۔"وہ تیس بتیس سالہ نوجوان تھے آج کے مقابلے میں وہ بہت مختلف تھے۔ان کی شخصیت میں جو رعب و دبدبہ آج تھا اس سے کئی گنا زیادہ تب تھا۔

"داد اوہ کسی کی بیوی ہے، کسی کے بچے کی ماں ہے اس کو برباد مت کرو خدا کا قہر نازل ہو گا تم پر۔" آنسو ان کے گالوں کو بھگو رہے تھے لیکن وہ اس وقت اس جلاد صفت انسان سے کسی کی بخشش مانگ رہی تھی

"چٹاخ۔"متوقع تھپڑ سے وہ لڑکھڑائی تھیں جہانداد ملک نے انہیں بالوں سے جھپٹا

"گھٹیا عورت خود کیا ہو تم۔میرے معاملات میں بولنے کی اوقات نہیں ہے تمہاری۔۔"وہ دھاڑے اور تن فن کرتے کمرے سے نکل گئے۔

"مم۔بب۔۔"دروازے کے پیچھے چھپی دو سالہ انمول نے آواز لگائی

"انمول میری جان۔"ساحرہ ملک نے اسے اپنے سامنے کیا وہ ڈر کے مارے کانپ رہی تھی کیونکہ وہ آج کی انمول سے مختلف تھی۔

"مم۔با۔بابلے اے۔بابا۔"(ماما بابا برے ہیں بابا)وہ اپنی طوطلی زبان میں اپنی سمجھ کے مطابق بول رہی تھی۔

جو شخص اس کی ماں کو اذیت پہنچانے کا سبب بن رہا تھا وہ انمول ملک کی نظر میں تب بھی برا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ہاں انمول ملک میں برا ہوں بہت برا۔" راکنگ چئیر پر جھولتے جہانداد ملک نے آنکھ کا نم کنارا صاف کیا۔اس وقت کوئی ان کی آنکھوں میں دیکھ لیتا تو ان کے قہر سے پناہ مانگتا۔ تئیس سال پہلے کا وقت ان کے ضمیر کو جھنجھوڑ رہا تھا لیکن نہ انہوں نے تب کسی کی سنی تھی اور نہ ہی اب سننے والے تھے۔

"ڈیڈ۔" وہاج نے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت مانگی

"ہوں۔ آجاؤ۔" وہ سنبھل کر بیٹھے

"آپ کی طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔؟" جہانداد ملک نے نفی میں سر ہلایا بھلا انہیں کیا ہو سکتا تھا۔

"آپ ٹھیک نہیں کر رہے ڈیڈ۔" وہاج ان کے سامنے بیڈ کی پائنتی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"کیا۔ ٹھیک نہیں کر رہا میں۔۔؟" انہوں نے سگریٹ سلگائی اور تیکھی نظروں سے وہاج کی جانب دیکھا

"آپ انمول کو غلط سزا دے رہے ہیں جبکہ اصل سزا کا حقدار وہ ملک ہے۔" اس کے لہجے میں نفرت تھی جہانداد ملک نے غور سے اس کے چہرے کے نقوش جانچے اور آج بھی انہیں اس کے اور صوفیہ ابراہیم کے نقوش میں کوئی مماثلت نظر نہیں آئی

"جانتا ہوں کہ اصل سزا کا حقدار کون ہے۔ تم فکر نہیں کرو ملک کو بھی اس کے کیے کی سزا ملے لیکن صحیح وقت آنے پر۔" سگریٹ کا دھواں ان کی آنکھوں کے سامنے کے منظر کو دھندلا رہا تھا۔

"آپ اسے مہلت دے کر اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہے ہیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ آپ کے ساتھ غداری کر رہا ہے۔ نمک حرامی تو اس کے خون میں شامل ہے۔"

"جانتا ہوں اور میرے نزدیک غداری کی سزا موت ہے۔" ان کے تصور میں آج بھی وہ رات زندہ تھی۔ روتا بلکتا کم سن بچہ اور اپنی سزا پا چکے اسکے والدین۔

"اور وہ ملک۔۔۔ کیا وہ جانتا ہے کہ آپ اس کے ہر عمل سے باخبر ہیں۔"

"وہ بھی جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں۔" جہانداد ملک نے سر کو خم دیا

"اب اس جیا کا کیا کرنا ہے۔ مم۔ میرا مطلب تھا کہ۔"اس نے بات سنبھالنی چاہی

"جاؤ۔" جبڑے بھینچے اسے وہاں سے دفعہ ہونے کا اشارہ کیا وہاج گڑبڑا کر کھڑا ہوا اور باہر کی جانب قدم اٹھائے

"سنو۔" جہانداد ملک کی آواز پر وہ رکا تھا

"ملک عزت کے رکھوالے ہو سکتے ہیں لیکن عزت کے لٹیرے کبھی نہیں۔۔"جہانداد ملک نے جیسے خود کو باور کروایا وہاج سر جھٹکتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا حویلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ سیاہ کرتا زیب تن کیے آنکھوں پر سیاہ شیشوں والی گلاسز لگائے وہ آج کے کام کے لیے مکمل تیار تھا۔

"ارے ارے۔ دیکھ کر ڈیئر کزن آج کل بڑے غلط بندوں سے ٹکرا رہے ہیں آپ۔" وہاج ملک جو اندر سے باہر آرہا تھا جان بوجھ کر عجلت میں آتے ملک سے ٹکرایا۔ ملک نے دانت پیس کر اس کی جانب دیکھا وہ اس کا وقت برباد کرنے اور طنز کے نشتر چلانے کے لیے سامنے تھا۔

"غلط بندے خود ہی آج کل غلط راہ پر چل رہے ہیں خیر ایسے بندوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے میری ایک عدد تیزاب کی شیشی ہی کافی ہو گی۔" تحمل کا مظاہرہ کرتے اس نے آنکھوں سے گلاسز ہٹا کر گریبان میں اٹکائے۔ اس کی بات پر وہاج قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"اوہ گاڈ۔ ملک ملک ملک۔۔۔ تمہیں پتہ ہے یہ بندہ کیا چاہتا ہے۔ بربادی۔ پورے سکندر ہاؤس کی" ملک کے چہرے پر تکلیف دہ تاثرات اپنی چھپ دکھا کر غائب ہوئے۔ دل کیا اس وہاج کو اٹھا کر کہیں پھینک دے اور نہیں تو اس کا وجود جلا کر بھسم کر دے۔

"ویسے یار اس رات تم نے بہت جلدی کر دی تھی آنے میں یہ بھی صحیح کہ ملک کبھی تاخیر نہیں کرتے کاش اس دن تم کچھ دیر بعد آتے تو دیکھ پاتے یہ ملک اپنا بدلہ کبھی نہیں چھوڑتے ہر حال میں اپنا انتقام پورا کرتے ہیں۔" ملک نے اپنی مٹھیاں بھینچیں

پھر چاہے وہ جیا سکندر کی موت کی صورت ہی کیوں نہ ہو۔" خباثت سے مسکراتے اس نے ملک کے وجود میں حشر برپا کر دیا تھا۔ اپنا ضبط کھوتے ملک نے بند مٹھی کا ایک زوردار پنچ وہاج ملک کے جبڑے پر جڑ دیا ایک لمحے کے لیے وہاج کی آنکھوں کے سامنے ستارے جھلملا گئے

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"غدار۔ نمک حرام۔ احسان فراموش۔" پھٹے ہونٹ کا کنارا صاف کرتا وہ ملک پر چڑھ دوڑا لیکن اس کی طاقت ملک کی طاقت کے آگے صفر تھی۔

"جانتے ہو نا میرا نام کیا ہے۔ مجھے کبھی کوئی اپنے کام کے لیے مجبور نہیں کر سکتا میں وہ ہوں جس کو تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ اور یہ زندگی میری اپنی چنی ہوئی ہے۔" ملک اس کو گریبان سے جکڑے اس کے کان کے قریب جھکتے غرایا تھا

آئندہ مجھ سے یا سکندر ہاؤس کے مکینوں سے الجھنے کی غلطی مت کرنا آخری بار وارن کر رہا ہوں ورنہ اگلی دفعہ تمہارے جہنم کے ٹکٹ کٹوانے میں دیر نہیں کروں گا۔" اندرونی دروازے سے جہانداد ملک آتے دکھائی دیے وہاج کی ان کی جانب پشت تھی۔

ملک نے انہیں دیکھتے ہی اس کا گریبان چھوڑا اور اس کے کندھوں سے نادیدہ گرد صاف کرتے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تنبیہہ کی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں۔" جہانداد ملک کی سخت آواز سنتے وہاج نے ملک کا ہاتھ اپنے کندھے سے جھٹکا وہ زیرِ لب مسکرایا۔ وہاج اسے اکسا رہا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ ملک اپنے آپ کو ایکسپوز کرے لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک دفعہ اگر اس کے اندر جمع ہوا لاوا پھٹ پڑا تو اس کی لپیٹ میں وہاں موجود ہر فرد آئے گا۔

"کچھ خاص نہیں 'ماموں جان'۔ بس آپ کے 'بیٹے' کو سمجھا رہا تھا کہ اپنے سے بڑوں سے بگاڑنی نہیں چاہیے ورنہ وہ آپ جیسوں کو اپنے پیروں تلے کسی کیڑے کی مانند مسل دیتے ہیں۔" جہانداد ملک کے ماتھے پر سلوٹوں کا جال بچھ گیا۔ وہاج کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا

"جارہاہوں بابا لیکن ایک بہت ضروری بات بتانی تھی۔" وہ دونوں وہاج کی جانب متوجہ ہوئے۔

"سنا ہے کہ سکندر ہاؤس کا 'اکلوتا' سپوت جیا سکندر سے شادی کرنے جارہاہے۔ سوچا آپ لوگوں کو علم ہونا چاہیے۔ نہیں؟" وہاج کے چبھتے ہوئے لہجے پر ملک نے خود کو قہقہہ لگانے سے بازرکھا

"اور آپ محترم کی اطلاع کے لیے بھی عرض ہے کہ اسی ہفتے بالاج سکندر کا جیا سے نکاح ہورہاہے۔ میں نے بھی سوچا تمہیں علم ہونا چاہیے۔" وہاج نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ اسی ہفتے نکاح والی بات اسے نہیں معلوم تھی اور پھر وہ پیچ وتاب کھاتا وہاں سے واک آؤٹ کرگیا

"کال ملاؤ اے۔ ایس۔ پی کو۔ کہاں مرگیا تھا وہ جو اس کے ہوتے ہوئے ہمارے دونوں ٹرک پکڑے گئے جانتے ہو کتنا مال تھا ان میں اب اس کا نقصان کون بھرے گا۔" ملک نے سر اثبات میں ہلاتے کال ملائی جو اگلے ہی لمحے اٹھالی گئی۔

"ہیلو اے۔ ایس۔ پی شرافت حسین۔" ملک کی تپتی نگاہوں کے جہانداد ملک کے وجود کے آرپار ہورہی تھیں۔

"کون شرافت۔ کہاں کی شرافت۔ دیکھو ملک یہ جو تماہر اماما ہے نا بہت ہی کوئی خبطی بندہ ہے کسی دن میں اسی کے ہاتھوں مارے جانا ہے اور پھر نہ ہو گا شرافت اور نہ ہو گی میری شرافت۔" ملک نے فون کو گھورا جس میں سے مردانہ آواز ابھر رہی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔ مریں آپ کے اور میرے دشمن۔(جہانداد ملک نے سرد نگاہوں سے اسے تکا) اور کس کمبخت نے آپ کی شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے ارے آپ جیسے شریف لوگ تو جنتی ہوتے ہیں۔"

کام کی بات کرو" جہانداد ملک اسے کہتے وہاں سے چلے گئے۔

"چلا گیا راسکل۔۔" ملک کی آنکھوں میں تنفر اور بیزاری عیاں تھی جیسے مردار کو دیکھ عقاب کی نظروں میں تنفر ابھرتا ہے بالکل ویسے ہی۔ کیونکہ عقاب کبھی مردار نہیں کھاتا

انسپیکٹر سے بات کرتے وہ حویلی کے عقبی حصے کی جانب نکل آیا تھا۔ تہہ خانے کے دروازے کے سامنے سے گزرتے اس نے لحظہ بھر رک کر اس کے لاک کو ملاحظہ فرمایا وہ ڈیجیٹل قسم کا لاک ہندسوں سے کھلتا تھا جس کا علم ملک کو نہیں تھا۔ اور اس دروازے کے پار (نظریں اوپر کی جانب اٹھیں) وہ تھی ہاں وہ جو اس کی رگ جان میں بسنے لگی تھی۔ جس کی خاطر وہ جہانداد ملک سے دشمنی مول لینے کو تیار تھا۔ کانوں میں انسپیکٹر شرافت کی آواز گونجی تو وہ آگے بڑھ گیا ان پنجروں کی جانب جہاں انمول کی قیمتی شے قید تھی۔

وہ ڈیزی کے پنجرے کے پاس رکا اور اگلے ہی لمحے وہ آنکھیں میچ گیا۔ انسپیکٹر سے رابطہ منطقہ کرتے اس نے پنجرے کے اندر موجود ڈیزی کے بے جان وجود کو باہر نکالا۔ آج کتنے ہی دنوں سے اس کی دیکھ بھال نہیں کی گئی تھی اور وہ بے زبان جانور تڑپتا بلکتا آج اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا ملک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

اسلام آباد کے ایک قدرے غیر آباد علاقے میں واقع وہ بلند و بالا عمارت اپنی پوری آب و تاب سے کھڑی تھی۔ اس عمارت کے دائیں اور بائیں جانب لڑکے اور لڑکیوں کے رہنے کے لیے ہوسٹلز بنائے گئے تھے اور درمیان میں ایک گول حصہ تاحد بلندی تک جاتا تھا جس کی کم و بیش سات منزلیں تھیں۔ گیٹ سے اندر داخل ہو تو اس گولائی والے حصے کے ماتھے پر جلی حرف میں بڑا بڑا "ایم۔ ایس۔ مارشل آرٹس" لکھا نظر آرہا تھا۔

(M.S Martial Arts)

یہ دراصل ایک ٹریننگ سینٹر تھا جس میں مارشل آرٹس سے متعلق نوجوان نسل کو بہت کچھ سکھایا جاتا تھا۔ اس گولائی دار حصے (ٹریننگ ڈپارٹمنٹ) کے عقب میں ایک گارڈن واقع تھا جس میں طرح طرح کے پھول اس سینٹر کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہے تھے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

وہ اس وقت ٹریننگ ڈپارٹمنٹ کے بیسمنٹ میں موجود کنٹرول روم میں کھڑا تمام سی سی ٹی وی فوٹیجز کا جائزہ لے رہا تھا کمر پر ہاتھ باندھے اس کی نگاہیں سامنے چلتے مناظر پر تھیں ساتھ ہی ایک کرسی پر دبلا پتلا عینک لگائے لڑکا بیٹھا مومن ابراہیم کے ایک حکم پر تمام تر معلومات کھول کر اس کے سامنے رکھ رہا تھا۔

پورے کنٹرول روم کو اندھیرے نے اپنے سحر میں جکڑ رکھا تھا صرف مونیٹرز کی روشنی ہی کمرے کی تاریکی کو مٹا رہی تھی۔ تبھی مومن ابراہیم کی نگاہ پھسلتی ہوئی ایک سکرین پر جا ٹھہری اس نے اپنے دائیں جانب کھڑے مینیجر کو سخت چتونوں سے گھورا۔ اور پھر شرٹ کی کف فولڈ کرتا باہر نکل گیا۔ مینیجر نے افسوس سے سکرین میں نظر آنے والے منظر کو دیکھا۔

"اب پتہ چلے گا فریال کو کہ بسمہ شارک کسی سے نہیں ڈرتی۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی اور سامنے لگے پودے سے آخری پھول بھی توڑ لیا۔ نگاہ ادھر ادھر گھمائی وہاں کوئی نہیں تھا۔ شکر کا کلمہ پڑھتی وہ آگے بڑھی۔ تبھی ہاتھ میں تھامے پھولوں کی ٹہنی اس کے گلابی آنچل سے اڑ گئی۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ساتھ میں اپنا دوپٹہ ٹہنی کی زد سے آزاد کروانے کی کوشش کرتی چلی جا رہی تھی۔ الجھی الجھی زلفیں اس کے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھیں تبھی وہ کسی شے سے بری طرح ٹکرائی کہ ہاتھ میں تھامے پھول زمین بوس ہو گئے۔

سامنے ہی وہ بلیک جینز پر بلو شرٹ زیب تن کیے آنکھوں میں سرد پن بھرے اسے گھور رہا تھا۔ ہاتھ سینے پر باندھے پیروں میں جوگرز اور گریبان میں اٹکی عینک۔

"کتنا بدتمیز ہے کیسے گھورے جا رہا ہے تمیز تو چھو کر بھی نہیں گزری ہو گی۔" اس نے دل ہی دل میں قیاس لگائی۔

وہ پھول اٹھانے کی غرض سے نیچے جھکی لیکن اس سے پہلے ہی مومن ابراہیم نے تمام پھول اکھٹے کر لیے۔ وہ پیچ و تاب کھاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کوئی مسئلہ؟" استفسار کیا مومن نے ہاتھ لمبا کر کے اسے پیچھے کی جانب اشارہ کیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"وہاں سامنے بورڈ پر کچھ لکھا ہے۔ ہوپ سو کہ آپ انگلش پڑھنا جانتی ہوں گی۔" بسمہ نے پلٹ کر دیکھا وہاں ایک تختی پر بڑا بڑا سیاہ رنگ سے "Do not pluck the flowers" لکھا ہوا تھا۔ ایک پل میں شرمندگی سے اس کا چہرہ جھک گیا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"تو؟" لیکن وہ بسمہ شارک تھی جو کافی ڈھیٹ واقع ہوئی تھی مومن ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"آپ کو سزا سنائی جا سکتی ہے۔"

"کس بات کی سزا۔؟" اس نے حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات لیے پوچھا

"یہ جو آپ نے پھول توڑ کر اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے اس بات کی سزا۔" مومن کا لہجہ خار کھاتا تھا جیسے ابھی اسے کسی بڑے جرم کی پاداش میں پھانسی کے پھندے پر لٹکا دے گا

"آپ ہوتے کون ہیں مجھے سزا یا جزا کا اندیہ سنانے والے۔؟" ایسا کون سا جرم کر دیا تھا اس نے لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ پھول توڑنے سے بڑا کوئی جرم نہیں ہو سکتا۔

"آئی ایم مومن ابراہیم۔ داسب ہیڈ آف یور ٹریننگ ڈپارٹمنٹ۔" مومن نے جیب سے کارڈ نکال کر بسمہ شارک کی نگاہوں کے سامنے لہرایا۔ اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ الفاظ ساتھ چھوڑنے لگے اب وہ کچھ بھی بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

"اور ایک بات آپ کا یہ حلیہ ہوسٹل کے اندر تک ہونا چاہیئے۔ یہ آپ کے باپ کی جاگیر نہیں ہے جو یوں دھندھناتی پھر رہی ہیں۔ آپ کی وارڈن سے کمپلین کی جا سکتی ہے۔ بی کیئر فل فار دا نیکسٹ ٹائم۔" مومن

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ابراہیم نے پھول ہاتھوں میں تھامے واپسی کے قدم اٹھانے چاہے لیکن اس سے پہلے ہی بسمہ شارک کی آواز ابھری۔

"اس بار عبید بھائی جیت جائیں گے۔" جانے انجانے میں اس کی زبان پر یہ حروف آہی گئے تھے۔ وہ بہت دنوں سے سنتی آرہی تھی کہ اس بار ریس ٹورنمنٹ میں مومن ابراہیم ہی جیتے گا کیونکہ وہ ہمیشہ جیتتا آیا تھا۔

"سیریسلی۔؟" انداز چیلنجنگ تھا یا خبردار کرنے والا وہ اندازہ نہیں لگا سکا

"ہاں۔ کیونکہ آج تک سب عبید بھائی سے ہارتے آئے ہیں۔" اس بار عبید بھائی تھے اس کے مقابل بھلا یہ کیسے جیت سکتا تھا۔

"اور مومن ابراہیم سے آج تک کوئی جیت نہیں پایا۔" لہجہ طنزیہ تھا جیسے کہہ رہا ہو دیکھ لینا جیت تو مومن ابراہیم کی ہی ہو گی۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

اسے وہاں سے سیدھا گھر پہنچنا تھا وہ جلدی سے آکر گاڑی میں بیٹھا ہاتھ میں تھامے پھول فرنٹ سیٹ پر رکھے اور گاڑی زن سے آگے بڑھا دی۔ سوچیں بسمہ شارک کے گرد طواف کر رہی تھیں کتنی عجیب لڑکی تھی وہ جس کے لیے پھولوں کا توڑے جانا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ پھول تعلقات جوڑنے کا واحد ذریعہ ہوتے ہیں۔ کسی سے محبت ہو جائے پھول پیش کر کے پرپوز کر دو۔ کوئی اپنا ناراض ہو جائے پھول دے کر سوری بولو اور معاملہ رفع دفعہ ہو جائے گا۔

وہ پھول اپنے ساتھ ہی گھر لے آیا تھا ٹی وی لاونج میں پڑے ایک ٹیبل پر واز پڑا ہوا تھا جس میں لگے تازہ پھول اب مرجھا چکے تھے وہ اس تک آیا اور مرجھائے ہوئے باسی پھول نکال کر واز میں تازہ پانی بھرا پھر ایک ایک کر کے تازہ پھول اس میں رکھتا گیا اسے یقین تھا یہ کونپلیں جلد ہی پھوٹ کر پورا پھول بن جائیں گی۔

"پھول چور" وہ مسکرایا اور ایک لقب بسمہ شارک کی ذات سے جوڑ دیا۔

منہا کی رخصتی کے ساتھ ہی بالاج اور جیا کی شادی بھی طے کر دی گئی تھی۔ ویسے بھی جیا تو ان کے اپنے گھر کی بیٹی تھی تو پھر وہ تاخیر کیونکر کرتے۔ شادی کی تیاریاں اپنے عروج پر تھیں۔ آج سے ٹھیک پانچ دن بعد منہا کی مہندی پر جیا اور بالاج کا نکاح فکس کیا گیا تھا۔

آج موسم کافی گرم تھا اور اپریل کے نصف میں تو گرم ہوائیں چلتی ہی رہتی تھیں۔

"کافی عرصے کے بعد شکل دکھائی ہے تم نے اپنی ورنہ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ کوئی جیا سکندر بھی ہے۔" انعم نے اپنے سامنے صوفے پر آلتی پالتی مارے بیٹھی جیا سے شکوہ کیا

"لو بھلا جیا سکندر بھی کوئی بھولنے والی چیز ہے۔" ٹھنڈا مشروب ہلک میں اتارا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی انعم سے ملنے اس کے گھر آئی تھی

"اور تم نے کون سا کہہ دیا کہ خود ہی دوست سے مل آؤں۔" وہ دوستی میں برابری کی قائل تھی اس کا ماننا تھا کہ دوستی میں اونچ نیچ انسان کو زیر کر دیتی ہے جس وجہ سے وہ اپنے دوستوں سے دور ہو جاتا ہے

" بس مصروفیات ہی کچھ ایسی تھیں وقت ہی نہیں مل سکا اور شادی کے بعد تو خیال ہی نہیں رہا کسی شے کا۔ اب تم سنگل لوگ کیا جانو شادی شدہ لوگوں کے مسائل۔"

"الحمدللہ میں بھی منگنی شدہ ہوں۔" جیا تڑخ کر بولی۔ انعم نے بے یقینی سے چہرہ اٹھائے اسے دیکھا۔ جو اسے حیرت کے سمندر میں دھکیل کر اب مزے سے سامنے پڑے لوازمات کے ساتھ انصاف کر رہی تھی

"یہ کب ہوا؟" کچھ دیر بعد انعم کی مری مری آواز نکلی۔ وہ جتنا حیران ہوتی کم تھا کیونکہ اسے لگتا تھا وہ وہاج ملک کو کبھی بھول نہیں پائے گی لیکن وہ غلط تھی اس کا اندازہ غلط تھا۔

"یہی ایک ہفتہ پہلے انفیکٹ میں تو تمہیں اپنے نکاح کی انویٹیشن دینے آئی تھی۔" اب کی بار انعم سے کچھ بولا بھی نہیں گیا۔ جیا اس کی حالت سے محظوظ ہوئی تھی۔

"اور کس کے ساتھ ہوئی ہے تمہاری منگنی؟" ماتھے پر سخت تیوری چڑھائے انعم نے اسے گھورا وہ تو اپنی دوست سے بالکل غافل ہو چکی تھی۔

"بالاج کے ساتھ۔" انعم کی آنکھیں ابل باہر آئیں

"وہی تمہارا کزن نا؟ ویسے دکھنے میں کیسا ہے۔؟" بالاج کو اس نے دور سے یونیورسٹی آتے جاتے دیکھا تھا کبھی قریب سے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

"اچھا ہے۔" جیا نے اثبات میں سر ہلا کر انعم کو جواب دیا

"کیا صرف اچھا ہے۔ مطلب پرسنیلٹی کیسی ہے؟ زیادہ نہیں تو یہ ہی بتادو اس کی آنکھوں کا رنگ کیا ہے۔؟" انعم نے جھنجھلا کر پوچھا یہ لڑکی اسے پاگل کر دیے والی تھی مجال ہے جو کبھی کسی سوال کا ڈھنگ سے جواب دے دے۔

"مجھے نہیں معلوم۔۔" اس نے کندھے اچکائے

"کیوں؟"

"کبھی اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی میری۔" اسے یاد آیا کہ اس نے تو کبھی بالاج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات ہی نہیں کی تھی۔

"جیا۔۔" انعم کی تنبیہہ کرتی نظروں سے بچتی جیا کھسیانی ہنسی ہنس دی

"اچھا اچھا بتا رہی ہوں۔ وہ دکھنے میں ایک دم میرے سپنوں کے راج کمار جیسا ہے۔" لب دبائے انعم کو سلگایا اور وہ واضح انداز میں چڑ گئی۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا لڑکی۔ سدھر جاؤ۔" اپنے قریب پڑا کشن اٹھا کر جیا کو مارا جو اس کے بروقت نیچے ہولیے سے پیچھے رکھے کارنر ٹیبل سے ٹکرایا

'چھن' کی آواز کے ساتھ میز پر رکھا واز زمین بوس ہوا۔ انعم کی صورت رونے والی ہو چکی تھی وہ اس کا بہت قیمتی تحفہ تھا وہ دہائی دیتی اب اپنے واز کے لیے رو رہی تھی اور جیا کے قہقہے سے پورا گھر گونج اٹھا۔

وہاج اپنے کمرے میں دائیں سے بائیں ٹہل رہا تھا بار بار رک کر میز پر رکھے اپنے موبائل پر بھی نگاہ ڈال لیتا ۔اس کے چہرے سے بے چینی صاف واضح ہو رہی تھی۔

فون کے بزر ہونے پر اس نے لپک کر فون اٹھایا۔

"کیا مسلہ ہے۔جب بندہ فون نہیں اٹھا رہا تو اس کا مطلب کہ وہ بزی ہے۔" دوسری طرف سے غصے میں بھری نسوانی آواز ابھری۔

"تم نے کہا تھا کہ بالاج جیا سے شادی کرنے والا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس ہفتے ان دونوں کا نکاح ہے۔" دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"دیکھو وہاج ملک میری بالاج سے بہت مختصر ملاقات ہوئی تھی اور تمہارے کہنے کے مطابق میں نے اسے لبھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ بہت سخت ہو چکا ہے اس کے دل میں حریم ناز کے لیے محبت کا نہیں بلکہ نفرت کا پودا جڑ پکڑ چکا ہے۔" بلاشبہ وہ آواز حریم ناز کی تھی وہاج نے لمبا سانس اندر کھینچا یہ معاملہ پیچیدہ ہوئے جا رہا تھا اور اگر اس بات کی ملک کو بھنک بھی پڑ جاتی تو وہاج کی موت پکا تھی۔اسے جلد از جلد اپنا کام کرنا تھا۔

"اب تم غور سے میری بات سنو حریم۔" وہاج اسے آگے کے لائحہ عمل کے بارے میں آگاہ کرنے لگا۔

کمرا نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا انمول اور صوفیہ ابراہیم آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔جو راز اسے اس دن معلوم ہوا تھا وہ ہر جذبات اور احساسات پر بھاری تھا۔

"آپ نے کبھی یہاں سے نکلنے کی خواہش نہیں کی۔؟"انمول نے ان کی آنکھوں میں دیکھا گہری بھوری آنکھوں میں صدیوں کی داستان رقم تھی وہ جھر جھری لے کر رہ گئی۔

"نہیں۔یہاں سے فرار کا ویسے بھی کوئی راستہ نہیں تھا۔" لہجے میں مایوسی کا عنصر نمایاں تھا

"آپ نے کبھی کوشش ہی نہیں کی ورنہ اس قفس کی قید میں آپ کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔"وہ خود بہت کوشش کر چکی تھی لیکن اسے کوئی راستہ نظر نہیں آیا تھا۔سارے راستے جیسے مسدود ہو چکے تھے۔

"یہ قید جنت ہے۔"

"کیسے ؟"انمول ملک نے حیرت سے استفسار کیا

"تم نہیں سمجھ سکتی۔۔اس جنت کی قید میرے لیے آب حیات ثابت ہوئی ہے جس نے مجھے موت سے دور کر کے میری زندگی بڑھادی۔"انمول ملک ان کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی

"موت سے ڈر لگتا ہے آپ کو۔؟"

"اس دنیا میں کوئی بھی انسان اتنا بہادر نہیں ہے جو موت کو ہنس کر جھیل لے۔"انہوں نے تلخ مسکراہٹ سے انمول ملک کو دیکھا وہ کہیں نا کہیں اپنے باپ کا عکس تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ موت۔۔۔رہائی ہے۔"انمول نے اپنا تجزیہ پیش کیا کیونکہ اس نے بھی تو موت کو چنا تھا۔

"ہاں۔اس دنیا سے رہائی ہے لیکن جو پکڑ اس جہاں میں ہو گی اس کا کیا۔؟"وہ مسکرائی تھیں اور انمول ملک مسکرا بھی نہیں سکی۔کچھ دیر خاموشی کی نظر ہو گئی

"تمہیں لگتا ہے وہ آئے گا۔؟"صوفیہ ابراہیم کے سوال پر وہ دم سادھ گئی

"اس نے مجھ سے کہا 'تھا' کہ وہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک میری حفاظت کرے گا۔"ماضی میں کیا گیا ملک کا وعدہ اسے یاد آیا۔ اور وہ ساکت رہ گئی۔

"کیا ہوا؟" صوفیہ ابراہیم نے اسکا پریشان حال چہرہ دیکھا

"وہ آئے گا۔ وہ اپنا وعدہ نبھانے آئے گا۔"وہ چہک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ملک کبھی اپنا وعدہ نہیں بھولتا چاہے وہ ماں باپ سے کیا گیا وعدہ ہو یا۔۔۔ انمول ملک سے وہ ہر حال میں اپنا کیا گیا وعدہ نبھاتا ہے۔" اور اسی لمحے جیسے اسے ادراک ہوا کہ کوئی معجزہ ہونے والا تھا۔ اب وہ دائیں سے بائیں ٹہلتی جا رہی تھی اور زبان پر ایک ہی الفاظ کی گردان تھی

"ملک کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ وہ آئے گا۔"

رات کی سیاہی نے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ وہ رات رازوں سے بھری ہوئی تھی۔ چاند اور ستارے ترحم سے زمین پر موجود حویلی کی جانب بڑھتے اس ہیولے کو دیکھ رہے تھے۔ وہ ہیولہ چھوٹے چھوٹے پھونک پھونک کر قدم رکھتا حویلی کے عقبی حصے کی جانب بڑھا۔ رات کے اس پہر حویلی کا کوئی گارڈ بھی سست نہیں ہوتا تھا لیکن آج کچھ نئی بات تھی جو تمام گارڈ گدھے گھوڑے بیچ کر اپنی اپنی جگہوں پر بے سدھ سوئے ہوئے تھے یا شاید کسی نے انہیں چائے میں نیند کی گولیاں گھول کر پلائی تھیں۔

وہ رات انمول ملک پر بہت بھاری تھی۔ رات کی تاریکی کی طرح اس کا اندر باہر بھی سیاہ ہو رہا تھا۔ ٹھنڈی دیوار سے لگ کر بیٹھی وہ اوپر بنی چھت کو گھور رہی تھی۔ مایوسی اور نا امیدی اس کے قریب گھات لگائے بیٹھی تھیں۔ ایک اور دن ڈھل گیا تھا اور ابھی تک وہ اس زندان میں قید تھی۔ جس دیوار سے وہ ٹیک لگائے بیٹھی تھی اس کے اوپر چھت کے قریب ایک روشن دان نصب تھا جس میں سے چاند کی روشنی باہر رات کے اندھیرے کا پتہ دے رہی تھی۔

"کیا وہ ائے گا؟" یہ وہ سوال تھا جو اس کے دل و دماغ میں جنگ برپا کر رہا تھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے سامنے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔

غرور، انا اور تکبر ان تین چیزوں نے برباد کیا تھا انمول ملک کو اور اس کی مثال ایک ہارے ہوئے جواری کی مانند تھی جس نے محبت کی بازی لگا کر اپنی 'محبت' کو ہار دیا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

دفعتاً کمرے کے باہر سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ بھاری مردانہ اور عجلت میں اٹھائے جانے والے قدم۔ انمول ملک کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا وہ اس چاپ کو پہچانتی تھی۔ بمشکل دیوار کا سہارا لیتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ صوفیہ ابراہیم کو دیکھا تو وہ کروٹ لیے اپنے بستر پر دراز شاید گہری نیند میں جا چکی تھیں۔ پھر وہ آواز ٹھہر گئی اس نے دیکھا روشن دان سے آتی چاند کی روشنی چوکھٹ کے قریب پڑ رہی تا ایک سیکنڈ گزرا اور کسی نے آ کر چیخ کی آواز کے ساتھ کمرے کا لاک کھولا تھا۔ انمول ملک کو ڈھیر سارے خوف نے آن گھیرا۔ دروازہ کھلا اور نو وارد نے اپنے قدم آگے بڑھائے۔

"کک۔ کون؟" ہلک سے پھسی پھسی آواز نکلی کیونکہ اس شخص کا چہرہ واضح نہ تھا۔اس کے قدم آگے بڑھانے کے ساتھ انمول پیچھے کی جانب کھسکی لیکن پیچھے تو دیوار تھی وہ مزید پیچھے نہیں ہو سکتی تھی۔ تبھی چاند کی روشنی میں آکر نووارد کا چہرہ واضح ہوا۔انمول نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"ملک" سرگوشی کی سے الفاظ اس کے منہ سے نکلے۔ایک آنسو لڑھک کر گلابی گال کی زینت بن گیا کتنا انتظار کیا تھا اس نے ملک کا۔اس سے پہلے وہ مزید کچھ بولتی ملک نے اپنے منہ پر انگلی رکھے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ملک کی نگاہوں نے ادھر ادھر کا سفر کیا اور پھر وہ آکر انمول ملک پر ٹک گئیں وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں آگے بڑھی۔ملک یک ٹک اسے اپنی جانب بڑھتا دیکھ رہا تھا اور وہ آکر ملک کے سینے سے لگتی سسک اٹھی۔ملک دم بخود رہ گیا آنکھیں حیرت سے واہ ہوئیں۔انمول کے آنسو ملک کو اپنے دل پر گرتے محسوس ہوئے اور وہ شدت سے انمول ملک کو خود میں بھینچ گیا۔

چند لمحوں کی بات تھی اور دل کے گرد جو بے حسی کا خول تھا وہ ٹوٹ گیا۔ تبھی ایک حقیقت ملک پر آشکار ہوئی کہ جس دل کو اس نے پچھلے بیس سال سے بے حسی اور سنگ دلی کے خول میں مقید کر رکھا تھا وہ تو روز اوّل سے ہی انمول ملک کا اثیر ہو گیا تھا۔ خیالوں میں گم ملک کا ارتکاز کسی کی ہچکیوں نے توڑا تھا۔اس نے نرمی سے انمول ملک کو خود سے جدا کیا اس کا پورا وجود ہچکولے کھا رہا تھا۔خود کو سو بار لعنت ملامت کرتے اس نے انمول کے آنسو صاف کیے۔اس کی آنکھیں قیامت خیز منظر پیش کر رہی تھیں۔ملک نے ایک گہری سانس بھرتے اس کا ہاتھ تھاما اور باہر کی جانب بڑھا۔ لیکن انمول ملک نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ملک نے پلٹ کر استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا پھر اس کی آنکھوں کا سوال سمجھتے وہ اس کے قریب ہوا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ہم اس وقت انہیں اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتے انمول۔ اگر آپ کے بابا کو صوفیہ آنٹی کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ تیسری جنگ عظیم کھڑی کر دیں گے۔ اس لیے ہوش سے کام لیں اور چلیں میرے ساتھ۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے کہ بہت جلد ہم انہیں یہاں سے نکال لیں گے۔" مدھم آواز میں اسے جواب دیا اور انمول کو لیے باہر کی جانب چل دیا۔ اب کی بار اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔

پیچھے رہ جانے والے صوفیہ ابراہیم کے وجود نے لمبی سانس خارج کی اور کروٹ بدل کر چت لیٹ گئیں۔ اب ان کی آنکھوں سے کوئی آنسو نہیں بہتا تھا کیونکہ آنکھ کا پانی تو پچھلے تیئس سال میں سوکھ چکا تھا۔ وہ زیرِ لب ملک، انمول ملک اور مومن ابراہیم کے کیے دعاؤں کا ورد جاری کر گئیں۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اس نے اوون کا ڈھکن الٹا تو چاکلیٹ اور وینیلا کی مکس بھینی بھینی خوشبو سارے میں پھیل گئی۔ وہ ایسے ہی ٹرے اٹھائے ڈائننگ ٹیبل تک آیا اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"یا اللہ میں اتنا اچھا کک کیوں ہوں۔" خود کو تعریفی کلمات سے نوازتے اس نے ایک کپ کیک ہاتھ میں اٹھایا۔ اس نے آج ایک نئے طرز کا کپ کیک ٹرائے کیا تھا یقیناً ملک کو وہ بہت پسند آنے والا تھا۔ چمچ کی مدد سے اس کا کنارا کترا اور منہ کی جانب بڑھایا لیکن اگلے ہی لمحے وہ چمچ زمین بوس ہو گیا۔ کوئی داخلی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا جبکہ وہ شخص نہیں اس کے پیچھے چلتی انمول ملک تھی۔ اس کا سانس تک رک گیا اس سے پہلے کہ ہاتھ میں تھاما کیک بھی زمین کی زینت بنتا ملک نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا۔

مومن ابراہیم نے آنکھیں مسل کر دوبارا سامنے دیکھا مبادا کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا لیکن یہ حقیقت تھی اور ایسے خوفناک حقائق مومن ابراہیم کی زندگی میں بھونچال ڈالنے کو آتے ہی رہتے تھے۔

"انمول کو ان کا کمرہ دکھا دو مومن۔" انمول نے ایک چور نگاہ ملک پر ڈالی جو فریج سے پانی کی بوتل نکال رہا تھا اور پھر مومن کے اشارہ کرنے پر گیسٹ روم میں چلی گئ

"یہ یہاں کیسے؟" ملک نے پانی پیتے اسے دیکھا وہ خود کو مومن ابراہیم کی ناراضگی کے لیے تیار کر کے آیا تھا

"تم نے ہی تو کہا تھا وہ موت کو گلے لگا لیں گی لیکن اپنے باپ کے خلاف نہیں جائیں گی۔" گلاس سنک سے دھو کر واپس اپنی جگہ پر رکھا

"اور آپ نے میرے کہے کو غلط ثابت کر دیا۔" وہ ابھی تک حیران تھا

"نہیں میں نے صرف اپنا وعدہ نبھایا ہے۔" وہ اب اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا

"واٹ ایور۔" مومن نے سر جھٹکا۔ وہ کیسے بھول سکتا تھا کہ ملک نے جو کیا سب کے بھلے کے لیے ہی کیا اگر تو وہ صوفیہ ابراہیم کو اپنے ساتھ لے آتا تو جہانداد ملک نے بڑا محاذ کھڑا کر دینا تھا۔

"اتنا میٹھا مت کھایا کرو۔ موٹے ہو جاؤ گے۔" وہ جاتے جاتے پلٹا اور اسے تاکید کی

"اللہ اللہ۔" مومن نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ اپنے کمرے میں آ کر اس نے ایک لمبی سانس خارج کی۔

مومن ابراہیم ناراض نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ ملک کو ملک سے زیادہ جانتا تھا۔ اس کی سائکی واحد مومن ابراہیم ہی سمجھ سکتا تھا۔ وہ اوندھے منہ بیڈ پر گر گیا یہ زندگی اسے بہت دکھ دیتی تھی کبھی اپنوں کو چھین کر

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

تو کبھی من پسند شے سے نواز کر۔ ہر طرف دکھ ہی دکھ تھا وہ جو سب کے سامنے مظبوط نظر آتا تھا کوئی اس کے اندر جھانک کر دیکھتا کہ وہ کتنا درد چھپائے بیٹھا تھا۔

صبح کا وقت تھا اور حویلی میں انمول ملک کی غیر موجودگی کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیلی تھی اس وقت تمام گارڈ اور حویلی کے ملازم مؤدب سے جہانداد ملک کے سامنے سر جھکائے کھڑے تھے۔

"تم لوگوں کے ہوتے ہوئے وہ کیسے لے کر جا سکتا ہے اسے۔؟" ان سب میں شائستہ بی نہیں تھی ان پر ویسے بھی کسی کا شک نہیں جاتا تھا وہ کبھی دھوکہ نہیں دے سکتی تھیں

"سر ہمیں نہیں معلوم شاید کسی نے ہمیں نیند کی دوا کھلائی تھی جو ہم سو گئے اور۔" جہانداد ملک نے سرخ انگارا آنکھوں سے ان تمام کو گھورا

"دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے ورنہ جان لے لوں گا تم سب کی۔" وہ شرمندہ ہو کر وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ پیچھے ندیم رہ گیا تھا۔ جہانداد ملک کا رائٹ ہینڈ۔ ان کے لیے جان قربان کرنے والا۔

"مالک حوصلہ رکھیں ہم اسے ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" انہوں نے دائیں بائیں سر ہلایا

"نہیں وہ نہیں ملے گا وہ جہاں بھی گیا ہو گا بے شک وہ جگہ عام سہی لیکن بہت خفیہ ہے۔ ملک کے علاوہ کوئی دوسرا اس جگہ کا پتا نہیں چلا سکتا۔" انہیں اس وقت شدید تاؤ آ رہا تھا کیسے وہ شخص ان کی ناک کے نیچے سے ان کی سگی بیٹی کو لے جا سکتا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"پھر ہم کیا کریں مالک وہ ہمیشہ ہم سے دو ہاتھ آگے ہوتا ہے۔" ندیم نے تاسف سے سر ہلایا

"تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے اب وہ خود آئے گا یہاں کب کیسے یہ میں طہ کروں گا۔ بس اتنا جان لو کہ اس کھیل کا اختتام بہت جلد ہونے والا ہے۔ تمام مہرے اپنی اپنی چال چل کر ہار جائیں گے اور آخر میں جیت بادشاہ کی ہو گی۔" ندیم اور جہانداد ملک شاطرانہ ہنسی ہنس دیے۔

رات کا پہر تھا وہ دونوں ہاتھوں میں مگ تھامے ٹیرس کی جانب کھلتے دروازے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ نظریں سامنے افق پر چمکتے چاند پر تھیں۔ دفعتاً اس کے ساتھ کوئی آکر بیٹھا تھا۔ انمول نے چونک کر دیکھا تو ملک اپنا کافی کا مگ تھامے اس کے ساتھ بیٹھ رہا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

"کیا زندگی اتنی خوبصورت ہو سکتی ہے؟" ملک نے اسے دیکھا ہوا کے تھپیڑوں سے اس کے بال اس کے چہرے پر گر رہے تھے وہ اپنی نظریں سامنے کر گیا جہاں پورا شہر جگمگا رہا تھا۔

"زندگی اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہو سکتی ہے۔ میرا ماننا ہے کہ زندگی خوبصورت ہوتی نہیں ہے بلکہ اسے خوبصورت بنایا جاتا ہے کبھی دل سے جی کر تو کبھی اپنی پسندیدہ شے کے ساتھ جی کر۔" ایک چور نگاہ انمول ملک پر ڈالی وہ اپنی کافی کا گھونٹ بھر رہی تھی۔

"تمہیں مجھے یہاں لاتے ہوئے ڈر نہیں لگا۔؟" انمول نے کافی کا گھونٹ بھرا

"ڈر کے آگے جیت ہے انمول ملک۔" انمول نے بدمزہ ہو کر کپ پیچھے کیا۔ مجال ہے جو یہ اسے ڈھنگ کا کوئی جواب دے لے۔

"تم یہاں ڈیو کی ایڈ نہیں دے رہے ملک میں سیریس ہوں۔" ملک نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کو لب دبائے لیکن وہ انمول ملک کی نگاہوں سے چھپی نہیں رہ سکی۔

"اور میں ڈیم سیریس ہوں۔ اب اٹھیں اور چل کر آرام کریں رات بہت ہوگئی ہے۔" وہ اب بھی اس کی جانب ہی دیکھ رہی تھی۔

"تم جانتے ہو ملک تمہاری مسکراہٹ بہت خوبصورت ہے۔" وہ جینز کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے اس کے سامنے کھڑا تھا اور وہ کافی کا مگ تھامے اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"میں نہیں جانتا میری مسکراہٹ زیادہ خوبصورت ہے یا آپ کے دیکھنے کا انداز۔" انمول ملک کا چہرہ سرخ کندھاری ہو گیا وہ سر جھکا گئی۔ کوئی ملک سے پوچھتا کہ اس کے لیے سب سے خوبصورت شے کیا ہے تو وہ بلا تاخیر کہتا۔ 'انمول ملک کا شرمانا'۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

وسیع و عریض سڑک پر اس وقت موت کا سا سناٹا تھا آس پاس کے درختوں میں پرندے دبک کر بیٹھے ہوئے تھے تبھی شوں کی آواز کے ساتھ سڑک کے ایک جانب سے بائک نظر آیا پھر اس پر سوار شخص کا سراپا واضح ہوا وہ مکمل طور پر سیاہ رنگ میں ملبوس بائک چلا رہا تھا دوسرے بائکرز کی طرح اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ بازی جیتنے والوں میں سے تھا۔ اس کے پیچھے ایک پھر دو اور پھر ایک کے بعد ایک بائک سڑک پر دوڑنے لگے۔ اس خاموشی کو چیرتی آواز سن کر پرندے اپنے اپنے نشیمن سے پرواز کر گئے جانتے تھے کہ خطرہ ان کے اردگرد منڈلا رہا تھا۔

سب سے آگے اس کی بائک تھی اسے دور سے فنش لائن نظر آئی یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا اور مشکل راونڈ تھا لیکن اس نے کر دکھایا تھا

"مومن۔ مومن۔ مومن۔" کی آواز ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی وہاں کھڑے تمام نفوس کی زبان پر اسی نام کی گردان تھی لیکن وہاں کوئی اور بھی تھا جو تیکھی نگاہوں سے سامنے سے آتے مومن ابراہیم کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے چند میٹر کی دوری پر عبید باجوہ اس ریس کو جیتنے کے جتن کر رہا تھا

جیسے ہی وہ فنش لائن سے چھ فٹ کی دوری پر پہنچا اس نے اپنے دونوں بازو وا کیے اور فنش لائن کی پٹی کو اپنے سینے پر لپیٹتا وہ آج کی ریس بھی جیت گیا تھا۔ ہر طرف سے مبارکباد کی صدا بلند ہوئی جس میں ہار جانے والوں کے قصیدے دب کر رہ گئے۔

وہ ابھی تک اس ہجوم کے درمیان کھڑی تھی۔ ریسنگ ٹریک اور تمام ناظرین کے درمیان لگائی گئی گرل اٹھا دی گئی تھی۔ سب دوڑ کر مومن ابراہیم کی جانب بڑھ رہے تھے کیا لڑکیاں کیا لڑکے تمام اس وقت ہجوم بنا کر تصاویر بنوا رہے تھے۔

مومن ابراہیم کی نگاہیں اس پر ٹکی ہوئی تھیں جو بھرے مجمعے میں تنہا کھڑی تھی۔ ہجوم کو چیرتا وہ اس جانب بڑھا۔ زبان پر سیٹی کی دھن بجاتا وہ اس کے قریب سے گزرنے لگا لیکن پھر ٹھہر گیا۔ منہ اس کے کان کے قریب کیا اور صرف دو الفاظ کہے۔

"پھول چور۔" وہ سرگوشی تھی لیکن بسمہ کو لگا جیسے کسی نے اس بھرے مجمعے میں کھڑے ہو کر اس کو چیخ چیخ کر پھول چور بولا تھا۔ آنکھیں پل میں لبالب پانیوں سے بھر گئیں۔ بمشکل خود کو رونے سے باز رکھا۔

مومن ابراہیم اس کے پاس سے گزر کر آگے بڑھ چکا تھا لیکن وہ ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے اپنے انسو صاف کرتی وہ مڑی اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اپنے موبائل پر مومن ابراہیم کے ساتھ کھنچوائی گئی تصاویر دیکھتی فریال ہڑبڑا کر اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

"بسمہ۔ بسمہ سٹاپ اٹ کہاں جارہی ہو۔؟" فریال اس کے قدم سے قدم ملانے میں کامیاب ٹھہری تھی۔ اتنے میں ہی اس کا سانس پھول گیا تھا

"مرنے۔۔" وہ گولی کی طرح تیز چلتی جارہی تھی۔

"ہیں۔۔ کیوں؟" فریال نے چونک کر اسے دیکھا اس کے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ سورج کی تپش بھی اس کے چہرے کو جھلسا رہی تھی۔

Aesthetic Novels

"میرے پیچھے آنے کی کوشش مت کرو۔" وہ دبا دبا سا چلائی اس وقت وہ اکیلی رہنا چاہتی تھی

"کیوں ہم تو آئیں گے۔" اس کے عقب سے بھاری مردانہ آواز ابھری

"ہم؟" وہ چلتے چلتے پلٹی

"ہاں ہم۔۔ یعنی میں اور فریال۔" عبید باجوہ اور فریال دونوں بتیسی کی نمائش کرتے اس کے سامنے کھڑے تھے۔

اگلے منظر میں وہ تینوں ایک پارک میں بنے بینچ پر بیٹھے تھے۔ بسمہ شارک بینچ پر بیٹھی ٹھنڈی آئس کریم سے انصاف کر رہی تھی۔ جبکہ فریال اس کے پیچھے کھڑی اپنے موبائل میں گم تھی۔

"ہاہاہا مطلب سچ میں تم مومن ابراہیم کو چیلنج کر کے آئی تھی۔ اوہ گاڈ۔ ہاہاہا۔" عبید اس کے سامنے گھاس پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا

"مذاق مت بناؤ میرا۔" اس کی آنکھیں اور ناک ابھی تک سرخ تھیں۔

"لو بھلا اب مذاق کا مذاق نہ بنائیں تو کیا کریں۔" وہ دونوں ایک بار پھر سے قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔ اب کی بار ان کی ہنسی میں بسمہ کا قہقہہ بھی شامل تھا وہ خود اپنی بے وقوفی پر ہنس رہی تھی۔

"ویسے ایج کیا ہے تمہاری۔؟" عبید نے سیریس انداز میں سوال کیا

"اکیس سال۔ ویسے آپ کیوں پوچھ رہے ہو۔؟" کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھا

"تم سے دو سال بڑا ہے وہ عمر میں بھی اور تجربہ میں بھی۔ تمیز سے بات کیا کرو اس سے۔" بسمہ نے آنکھیں گھمائیں

"اور آپ کی عمر سے وہ دو سال چھوٹا ہے۔ آپ کیوں اتنی عزت دے رہے ہیں اسے۔"

"وہ ہمارا انچارج ہے۔ ہمارا استاد ہمیں ویسے بھی اساتذہ کی عزت کرنی چاہیے۔" بسمہ نے دو تین بار پلکیں جھپکیں یہ اس کا انداز تھا۔

"بسمہ کے دل میں جو آئے گا وہ کرے گی" والا انداز۔

"یار یہ دیکھو کتنا ہینڈسم لگتا ہے یہ۔" فریال نے اسے تپانے کو موبائل میں موجود تصویر اس کے سامنے کی

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"اب بچ کر دکھاؤ تم مجھ سے۔" اب فریال سوری سوری کی گردان الاپتی آگے آگے تھی اور بسمہ شارک اس کے پیچھے۔ اس سب میں عبید باجوہ کا زندگی سے بھرپور قہقہہ واضح تھا۔

صبح مومن اور ملک کے جانے کے بعد وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی۔ اس کا ناشتہ پلیٹ میں ڈھکا پڑا ہوا تھا۔ اس سے زیادہ لذیذ ناشتہ اس نے آج تک نہیں کیا تھا۔ اب وہ چونکہ اس گھر میں رہ رہی تھی تو اس نے سوچا کیوں نا گھر کی صفائی کر دی جائے اس لیے وہ صفائی کرنے لگ گئی۔ صفائی کے بعد وہ تا دیر ٹی وی لاونج میں بیٹھی ایک فضول سی ڈاکومنٹری دیکھتی رہی تھی۔ جب وہ تھک گئی تو اٹھ کر آرام کرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں جانے لگی باہر آسمان پر ہلکی کالی گھٹا چھا رہی تھی ممکن تھا کہ کچھ دیر بعد بارش برسنے لگتی اور پورے اسلام آباد کو بھگو دیتی۔ وہ مومن کے کمرے کے دروازے کے سامنے رکی۔ اندر کمرے کی بتی جل رہی تھی وہ بتی بند کرنے کی غرض سے اندر داخل ہوئی۔ صاف ستھرا کمرہ اس کی نفیس طبیعت کی عکاسی کر رہا تھا وہ سوئچ بورڈ کی جانب بڑھی ہی تھی کہ نگاہ بھٹکتی ہوئی اس کی سٹڈی ٹیبل پر گئی وہاں ایک ڈائری رکھی تھی سیاہ جلد والی وہ ڈائری یقیناً اس کی ذاتی ڈائری تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر ڈائری اٹھائی

"نہیں انمول یہ اخلاقیات کے خلاف ہے۔ تم کسی کی پرسنل چیزوں کو بنا اجازت نہیں چھو سکتی۔" اس نے خود کی سرزنش کی اور ڈائری واپس رکھنے لگی۔ ٹیبل پر اور بھی بہت سی کتابوں کا انبار لگا ہوا تھا کچھ کتابیں ساتھ والی دیوار میں نصب بک شیلف میں ترتیب سے پڑی تھیں۔ تبھی کھٹکا ہوا اس نے اپنے قدموں میں جھانک کر دیکا سیاہ جلد والی ڈائری اس کے پیروں میں پڑی تھی جبکہ اس میں سے ایک ورق اڑتا ہوا اس سے دور جا گرا۔

اس نے جلدی سے ڈائری اٹھائی اور وہ صفحہ اٹھا کر ڈائری میں رکھنے لگی لیکن۔۔۔وہ دنگ رہ گئی وہ کوئی ورق، صفحہ نہیں بلکہ تصویر تھی انمول ملک کی تصویر۔ اپنے دل کی دھک دھک اسے کانوں میں سنائی دی ایک خوف تھا جو اس کے نازک دل کو اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔ وہ ساری اخلاقیات بالائے طاق رکھتی ڈائری لے کر سٹڈی ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

یکے بعد دیگرے صفحات پلٹاتی وہ مومن ابراہیم کی زندگی میں جھانک رہی تھی۔ وہاں سب لکھا تھا اس کی آپ بیتی اس کی زندگی کی روداد۔ حسین تو نہیں لیکن غمگین لمحات اور ان میں سر فہرست انمول ملک کا نام درج تھا۔ وہ ڈائری مومن ابراہیم کے جذبات بیان کر رہی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ مومن ابراہیم سر تا پیر انمول ملک کے عشق میں ڈوبا ہوا تھا انمول ملک کی ہر حرکت و سکنات پر نظر رکھنے والا مومن ابراہیم انمول ملک کے دل میں اپنی نفرت کا بیچ بو گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جسے محبت مل جائے اسے قسمت کا دھنا جانو اور جو اپنی محبت کو ہار جائے اس سے بڑا بد قسمت اس دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔ وہ ابھی تک شل بیٹھی تھی بالکل ساکت اور جامد نا جانے کتنا وقت گزر گیا تھا اسے وہاں بیٹھے اتنا کہ باہر دن کا اجالا شام میں اور کالی گھٹائیں پانیوں سے بھرے بادلوں میں بدل گئی تھیں۔ کوئی اپارٹمنٹ کا دروازا کھول کر اندر داخل ہوا تبھی آسمان پر گرج چمک کے ساتھ بجلی کڑکی انمول نے اپنے کانوں پر ہاتھ نہیں رکھے تھے کیونکہ مومن ابراہیم کے الفاظ کی بازگشت اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔ کسی کے قدم دروازے کی دہلیز پر رک گئے جیسے چلتی ریل اپنی منزل پر پہنچ کر رک جاتی ہے۔ وہ کھڑی ہوئی اور پلٹی۔ اس کی ناک لال ہو رہی تھی اور غزالی آنکھوں میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔

مومن کی نگاہ اس کے ہاتھ میں تھامی ڈائری پر گئی وہ لب بھینچے آگے بڑھا۔ نظریں ہنوز جھک گئیں انمول کے قریب کھڑے ہو کر اس کے ہاتھ سے ڈائری لینی چاہی اسی وقت انمول بدک کر پیچھے ہوئی اور مومن کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے کی جانب دھکیلا اس نے نظر اٹھا کر انمول کی جانب دیکھا

"چٹاخ" کی آواز کے ساتھ انمول ملک کا ہاتھ مومن ابراہیم کے چہرے پر اپنی چھاپ چھوڑتا چلا گیا۔ وہ تھپڑ مومن ابراہیم کے منہ پر نہیں بلکہ اس کی ذات پر کسی کوڑے کی مانند پڑا تھا۔ انمول ملک نے گہرا لمبا سانس لے کر خود کو پُرسکون کرنا چاہا۔

"تم تم۔ مومن ابراہیم تمہیں شرم نہیں آئی۔" وہ دبا دبا سا غرائی۔ مومن ابراہیم کے لب سل گئے تھے۔

"کیوں مومن ابراہیم کیوں۔ تم نے خود کو میری نظروں میں گناہگار کیا کیوں؟" وہ چیخنا چاہتی تھی لیکن اس کی آواز کہیں دب گئی۔ گلے میں خراش سی ابھر آئی

"محبت گناہ نہیں ہوتی۔ نہ ہی میں گناہ گار ہوں۔" مومن ابراہیم نے اپنی محبت کا دفاع کیا۔ کیا واقعی محبت گناہ تھی اور اسے کرنے والا گناہگار۔؟ جواب 'نہیں' میں تھا۔ محبت تو وہ جذبہ وہ احساس ہوتی ہے جو سنگدل کو بھی نرم دل کر دے جو آگ میں پانی بھر دے جو دور ہوتے ہوئے بھی اپنے ارد گرد منڈلاتی نظر آئے۔

"مومن ابراہیم تم نے تو مجھے رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اگر اس ڈائری پر ملک کی نظر چلی جاتی تو جانتے ہو میں کبھی خود کو یا تمہیں معاف نہیں کر پاتی۔" آنسو بھل بھل بہنا شروع ہو گئے تھے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

یہ خیال ہی سوحان روح تھا کہ مومن اس سے محبت کرتا ہے۔ باہر آسمان پر ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔

"میں خود سے شرمندہ ہوں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ جو محبت میں نے کی وہ گناہ کہلائی جاسکتی ہے۔" اس نے زخمی نظروں سے انمول ملک کو دیکھا۔ وہ آج بھی انمول ملک کے لیے ایک بے ضرر سا ملازم تھا کیا؟

"ہنہہ۔ محبت اسے محبت نہیں غداری کہتے ہیں جو تم ملک کے ساتھ کر رہے تھے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔" اس نے اپنے سینے پر انگلی رکھے خود کو باور کروایا

"میں نہیں جانتا تھا کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن جب سے معلوم ہوا میں پیچھے ہٹ چکا تھا۔" وہ کسی شکست خوردہ انسان کی طرح اس کے سامنے سر جھکا گیا

Aesthetic Novels
Explore. Dream. Read.

"یہ۔ (ہاتھ میں پکڑی ڈائری سامنے کی) یہ پیچھے ہٹے تھے تم۔" اب کی بار وہ چیخی تھی اور ڈائری کمرے کے ایک کونے میں پڑی کوڑے دان میں پھینک دی۔ ایک لمحے کے لیے مومن ابراہیم کا دل بند ہو گیا

"جائیں یہاں سے۔" بھینچے ہوئے جبڑوں کے ساتھ دروازے کی جانب اشارہ کیا۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلی۔

"ایک بات یاد رکھنا مومن ابراہیم۔ جو شخص اپنی ماں کے لیے خود کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھا سکتا وہ اپنی دو کوڑی کی محبت کے لیے بھی کبھی سٹینڈ نہیں لے سکتا۔ تم جتنی مرضی مجھ سے محبت کر لو لیکن تاقیامت میری منزل ملک ہی رہے گا۔" وہ اپنا آنچل جھٹک کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اور پیچھے مومون ابراہیم خالی ہاتھ رہ گیا

'ایک محبت کو اس کی ماں نے ٹھکرایا تھا اور آج ایک محبت مومن ابراہیم کو ٹھکرا گئی تھی۔'اس نے سختی سے آنکھیں میچ کر کھولیں۔وہ سرخ ہو رہی تھیں۔ کھڑکی پر پڑتی بارش کی آواز اس کی سماعت میں داخل ہو رہی تھی۔اس نے سنا تھا کہ محبت کا انجام اچھا نہیں ہوتا لیکن۔اس کی محبت کی داستان تو شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گئی تھی۔اس کا دل پھٹنے لگا۔سانس جیسے سینے میں اٹکنے لگا تھا۔وہ کھڑکی کھول کر اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔بارش اس کے چہرے کو بھگونے لگی۔اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔وہ کیسے اس کی محبت کو دو کوڑی کا کر گئی تھیں۔

انمول ملک باہر ٹی وی لاونج میں رکھے صوفے پر بیٹھی تھی گھٹنوں پر سر ٹکائے۔ تبھی مومن ابراہیم کے کمرے کا دروازہ کھلا وہ باہر نکلا ایک ہاتھ میں ہینڈ کیری تھامے اس نے اپنے قدم آگے بڑھائے اور انمول ملک کے سامنے آکر ٹھہر گیا۔انمول کی نگاہ اس کے جوگرز سے اوپر کی جانب اٹھتی گئی۔

"میں نہیں جانتا تھا یہ محبت میرا اتنا بڑا نقصان کر جائے گی۔لیکن خدا گواہ ہے کہ کبھی آپ کے اور بھائی کے لیے میرے دل میں چور نہیں تھا۔مجھے جب اس دن معلوم ہوا کہ آپ بھائی سے محبت کرتی ہیں میں اپنا راستہ بدل گیا تھا۔" گلے میں آنسوؤں کا پھندا پڑا تھا

"کاش میں کچھ دیر سے آتا اور آپ آگے کے چند صفحات پڑھ لیتی تو آپ کو پتا چلتا کہ مومن ابراہیم کی وفاداری کا پرچم بہت بلند ہے۔" انمول یک ٹک اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھیں صوفیہ ابراہیم جیسی گہری بھوری تھیں۔ان آنکھوں میں رقم داستان تو وہ بہت پہلے ہی پڑھ چکی تھی۔

"خیر آپ سے محبت میری زندگی کا ایک بڑا خسارہ تھی۔ اس یک طرفہ محبت کا انجام ایسا ہی لکھا تھا اس نے مجھے خواب دکھائے اور پھر درد دے کر خالی ہاتھ چھوڑ دیا۔ میری دعا ہے کہ آپ کو آپ کی محبت جلد از جلد مل جائے۔" اس نے دیکھا مومن ابراہیم کی آنکھ کا گوشہ نم تھا۔ وہ بہت ضبط کیے کھڑا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس بھری اور کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن مومن نے اسے ہاتھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"آپ فکر نہیں کریں اس بارے میں بھائی کو معلوم نہیں ہو گا۔ خدا حافظ۔" اور پھر وہ چلا گیا۔ انمول ملک نے لب کچلے کیا ملک کبھی اسے معاف کر پائے گا؟

جیا اس وقت لاونج میں بیٹھی ہوئی تھی گھر میں کوئی بھی نہیں تھا وہ اس وقت اکیلی تھی۔ پرسوں اس کا اور بالاج کا نکاح تھا اور منہا کی مہندی۔ جس کے لیے آنے والے مہمانوں کا انتظام برابر والا گھر رینٹ پر لے کر کیا گیا تھا۔ وہ خوش بھی تھی اور اداس بھی بے شک اس کے پاس بہت رشتے تھے لیکن وہ تمام اس کے والدین کی کمی کو پورا نہیں کر سکتے تھے۔ وہ دکھی دل سے مسکرا دی اب مسکرانے کا وقت تھا جو شخص اس کی زندگی میں شامل ہونے جا رہا تھا وہ یقیناً اسے خوشیوں سے بھر دے گا۔ اسے یقین تھا کہ بالاج سکندر کبھی کوئی غم اس کے قریب نہیں آنے دے گا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

وہ چائے بنانے کی غرض سے کچن میں آگئی۔ باہر پورچ میں گاڑی کھڑی کرنے کی آواز آئی تھی اس نے وقت دیکھا معید سکندر لوگوں کے آنے میں ابھی وقت تھا یقیناً بالاج گھر واپس آگیا تھا۔ اس نے جلدی سے کیتلی میں پانی چڑھا کر چولہے پر رکھا اور اس میں چائے ڈالنے لگی۔

بالاج شادی کی تمام تر ارینجمنٹس دیکھ کر آیا تھا۔ پرسوں کے فنکشن کی تیاریاں شام میں شروع ہو جانی تھیں۔ وہ جانتا تھا جیا گھر پر اکیلی ہو گی اس لیے وہ آج جلدی واپس آگیا تھا۔ تبھی کچن کے پاس سے گزرتے وہ اندر داخل ہوا۔

"اسلام علیکم۔" گلا کھنکار کر سلام عرض کیا۔ جیا کا رخ دوسری جانب تھا وہ جان بوجھ کر اس طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"واعلیکم السلام۔" آہستہ آواز میں جواب دیا۔

"اس گریز کی وجہ جان سکتا ہوں۔؟" بالاج کو اس کے ناں دیکھنے پر چڑ ہوئی۔ جیا سکندر کا دل زور سے دھڑکا

"آہاں۔ ماما کہتی ہیں شادی سے پہلے دلہن اپنے دلہا سے نہیں ملتی۔" بالاج نے توصیفی انداز میں آئبرو اکھٹے کیے

"میڈم یہ دلہن پچھلے بیس سالوں سے میری آنکھوں کے سامنے ہے۔" جیا کا دل کیا اپنے کان لپیٹ لے۔

"آپ پلیز جائیں یہاں سے۔" بالاج کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"کیوں۔؟ میں تو نہیں جا رہا۔" وہ وہیں ٹک کر کھڑا ہو گیا

"پلیز" اس کے اصرار پر بالاج نے 'اوکے' کہہ کر اثبات میں سر ہلایا۔ جیا نے قدموں کی چاپ سنی تو دل ہی دل میں شکر ادا کر گئی۔ تبھی اس نے برنر کی آنچ آہستہ کرتے پلٹ کر دیکھا اور دیکھتے ہی اس کی چیخ نکل گئی بالاج سکندر کچن کے درمیان میں رکھے ٹیبل سے ایک کرسی کھینچے بیٹھا ہوا تھا ایسے کہ ایک ہاتھ تھوڑی تلے تھا وہ بہت فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ چیٹنگ ہے۔" جیا روہانسی ہوئی۔

"اور وہ کیا ہے جو تم کر رہی ہو۔ اگر تو آپ کو لگتا ہے کہ میرے سامنے نہ آکر آپ کے چہرے پر مزید روپ آئے گا تو آپ کی اور آپ کی ساسوماں کی یہ تھیوری غلط ہے۔" بالاج اٹھ کر اس کے پاس آیا اور اس کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھاما۔

"مجھے تم ہر حال، ہر روپ میں قبول ہو کیونکہ مجھے تم پسند ہو تم سے جڑی ہر شے پسند ہے۔" جیا کا ہاتھ اب بھی بالاج کے ہاتھ میں تھا۔ جیا نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروانا چاہا لیکن ایسا ممکن نہ تھا۔

"جیا کوئی پریشانی ہے کیا۔؟" بالاج کا لہجہ بہت نرم تھا

"نن۔ نہیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔ بس ماما بابا کی یاد آرہی تھی۔" جیا نے نظریں چرائیں

"اس کے علاوہ بھی کچھ ہے جو تمہیں ڈسٹرب کر رہا ہے۔ بتاؤ مجھے کیا مسئلہ ہے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دوں گا اس مسئلہ کو۔" بالاج نے اس کی ہمت بڑھائی

"حر۔ حریم ناز۔" اٹکتے ہوئے لہجے میں اس نے اپنا مسئلہ پیش کیا۔

"اس سے کیا مسئلہ ہے تمہیں۔؟" بالاج نے اس کا ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کیا۔ جیا نے کیتلی میں پکتی چائے میں چمچ ہلایا۔

"وہ آپ کی پہلی محبت ہے۔ آپ اسے کبھی بھلا نہیں پاؤ گے۔" بالاج اسے دیکھتا رہ گیا جو اس خدشے کو اپنے دل میں جگہ دیے بیٹھی تھی۔

"تم سے محبت میرا نصیب تھی جو مجھ سے جڑنے جا رہی ہے۔ اور حریم ناز میری پہلی محبت "تھی" میرا حال تم ہو جیا سکندر۔" تھی پر خاصا زور دیا گیا۔ وہ اب بھی پر شکوہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بالاج نے خود کو پُر سکون کرنا چاہا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"دیکھو جیا۔ میں بار بار صفائیاں پیش نہیں کروں گا۔ لیکن ایک بات وہ عورت میرا ماضی تھی جسے بھلا کر میں نے تمہیں چنا ہے۔ اس کی تمام یادیں دفنا کر اس کر یہ ناچیز تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ اب بولو جیا سکندر۔ کیا بالاج سکندر کو تم سے دوسری محبت کرنے کی اجازت ہے۔؟" بالاج نے اپنی دونوں ہتھیلیاں اس کے سامنے پھیلائیں

"ہاں" جیا نے نم آنکھوں سے اثبات میں سر ہلاتے اپنے دونوں ہاتھ اس کی ہتھیلیوں میں رکھ دیے۔

بالاج مسکرا دیا پرسوں وہ اس کی ہو گی۔ اس کی دسترس میں ہو گی۔ اس پر صرف بالاج سکندر کا حق ہو گا۔

جیا اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا اس نے اپنے والٹ میں لگی حریم ناز کی تصویر بھی پھینک دی ہے؟ لیکن وہ یہ پوچھ کر اس کا پارا ہائی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ اس وقت ٹریننگ ڈپارٹمنٹ میں موجود ایک کمرے میں کھڑا تھا۔ یہ کمرہ مومن اور ملک کے زیرِ استعمال تھا وہ دونوں جب بھی کبھی لیٹ ہو جاتے تو یہیں ٹھہر جاتے تھے۔ اس وقت وہ بیڈ پر نیم دراز تھا کمرا مکمل تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے یہاں آنے کی خبر ملک کو ہونے والی تھی لیکن اسے پرواہ نہیں تھی اب جو بھی ہو جائے۔ اس ہفتے سے ٹریننگ کی تمام کلاسز مومن ابراہیم نے لینی تھیں جس کے لیے وہ خود کو ہشاش بشاش رکھنا چاہتا تھا

"مومن۔" ملک نے دروازے پر دستک دی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ آنکھ کے نم کنارے صاف کیے اور آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

"مجھے ابھی مینیجر سے پتہ چلا کہ تم یہاں ہو تو میں یہیں چلا آیا۔ تم ٹھیک ہو۔؟" ملک نے کمرے میں لگی لائیٹ آن کی۔ تبھی مومن ابراہیم کی آنکھیں چندھیا گئیں بیت دیر سے روری آنکھیں اس روشنی کا مقابلہ نہیں کر پائی تھیں۔

"مومن کیا ہوا ہے تمہیں۔؟" ملک نے آگے بڑھ کر اسے شانوں سے تھاما وہ کسی ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح ملک سے لپٹ گیا۔

"ب۔ بھائی درد ہو رہا ہے دل میں بہت سخت۔" ملک نے اس کی پیٹھ تھپکی۔

"مومن بی بریو۔ یہ سب تو ہونا ہی تھا۔" وہ روتے ہوئے مسلسل نفی میں سر ہلا رہا تھا

"میں نے تو دفن محبت کی تھی۔ وہ کیسے میری محبت کو دو کوڑی کا کر سکتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ سے بے وفائی کر رہا تھا۔ میں کچھ نہیں ہوں بھئی۔ میں کہیں نہیں ہوں" ملک کا دل پسیج گیا۔ وہ لب بھینچے اسے خاموش کروا رہا تھا۔

"مومن میرے بھائی ادھر دیکھو میری طرف۔ تم بے وفا نہیں ہو تم میرے لیے اپنی جان سے زیادہ قیمتی ہو۔ میں تم پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر سکتا ہوں۔ تم نے کیسے سوچ لیا تم کچھ نہیں ہو۔" ملک نے اس کے ماتھے پر چپکتے بال پیچھے کیے اس کا پورا جسم جلتے کوئلے کی مانند دہک رہا تھا۔ ملک نے اسے بستر پر بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ تھوڑا پُر سکون ہو چکا تھا۔

"مومن ابراہیم کبھی کسی کے لیے اہم نہیں رہا بھائی مجھے ایسی زندگی نہیں جینی جو مجھے دکھ کے سوا کچھ نہ دے سکے۔" وہ اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"منہ توڑ دوں گا میں تمہارا۔ آئندہ ایسی بکواس بات مت کرنا۔ تم جانتے ہو تم اس ملک کی جان ہو۔" ملک نے اس کے ہاتھوں کو تھام کر آنکھوں سے لگایا

"تم تھوڑی دیر آرام کرو مجھے اپنی کلاس لینی ہے۔ پھر بات ہو گی۔" مومن نے اس کی بات پر اثبات میں سر ہلایا

"کیا ہو رہا ہے یہاں پر۔؟" ملک نے دروازہ کھولا تو وہ گرتے گرتے بچی

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"وو۔وہ سر میں تو۔"بسمہ شارک سے بولا ہی نہیں گیا۔اس کے چہرے سے صاف واضح تھا کہ وہ اندر ہونے والی گفتگو سن چکی ہے۔اندر بیٹھے مومن ابراہیم نے اسے سخت گھوری سے نوازا تھا ملک نے ٹھک کی آواز سے دروازہ بند کیا۔

"کیا ہوا ہے اسے۔؟"بسمہ شارک نے حلق تر کیا

"دل ٹوٹا ہے اس کا۔اس وقت زخمی ہے وہ۔"ملک نے گہری سانس بھر کے بتایا ساری گفتگو تو وہ سن ہی چکی تھی۔

"میں کوشش کروں اس سے بات کرنے کی۔؟"

"بہت شوق ہے تمہیں شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالنے کا۔"ملک نے استہزائیہ سر جھٹک کر دروازے کا لاک کھولا اور وہاں سے چلا گیا۔بسمہ نے مڑ کر دیکھا ملک دور جا چکا تھا

"کیا اسے جانا چاہیے یا نہیں۔؟" سارے خیالات کو پرے رکھتی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

"کیا میں اندر آجاؤں۔؟"کمرے کے نصف میں کھڑے ہو کر اجازت مانگی

"تم اندر آچکی ہو۔میں نہیں جانتا تمہیں جاؤ یہاں سے۔"اسے اپنی جگہ سے ہلتے نہ دیکھ کر مومن اپنی جگہ سے اٹھا

"کیا چاہتی ہو تم۔؟"وہ دانت پر دانت جمائے بولا

"تم دکھی ہو۔"بسمہ شارک کو اس کی حالت پر ترس آیا

"ظاہر ہے میں دکھی ہوں۔ شرمندہ ہوں اپنی غلطی پر۔ تم پلیز جاؤ یہاں سے۔" لیکن وہ وہیں کھڑی رہی

"مجھ سے دوستی کر لو۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا

"میں نامحرم لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا۔" مومن ابراہیم نے سائیڈ ٹیبل سے پانی کا جگ اٹھا کر گلاس میں پانی ڈالا

"بالکل تم تو نامحرم لڑکیوں سے محبت کرتے ہو۔" مومن نے زور سے گلاس ٹیبل پر پٹکا پانی چھلک کر ٹیبل پر گر گیا۔ وہ اس کی جانب آیا اور اسے بازو سے تھام کر باہر کی جانب دھکیلا

"تم جیسی لڑکی کو یہ بات سوٹ نہیں کرتی بسمہ شارک۔ کیا میں بتاؤں تمہارا باپ کون ہے۔۔۔؟" بسمہ شارک اپنی جگہ ساکت ہوئی تھی ہمیشہ اس کی ذات کو اس کے باپ سے جوڑ کر توڑا جاتا تھا اور آج بھی یہ شخص جس کی دل جوئی کے لیے وہ اپنی انا کو پس پشت ڈال کر آئی تھی وہ اسے اس کے باپ کے نام سے جانتا تھا۔ وہ درست تھی سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔

آج موسم کافی ابر آلود تھا سڑک جگہ جگہ سے بھیگی ہوئی تھی۔ وہ ساری رات مومن ابراہیم کے سرہانے بیٹھا رہا تھا۔ وہ بخار میں تپ رہا تھا اور وہ اس کے ماتھے پر ٹھنڈی پٹیاں رکھ رہا تھا۔ صبح ہوتے ہی وہ وہاں سے نکل آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے اب کیا کرنا ہے دن آہستہ آہستہ ڈھل رہا تھا شام ہونے میں کچھ ہی وقت باقی تھا۔ اسے پہلے مومن ابراہیم کو پک کرنا تھا۔ اور پھر اپنے اپارٹمنٹ جانا تھا۔ لیکن اس سب سے پہلے اسے ایک اور کام کرنا تھا اسے کسی کو باخبر کرنا تھا۔

وہ اس وقت جہانداد ملک کے ضروری کام سے سائڈ پر آیا ہوا تھا جب اس کے فون پر کسی شناسا نمبر سے کال آئی۔

"ہیلو۔ہاں کیا خبر ہے۔" ندیم نے اپنے بھاری لہجے میں دریافت کیا۔ آگے سے کہے جانے والے الفاظ نے اس کے چہرے کی چمک کو مزید بڑھا دیا تھا

"یہ تو خوشی کی خبر ہے۔اور یہ خبر جہانداد ملک تک نہیں پہنچنی چاہیے۔" ندیم کا قہقہہ خاموش فضا میں گونجا

"ہاں مالک تو ہے وہ۔ لیکن کیا میں اس کا غلام ہوں۔ارے نہیں جناب آپ نے غلط سن رکھا ہے۔ ہاہاہا۔" اب وہ مزید باتیں کرتا ساتھ میں اپنا کام نمٹا رہا تھا۔ چہرے پر خفیہ مسکراہٹ اور چالاکی جھلک رہی تھی۔

ملک کل صبح کا گیا ابھی تک نہیں آیا تھا ناجانے مومن ابراہیم نے اسے کچھ بتایا تھا یا پھر وہ خاموش رہ گیا تھا۔وہ صبح سے اکیلی ہی گھر میں بولائی بولائی پھر رہی تھی۔ سورج ڈھل رہا تھا لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔دروازے پر بیل بجی تو وہ بھاگ کر دروازے کے قریب گئی۔ پریشانی سے پھولتا سانس درست کیا اور دروازہ کھولا

"اسلام علیکم۔" ملک نے سر کے خم سے جواب دیا۔ انمول ملک ابھی تک دروازے پر ایستادہ اس کے پیچھے کھڑے مومن ابراہیم کو دیکھ رہی تھی۔ لیکن ان کے ساتھ ایک تیسرا شخص بھی تھا۔

"تیار ہو جائیں انمول۔ آج شام مغرب کے بعد نکاح ہے۔" انمول نے اس کی جانب دیکھا۔ تو بلاآخر اسے اپنی محبت کی قربانی دینی ہی تھی اور وہ جانتی تھی کہ وہ اپنی اس محبت کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کرے گی۔ وہ گہرا سانس بھر کر پیچھے ہٹ گئی۔

دن کا اجالا رات کی سیاہی میں تبدیل ہوا تو سیاہ تاریک آسمان پر پھلجھڑیاں بکھر کر روشنی کا سا گمان دکھانے لگیں۔ کہیں خوشیاں میسر تھیں تو کہیں غم اپنا ڈیرا جمائے بیٹھا تھا۔ اس پوش ایریا میں واقع سکندر ہاؤس کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ گھر کی چار دیواری زرد گیندے کے پھولوں سے سجائی گئی تھی۔ برقی قمقموں اور فرشی فانوسوں سے رات کی تاریکی میں اجالا ہو رہا تھا۔ مہندی کی رسم جاری تھی سامنے اسٹیج زرد اور سبز رنگ میں سجا ہوا تھا۔ منہا اور علی ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے آنے والے مہمانوں سے مل رہے تھے۔ مہمان آتے اور رسم کر کے چلے جاتے۔ شادی بیاہ کے موقع پر تو لوگ سب سے زیادہ خوش ہوتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ گوسپس تو لوگوں کا اولین مشغلہ ہوتا ہے۔ بلے بلے" گانے کے بول ماحول میں سر بکھیر رہے تھے اسٹیج کے دائیں جانب ہی لڑکیاں اور عورتیں ڈھولک رکھے اپنا گانوں کا شوق پورا کر رہی تھیں۔ مہندی کی رسم سے فارغ ہوتے ہی بالاج اور جیا کے نکاح کی تیاری شروع ہوئی دو کرسیاں آمنے سامنے رکھ کر بیچ میں سفید پھولوں سے بنی چادر لگا دی گئی۔ علی اور تمام لڑکوں نے بالاج سکندر کو لا کر ایک جانب کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ سفید رنگ کا کرتا پہنے بال نفاست سے سیٹ کیے ہوئے تھا۔ نا جانے کتنی لڑکیاں

اس کی جانب دیکھ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئیں جواب جیا کا نصیب تھا انہی سب میں ایک آہ عالیہ جعفری کی بھی تھی۔ جو دل ہی دل میں جلتی کڑھتی اپنا رونا رو رہی تھی۔ خوشی بالاج کے انگ انگ سے پھوٹتی نظر آ رہی تھی آج اس کی آنکھیں بھی چمک رہی تھیں ایسی چمک معید سکندر نے اپنے بیٹے کے چہرے پر زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ تبھی سب کی پر شوق نگاہیں گھر کے داخلی دروازے کی جانب اٹھیں۔

جیا سکندر نے اپنی سہیلی انعم کے ہمراہ لان میں پہلا قدم رکھا۔ وہ سہج سہج کر قدم اٹھاتی اسٹیج کی جانب بڑھ رہی تھی۔ منہا اپنی دلی کیفیت سے مجبور ہوتی اٹھ کر اس کی جانب آئی اور اس کے سر پر چھت کی مانند کیے گئے دوپٹے کا کونا تھام لیا۔ بالاج نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنے دل کو ڈپٹا جو جیا سکندر کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔ وہ اس وقت تھوڑی تک آتے گھونگھٹ میں تھی جو بالاج سکندر کو اپنا دشمن معلوم ہو رہا تھا۔ پھولوں کی چادر نے جیا سکندر کے سراپے کو مزید چھپا دیا یہ بھی ایک امتحان تھا جس سے بالاج سکندر کو گزرنا تھا اور بلآخر جیت تو اسی کی ہونی تھی نا۔ ثانیہ بیگم دل ہی دل میں اپنے گھر کی خوشیوں کی دعا مانگ رہی تھیں۔ قاضی صاحب جیا کے سر پر ہاتھ پھیرتے اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ کلمات کا دور شروع ہوا اور پھر انہوں نے جیا سے اس کی رضامندی پوچھی۔

"جویریہ سکندر ولد واجد سکندر آپ کا نکاح بالاج سکندر ولد معید سکندر سے بلعوض دس لاکھ روپے کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" بالاج کی نظریں پردے کی دوسری جانب جھانکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ منہا نے پیچھے سے جیا کے کندھے پر ہاتھ رکھا

"قبول ہے۔" اس کی آواز بالاج سکندر کے کانوں میں رس گھول گئی۔ ایک سکون اور طمانیت نے اس کے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" دوسری مرتبہ پوچھا گیا۔

"قبول ہے۔"

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" تیسری مرتبہ استفسار ہوا

"قبول ہے۔" ایک باغی آنسو پلکوں کی باڑ توڑتا سرخ وسپید گالوں پر بہتا چلا گیا۔ اس وقت وہ خوش بھی تھی اور غمگین بھی۔ اپنوں کی یاد نے اسے بری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا وہ لمبے لمبے سانس لیتی خود کو پُرسکون کرنے لگی۔

اب قاضی وہی عمل بالاج کے ساتھ دوہرا رہا تھا جہاں قبول ہے کی تیسری دفعہ صدا بلند ہوئی وہیں مبارک باد کو آواز نے چارسو شور اٹھا دیا۔ جہاں فضا میں مبارک باد کی آوازیں سر بکھیر گئیں وہیں عالیہ جعفری اس منظر سے غائب ہو گئی تھی وہ یہ تماشا مزید نہیں دیکھ سکتی تھی۔ حسد کی آگ میں جلتی وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

جیا اور بالاج کے درمیان سے پھولوں کی چادر اٹھی تو منظر واضح ہوا۔ سامنے ہی جیا سکندر ہلکے گلابی رنگ کی میکسی زیب تن کیے اس کے دل پر بجلیاں گرانے کا کام کر رہی تھی۔ بالاج اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جیا سکندر کا دل زوروں سے دھڑکا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا۔ بالاج نے جیا کے چہرے سے دوپٹہ ہٹایا۔ گھونگٹ میں چھپا چہرہ واضح ہوا۔ ہر طرف سے سرخ پھولوں کی پتیوں نے ان دونوں کا بسیرا کیا ہر جانب سے ہوٹنگ شروع ہو چکی تھی۔ بالاج نے آگے بڑھ کر جیا کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے جیا کا سانس تھم گیا آس پاس کی ہر شے جیسے ساکت ہوئی تھی۔ بالاج نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے اور ان پر

Aesthetic Novels

اپنے لب رکھ دیے جیا کا سر شرم سے جھکا ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے بھی اس نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا اس سے دیکھا ہی نہیں گیا۔ ادھر سے منہا اور علی نے بالاج کو آڑے ہاتھوں لیا تو دوسری لڑکیوں نے جیا کو سامنے اسٹیج پر رکھت دوسرے صوفے پر بٹھا دیا۔ کچھ ہی دیر بعد بالاج بھی اس کے پہلو میں آ بیٹھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی تمہاری تعریف کیسے کروں۔" وہ اپنا رخ جیا کی جانب کیے بیٹھا تھا۔

"تو رہنے دیں مت کریں۔" جیا نے ناک بھوں چڑھائی۔ بھلا نئی نویلی دلہن کی تعریف کرنے میں کیسی کنجوسی؟؟

"تمہیں دیکھ کر تو میں دیکھتا ہی رہ گیا۔ شاید ہی کوئی آج سے پہلے میرے دل کو اتنا خوبصورت لگا ہو لیکن۔۔ تمہارا یہ روپ بہت بہت بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔" اس کے دل میں جو آیا وہ بولتا گیا جیا کا مدھم سا قہقہہ گونجا وہ واقعی تعریف کرنے میں کنجوسی کر رہا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ایک دم سے جیا کی ہنسی سنجیدگی میں بدلتی گئی۔ آنکھوں میں ہنسی کی جگہ غصے نے لے لی وہ بالاج کی جانب پلٹی

"یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟" بالاج جو اسے دیکھنے میں مصروف تھا اس نے چونک کر سامنے دیکھا۔ حریم ناز نک سک سے تیار ان کی جانب بڑھ رہی تھی۔ ہاتھوں میں سفید پھولوں کا بکے تھا۔

فوٹو شوٹ کرواتے علی اور منہا کی نظر بھی اس پر پڑی تھی۔

"یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟ میں چھوڑوں گی نہیں اس کو۔" منہا غصے میں اس کی جانب بڑھنے لگی لیکن علی نے اسے بازو سے تھام لیا۔

"علی چھوڑیں مجھے۔یہ میرے گھر کی خوشیاں تباہ کرنے واپس آئی ہے۔"لیکن علی نے اسے اپنی مظبوط گرفت سے آزاد نہیں کیا

"بالاج اسے خود ہینڈل کرلے گا منہا۔ڈونٹ اوور ری ایکٹ۔"منہا پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔

"نکاح مبارک ہو بالاج سکندر اینڈ مسز بالاج۔یہ آپ کے لیے۔"حریم نے ہاتھوں میں تھاما سفید پھولوں کا بکے ان دونوں کی جانب بڑھایا۔بالاج نے مٹھیاں بھینچ لیں وہ یہاں کوئی تماشا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کیا کرنے آئی ہو تم یہاں؟"جیا سر جھکا گئی وہ اس لڑکی کے منہ نہیں لگنا چاہتی تھی بالاج نے اس کے ہاتھ سے بکے تھاما اور دور پھینک دیا

"اگر تم نے کوئی تماشا کھڑا کیا تو اپنے ہاتھوں سے تمہاری جان لے لوں گا۔"انگلی اٹھا کر تنبیہ کی اور پھر وہ اسٹیج سے نیچے اتر گیا۔حریم نے اسے جاتے دیکھا

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"پچ کون سا تعویذ گھول کر پلایا ہے بے چارے کو۔یقین نہیں ہو رہا یہ وہی بالاج ہے جو حریم ناز کا نام لیتے نہیں تھکتا تھا۔"وہ جیا کے ساتھ براجمان ہوئی۔جیا کھسک کر تھوڑا دور ہو گئی۔

"آپ ہمیشہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ وہ سب آپ کا اور بالاج کا ماضی تھا جسے وہ کب کا بھول چکے ہیں امید ہے کہ آپ بھی آئندہ احتیاط کریں گی۔"جیا نے اسے باور کرایا حریم ناز کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔

"وہ لڑکا ہے اس کا ماضی تو سبھی بھول جائیں گے لیکن تم جیا سکندر کیا تمہارا ماضی کوئی بھول پائے گا؟"جیا کے دل کی دھڑکن تھمی تھی۔حریم ناز اپنی پہلی چال چلتی اب شاطرانہ مسکرا رہی تھی۔

"کک۔کیا مطلب؟"

"وہاج ملک۔یاد تو ہو گا نا تمہیں بلکہ رکو کچھ دکھاتی ہوں تمہیں۔"حریم نے اپنے موبائل میں کچھ تصاویر نکال کر اس کے سامنے کیں۔

"یہ دیکھو ہے نا دھماکے دار۔سوچو اگر میں نے یہ سب بالاج کو دکھایا تو وہ تمہارا کیا حشر کرے گا۔"جیا نے سرخ نظروں سے اسے دیکھا۔وہ ایک عورت ہو کر ایسا کیسے کہہ سکتی تھی۔

"یہ سب میری غلطی تھی وہ کبھی مجھ پر شک نہیں کریں گے۔"اسے یقین تھا

"بہت مان ہے تمہیں اپنے بالاج پر۔لیکن افسوس تم اپنی پہلی محبت کو کبھی نہیں بھول پائیں۔"حریم نے بجھی ہوئی آگ کو ہوا دی تھی شاید کوئی چنگاری بچی ہو جو اس سب کو خود ہی اپنی لپیٹ میں لے کر بھسم کر ڈالے۔

"وہ میری محبت نہیں تھا۔اس جیسا گھٹیا مرد کسی عورت کی محبت نہیں ہو سکتا۔"وہ چلائی تھی لیکن اس کی آہستہ آواز میں۔

"بالکل تو پھر تم اس ہوٹل میں کیا کرنے گئی تھی جب اس نے تمہارے ساتھ۔۔"

"شٹ اپ۔"جیا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔سانس رکنے لگا تھا یا شاید گھڑی کی سوئیاں بارہ بجانے لگی تھیں۔

"آہستہ چیخو جیا بالاج سکندر اگر کسی نے سن لیا تو۔" جیا کی نظریں اپنے دائیں جانب اٹھتی گئیں۔ اسے لگا وہ اگلا سیکنڈ شروع ہونے سے پہلے ہی فنا ہو جائے گی۔ کیونکہ سننے والا سن چکا تھا۔ وہ پلک تک جھپکنا بھول گئی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

باب نمبر: 5

" آہستہ چیخو جیا بالاج سکندر اگر کسی نے سن لیا تو۔" جیا کی نظریں اپنے دائیں جانب اٹھتی گئیں۔ اسے لگا وہ اگلا سیکنڈ شروع ہونے سے پہلے ہی فنا ہو جائے گی۔ کیونکہ سننے والا سن چکا تھا۔ وہ پلک تک جھپکنا بھول گئی۔

اگر آپ کا بھید کوئی اپنا جان لے تو غم نہ کر وہ تمہارا راز کسی تیسرے کو نہیں بتائے گا لیکن اگر وہ بھید کسی پرائے کو معلوم ہو جائے تو تمہارا غم کرنا بنتا ہے۔

جیا سکندر کی مثال بھی اس وقت ایسی ہی تھی وہ وحشت زدہ آنکھوں سے اپنے دائیں جانب کھڑی عالیہ جعفری کو دیکھ رہی تھی۔ جس کے چہرے پر پھیلے حیرت کے تاثرات اس بات کی عکاسی کر رہے تھے کہ وہ کچھ دیر پہلے ہونے والی گفتگو حرف بہ حرف سن اور سمجھ چکی ہے۔

"سو فائنلی جیا سکندر۔ تم بھی ان لڑکیوں میں سے نکلی جو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی نامحرم کی محبت میں جکڑ جاتی ہیں۔" عالیہ کے الفاظ نے اسے تپتے صحرا میں لا کھڑا کیا تھا۔ وہ شل سی ان دو عورتوں کو دیکھ رہی تھی جن کی آنکھوں میں اس کے لیے تنفر اور حقارت تھی۔

"آپ اپنے قیمتی الفاظ اپنے پاس رکھیں جیا سکندر اتنی گئی گزری نہیں ہے کہ اس جیسے بے غیرت انسان کے جھانسے میں آجائے۔" اس کی بات پر سامنے بیٹھی حریم ناز کا مدھم سا قہقہہ گونجا جس میں طنز واضح تھا۔

"کس کس کا منہ بند کرواؤ گی جیا۔؟میرا جس کے پاس ٹھوس ثبوت ہیں،اس لڑکی کا جو تمہارا اعتراف اپنے گناہگار کانوں سے سن چکی ہے یا پھر وہاج ملک کا جو اس واقعے کا اہم کردار ہے۔؟" حریم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آخر آپ چاہتی کیا ہیں؟کیا ملے گا آپ کو یہ سب کر کے۔؟" جیا کی بس ہوئی تھی۔

"بالاج سکندر۔" دونوں لڑکیوں نے یک زباں ہو کر بولا۔حریم نے جھٹکے سے عالیہ کی جانب دیکھا وہ سٹپٹا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ حریم ناز کا اگلا ہدف وہ بنے۔

"دیکھو جیا سکندر۔جتنا ہو سکے بالاج سے دور رہنا کیونکہ وہ صرف میرا ہے،چار سال پہلے بھی میرا تھا اور تاعمر بھی میرا ہی رہے گا۔" حریم ناز کی زبان سے یہ الفاظ ایک ادا سے نکلے تھے۔

"وہ بالاج سکندر ہیں کوئی سایہ نہیں جو پرچھائی کی طرح ساری زندگی آپ کے رہیں گے۔" جیا حریم کے سامنے سے ہٹ گئی۔سامنے سٹیج سے نیچے کا راستہ واضح تھا پھولوں سے سجی ایک راہداری جو داخلی دروازے تک جاتی تھی۔مطلب صاف تھا کہ وہ جا سکتی ہے۔حریم لال بھبوکا چہرہ لیے سٹیج سے نیچے اترتی چلی گئی۔اس کی دیکھا دیکھی عالیہ بھی وہاں سے ہٹ گئی۔

"کیا کہہ رہی تھی وہ۔؟" منہا جیا کے قریب آتی پوچھنے لگی۔

"وہ آج بھی بالاج پر نقب لگائے بیٹھی ہے۔" آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

"بھائی صرف تمہارے ہیں جیا۔ اب یہ تمہارا فیصلہ ہے کہ تم ایک اچھی اور خوشحال زندگی جینا چاہتی ہو یا حریم ناز کو خیالات کا مرکز بنا کر اپنے اور بھائی کے درمیان دوریاں اور تلخیاں پیدا کرنا چاہتی ہو۔" منہا نے اسے واپس صوفے پر بٹھایا۔ صد شکر کہ کوئی ان کی جانب متوجہ نہیں تھا۔

"میں ایسا نہیں چاہتی منہا۔ لیکن جب بھی میری زندگی میں کچھ اچھا ہونے لگتا ہے کچھ یادیں میرے ذہن کو الجھا دیتی ہیں۔ میں نہیں سمجھ پا رہی کہ مجھے کیا کرنا ہے۔" اس کی آنکھیں برسنے کو تیار تھیں جنہیں جھپکتی وہ آنسوؤں کے آگے پل باندھنے لگی۔ منہا اس کی میکسی کا دامن درست کر رہی تھی۔

"تم جانتی ہو آج کے دور میں کامیاب انسان کون ہوتا ہے۔؟" اس نے لمبا گھیر دار دامن مزید پھیلایا۔

"کون؟" جیا نفی میں سر ہلاتی پوچھنے لگی۔

"وہ جو ماضی سے نکل کر مستقبل میں رہنا سیکھ جاتا ہے۔" منہا اس کے ساتھ آ بیٹھی تھی۔ اس نے سامنے دیکھا علی اور آفرین جہاں کسی رشتہ دار سے مل رہی تھیں۔ ثانیہ بیگم اور معید سکندر ایک ساتھ کھڑے مہمانوں کا خیال کر رہے تھے۔ بالاج وہاں موجود نہیں تھا نا جانے وہ کہاں تھا۔

"اور ایسے لوگ کہاں پائے جاتے ہیں۔؟" وہ خیالوں میں گم بولی۔

"کیسی بچوں کی سی باتیں کرتی ہو تم بھی۔ ایسے لوگ ہمارے ارد گرد ہی ہوتے ہیں۔ اگر ہم اپنی آنکھوں پر لگی ماضی کی پٹی ہٹا کر دیکھیں تو یہ دنیا اور اس میں رہنے والے لوگ صاف نظر آئیں گے۔ بھائی کو دیکھو انہوں نے ماضی میں ایک غلط فیصلہ لیا تھا جس سے دستبرداری حاصل کرنا ان کے بس میں نہیں تھا لیکن تم

ان کی اندھیر نگری میں اجالے کی ایک کرن بن کر آئی جو آج ان کا نصیب بن چکی ہے۔" منہا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھاما۔

"غلط۔۔کچھ یادیں ہمارے ذہن پر اس انداز سے اثر کرتی ہیں جنہیں بھلانا ہمارے بس کی بات نہیں ۔" منہا گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

"میں نہیں جانتی ایسی کیا شے ہے جو تمہیں اریٹیٹ کر رہی ہے لہذا اس پر ہم بعد میں بات کریں گے۔فی الحال اپنا موڈ ٹھیک کرو اگر کسی نے دیکھ لیا تو بلاوجہ باتیں بنیں گی۔" منہا نے اس کے ہاتھ پر دباؤ بڑھایا تو جیا نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ اپنے کمرے میں لگے سنگھار میز کے آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔کچھ دیر یونہی کھڑے رہنے کے بعد وہ وارڈروب کی جانب آئی۔ٹٹول کر ایک ہلکا کاسنی رنگ کا جوڑا باہر نکالا۔ملک اس کا تمام سامان اس تک پہنچا چکا تھا۔کب کیوں کیسے یہ جاننے کی انمول نے خواہش نہیں کی تھی۔اس جوڑے کے ساتھ ہم رنگ ہی دوپٹہ تھا لیکن اسے یہ دوپٹہ نہیں چاہیے تھا۔اس نے وارڈروب سے ایک اور شاپنگ بیگ نکالا اور اسے لا کر بیڈ پر الٹ دیا۔سامنے ہی ایک بڑی سی چادر تھی جس کا رنگ خون سے بھی گاڑھا معلوم ہوتا تھا۔انمول ملک کی نظریں اس کپڑے کے ٹکڑے میں پیوست ہو کر رہ گئیں۔گھڑی کی سوئیاں بھی ایک دم ٹھہر گئیں۔وقت الٹے پاؤں چلنے لگا۔

Aesthetic Novels

وہ شام بھی سردیوں کی شاموں جیسی ٹھنڈی اور یخ تھی اسلام آباد میں سرد موسم کا دورانیہ جتنا کم ہوتا ہے اتنا شدید بھی ہوتا ہے۔ ایسے میں انمول اپنے کمرے کی بالکنی کی ریلنگ پر کہنیاں ٹکائے کھڑی تھی۔ نیلے رنگ کی بیل باٹم پر وہ گلابی گھٹنوں سے اوپر آتی شرٹ میں ملبوس تھی۔ لمبے سیاہ بال آبشار کی طرح پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ انیس سالہ انمول ملک آج کی میچور اور سادہ انمول سے مختلف تھی۔ وہ کسی ماڈل کی طرح سٹائلش لڑکی تھی جس کی اولین ترجیح کپڑے، جوتے اور کاسمیٹکس ہوتا ہے۔ دفعتاً اس کی نگاہ نیچے پھیلے سبز لان میں گھومتی ایک نقطے پر آکر ٹھہر گئی۔ وہاں کوئی کھڑا تھا ہاتھ میں ایک شاپنگ بیگ تھامے وہ لڑکا سامنے کھڑی شائستہ بی کو ہدایات دے رہا تھا۔ وہ یک ٹک اس کی جانب دیکھے گئی پچھلی بار انمول کی اس سے لڑائی ہوگئی تھی اور اپنی ناک اونچی رکھتے ہوئے وہ اس شخص سے قطع کلام کر چکی تھی لیکن دل اور آنکھوں کی پیاس پانی تھوڑی مانگتی ہے۔ شائستہ بی سر ہلاتی حویلی کے اندر کی جانب بڑھ گئی تھیں۔ تبھی وہ ایک جھٹکے سے مڑی اور بالکنی کا دروازہ کھول کر کمرے میں گم ہوگئی۔ نیچے اپنی انیکسی کی جانب بڑھتے ملک نے سر اٹھا کر اس کے کمرے کو دیکھا۔ کچھ دیر پہلے کسی کی نگاہوں کی تپش وہ خود پر باخوبی محسوس کر سکتا تھا۔ وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

"شائستہ بی۔ یہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے۔؟" پھولے تنفس کے ساتھ بھاگتی انمول ملک کے قدم سیڑھیوں کے آغاز پر آکر سمٹ گئے۔

"انمول بیٹی یہ ملک نے دیا ہے کہہ رہے تھے کہ آپ نے منگوایا تھا۔" وہ آرام آرام سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر آچکی تھیں۔

"میں نے۔" انمول کے لبوں نے بے آواز حرکت کی۔

"یہ لیں جی یہ رہا آپ کا سامان۔مجھے دیکھو چولہے پر چائے رکھ کر آئی تھی ابھی تک تو ساری ابل چکی ہوگی۔"شاپنگ بیگ انمول کو تھما کر وہ ماتھا پیٹتی واپس چلی گئیں۔اس نے تو ملک سے بات تک نہیں کی تھی کجا کہ کچھ منگوانا۔اس کا مطلب یہ جو کچھ بھی تھا ملک نے بھیجا تھا۔انمول کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔تحفہ آیا تھاہاں ملک کی طرف سے تحفہ آیا تھااس کا دل معمول سے زیادہ تیز دھڑکنے لگا۔کمرے میں آ کر اس نے شاپنگ بیگ میں موجود شے باہر نکالی۔وہ ایک مہرون رنگ کا کپڑا تھا۔انمول کے آبرو تعجب سے اکھٹے ہوئے۔اس نے ایک ہی جست میں اسے کھولا اندر ایک نفیس سی چادر تھی جس کی باؤنڈری پر سنہرے رنگ سے کڑھائی کی گئی تھی۔انمول ملک کو وہ عام سی چادر دنیا جہاں کے کپڑوں سے افضل معلوم ہوئی۔اس کا دل خوشی سے اتھل پتھل ہو رہا تھا۔وہ چادر سر پر جمائے آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔اس کا دل اس بات کا گواہ تھا کہ آج سے پہلے وہ اتنا حسین کبھی نہیں لگی تھی۔اس کی نظر بیڈ پر دھرے لفافے پر گئی وہاں کچھ لگا تھا۔اس نے اسے اٹھایا اور پلٹایا۔

"امید ہے کہ یہ چادر آپ کی زینت بڑھائے گی۔"اس چسپاں نوٹ کو پڑھتی انمول ملک کہیں ماضی میں ہی تحلیل ہوئی تو آج کی انمول کا سراپا واضح ہوا۔وہ چادر اور اس نوٹ میں چھپی بات نے اسے بدل دیا تھا۔اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔محبت تبدیلی نہیں مانگتی لیکن اس نے خود کو بدلا تھا۔وہ ٹھنڈی آہ بھرتی چہرہ ہاتھوں میں گرائے بیڈ پر ٹک کر بیٹھ گئی جب ملک اندر داخل ہوا۔انمول نے چہرہ نہیں اٹھایا۔

"آپ تیار نہیں ہوئیں ابھی تک ہے۔؟"اس نے پوچھا

" میں نہیں جانتی تھی کہ تم بدلے کی آگ میں اس قدر اندھے ہو جاؤ گے کہ میری مجبوری کا فائدہ اٹھانے لگو گے " وہ اس کے روبرو اٹھ کھڑی۔ملک نے آبرو اچکا کر اسے دیکھا۔

" آپ کی کون سی مجبوری کا فائدہ اٹھایا ہے میں نے ؟"

" تمہیں علم ہے کہ انمول ملک کو تم کتنے عزیز ہو۔ میں تمہاری محبت کی خاطر اپنے باپ کی محبت کو قربان کر سکتی ہوں۔ اسی لیے تم نے میرے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلائی ہے ملک۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا تھا وہ میرا باپ ہے اور مجھے اس سے محبت، عقیدت سب کچھ ہے لیکن دیکھو میں اتنی بے بس ہوں کہ سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی تمہارے لیے اپنے باپ کی محبت قربان کر رہی ہوں" ملک نے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچیں۔

"ایسی محبت کو کیا نام دیا جائے انمول جس میں محبت کے ساتھ ساتھ نفرت بھی برابر کی شریک ہو۔"

انمول نے تند نگاہوں سے اسے دیکھا جو اب دیوار سے ٹیک لگائے پر سکون کھڑا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"یہ ت۔ تمہارا مسلہ نہیں۔ہے۔" اسکی زبان لڑکھڑائی۔

"کیا آپ اس نکاح سے خوش نہیں ہے ؟؟" ملک نے بلآخر پتے کی بات کی۔

"تم بابا سے بدلہ لینے کے لیے کر رہے ہو نا یہ سب ؟"ملک تیر کی تیزی سے سیدھا ہوا

"کیا آپ اس نکاح سے خوش نہیں ہیں۔؟" چبا چبا کر الفاظ ادا کیے۔ اعصاب تن گئے تھے۔

"تم یہ سب بابا سے بدلہ لینے کے لیے کر رہے ہو نا۔؟"وہ اونچی آواز میں چیخی۔

"ملک اتنا بے غیرت نہیں ہوا کہ اپنے دشمن سے بدلہ لینے کی خاطر اسکے گھر کی عزت سے کھیل جائے۔ رہی بات نکاح کی تو میں کوئی گن پوائنٹ پر آپ سے نکاح نہیں کر رہا آپ کی رضامندی ہی سب طے

کرے گی۔ مرضی ہو تو قبول ہے کہہ کر نکاح نامے پر دستخط کر دیجیے گا ورنہ ایک ہی چھت تلے بغیر کسی رشتے کے رہنے سے آپ کو تو اعتراض نہیں ہو گا، لیکن مجھے ہے۔" کہتا وہ جیسے آیا تھا تیزی سے باہر نکل گیا۔ انمول ملک کو اس کی بات کسی طمانچے کی صورت لگی تھی۔ وہ ہَق دَق دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی آنسو بہنے کو بے تاب تھے۔

تبھی ایک سرمئی آنکھوں والی لڑکی اندر داخل ہوئی۔ انمول نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

"اسلام علیکم۔ کیسی ہیں آپ؟" اس کی آواز اس کی شخصیت سے میل کھاتی تھی۔ شائستگی اور چاشنی لہجے میں ڈوبی ہوئی۔ اس کا حلیہ قابلِ دید تھا جو سفید رنگ کے کرتا اور شلوار میں ملبوس تھی لیکن انمول ملک اسے نہیں جانتی تھی۔

"واعلیکم اسلام۔ آپ کو کیسی لگ رہی ہوں؟" انمول نے بے دلی سے جواب دیا

"خوبصورت۔" یک لفظ جواب پر انمول نے منہ کے زاویے بگاڑتے بیڈ پر دھری چادر اٹھائی۔ اس کے سامنے کھڑی سفید کرتا شلوار میں ملبوس لڑکی کے منہ سے بے ساختہ ماشاءاللہ کا لفظ نکلا تھا۔

"دراصل مجھے سر نے بھیجا تھا آپ کو ریڈی کرنے کے لیے۔" اس لڑکی کی بات پر انمول نے ہنکار ابھرتے اپنا رخ اس کی جانب کیا۔

کچھ ہی دیر میں اسے باہر لاؤنج میں لگے صوفوں پر بٹھا دیا گیا۔ وہ کانسی رنگ کا جوڑا پہنے اوپر مہرون چادر اوڑھے ہوئے تھی۔ ان دو رنگوں کا امتزاج اسے روپ بخش رہا تھا۔ اس کے دائیں طرف صوفے پر ملک براجمان تھا جب کہ ان کے سامنے قاضی صاحب کلمات پڑھتے دکھائی دے رہے تھے مومن ابراہیم بھی

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ملک کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر کل والے واقعے کا شائبہ تک نہ تھا۔ سپاٹ تاثرات چہرے پر سجائے وہ اس نکاح میں شرکت کر رہا تھا۔

اگلے چند لمحات میں ان دونوں کا نکاح خیر وعافیت سے ہو چکا تھا۔ وہ انمول ملک سے مسز ملک بن چکی تھی۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ جس دن کا اس نے خواب دیکھا تھا وہ دن اس کی زندگی میں خوشی لے کر نہیں آیا تھا۔ اسے اپنے اندر عجیب خالی پن اترتا محسوس ہو رہا تھا۔ ذہن کے پردوں پر ملک اور اس کا بدلہ لینے کا جنون لہرا رہا تھا۔ اس کے برعکس ملک کے چہرے پر نرم گرم تاثرات تھے۔ کوئی بھی اسے دیکھنے سے اندازہ نہیں لگا سکتا تھا آیا کہ وہ خوش ہے یا سوگوار۔

مومن نے آگے بڑھ کر ملک کو گلے لگایا۔ مبارکباد پیش کی اور پھر وہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا اس کا انداز بہت روبوٹک تھا۔ اس کے قریب کھڑی سفید کرتا شلوار والی لڑکی نے تاسف سے سر جھٹکا۔ کیسا مرد تھا وہ جو بخوشی اپنی محبت قربان کر رہا تھا۔ وہاں ایک بائیس تیئس سالہ لڑکی اور ایک چھبیس سالہ مرد بھی کھڑے ہوئے تھے۔ انمول ملک اپنی جگہ سے نہیں اٹھی وہ وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔ قاضی صاحب دعائیں دیتے جا چکے تھے ملک اپنے کمرے میں گیا تھا۔ تبھی دونوں لڑکیاں اس کے آس پاس آ کر بیٹھ گئیں۔ انمول منہ پر قفل ڈالے گم سم بیٹھی ہوئی تھی۔

"بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔" سفید رنگ میں ملبوس بسمہ شارق نے انمول کو مبارکباد دی۔ وہ سر ہلا گئی۔ اس کا اتنا ٹھنڈا ردعمل دیکھ کر بسمہ وہاں سے اٹھ گئی۔ اب وہاں فریال ساجد اور باجوہ رہ گئے تھے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

مومن کچن کاؤنٹر پر گلاس رکھے بوتل سے پانی اس میں انڈیل رہا تھا۔ چہرے پر اداس مسکراہٹ تھی ابھی وہ پانی پینے کو گلاس اٹھاتا کسی نے اس سے پہلے ہی اٹھالیا۔

"اف۔ کتنی گرمی ہے ناں؟" پانی کا پورا گلاس وہ ایک ہی سانس میں خالی کر گئی۔ بسمہ کی بات پر مومن نے جواب نہیں دیا۔ وہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔

" تمہیں نہیں لگتا یہ نکاح بہت جلد بازی میں ہوا ہے۔ اس کے سائیڈ ایفیکٹس بہت برے ہو سکتے ہیں۔ " اب کی بار مومن نے ایک نظر اپنے عقب میں ڈالی۔ انمول ملک وہاں نہیں تھی اب وہاں صرف فریال اور عبید کسی بات پر ہنس رہے تھے۔

"مجھے نہیں لگتا بھائی کو کوئی مسلہ ہو گا۔ وہ اس گیم کے ماہر کھلاڑی ہیں۔ " اس کے لہجے میں ملک کے لیے احترام، عزت اور منہ بولتا غرور تھا۔

"دیکھ لینا۔ ویسے بھی جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔ "وہ کندھے اچکا گئی۔

"مطلب تمہارا۔ " مومن نے زچ کرتی نگاہوں سے اسے تکا۔

"تم نے ان ڈائریکٹلی مجھے شیطان بولا۔؟"

"نہیں میں نے ڈائریکٹلی تمہیں شیطان کہا ہے۔ "کمال کا اطمینان تھا مومن کے لہجے میں۔

"مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا بلاوجہ میں آگئی۔ " مومن ایک سٹول پر بیٹھ گیا

"مجھے بھائی نے کہا تھا ورنہ تمہیں کبھی نہ بلاتا یہاں۔ "

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ہاں بھئی مشکل میں تو گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔" وہ منہ بسور کر بولی۔اس کی بات پر مومن ابراہیم کا قہقہہ چھوٹا۔تینوں نفوس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔وہ خجل ہوتا باہر نکل گیا۔ تبھی ملک کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔

اور ان تینوں کو اشارہ کرتا اپنے پیچھے آنے کا کہتا اپارٹمنٹ سے نکلتا چلا گیا۔

"جیا کیا ہوا تم سوئی نہیں ابھی تک؟؟" منہا نے اسکے ساتھ ہی بیڈ پر دراز ہوتے استفسار کیا۔وہ دونوں ہی پیلا جوڑا زیب تن کیے مایوں کی دلہنیں لگ رہی تھیں۔

"نیند نہیں آرہی۔بے چینی سی ہورہی ہے؟" وہ آنکھیں موندیں چت لیٹی ہوئی تھی۔

"کس بات کی بے چینی۔؟"

" تم نے کہا تھا کہ ماضی میں رہنے والا انسان کامیاب نہیں ہوتا۔ایسا ہے کیا؟" وہ اسکی جانب کروٹ بدل گئی۔

" ہاں میں نے ایسا بولا تھا۔کیونکہ ماضی میں رہنے والا انسان بلائنڈ ہوتا ہے اسے مستقبل کی فکر نہیں بلکہ ہر لمحے اپنے ماضی کا خوف رہتا ہے۔ایسے میں کامیابی ان لوگوں کا مقدر ٹھہرتی ہے جو اپنے آج کو کھل کر جیتے ہیں۔جنہیں اپنے گزرے ہوئے کل کی بجائے آنے والے کل کی فکر ہوتی ہے۔"

"اور ایسے لوگوں کو کیا کہتے ہیں۔؟" جیا نے استفسار کیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"فور سائٹڈ، پروا ایکٹو اور فیوچر سٹک۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ماضی کو پیچھے چھوڑ کر اپنے کل کی فکر کرتے ہیں۔ ماضی ہمیں ہراساں کرتا ہے یہ ایک آسیب کی طرح ہمارے پیچھے رہتا ہے اس سے نکل جانے والے ہی کامیاب ٹھہرتے ہیں۔" وہ ہاتھوں پر لوشن لگا رہی تھی۔

"اچھی فلاسفی جھاڑ لیتی ہو۔" جیا کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"واٹ دا ہیل۔ یہ کوئی فلاسفی نہیں حقیقت ہے۔ کوشش کرو تمہارا شمار بھی ان لوگوں میں ہونے لگے۔" منہا بدمزہ ہوتی سونے کے لیے لیٹ گئی۔ جیا نے اسے دیکھا وہ آنکھوں پر ہاتھ دھرے سوتی بن رہی تھی۔ اس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر رکھے موبائل پر گئی کیا اسے اس بات پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟ یہ سب اس کے دماغ کو الجھا رہا تھا۔ ایک طرف وہ شخص تھا جسے آج وہ اپنے تمام تر حقوق سونپ کر اس کے نام ہو گئی تھی۔ وہ جس کا نام جیا کے نام سے جڑ چکا تھا تو دوسری جانب حریم ناز تھی، وہاج ملک تھا جو چاہنے کے باوجود اس کے ماضی کو اس کے سامنے لا پٹکتا تھا اور ان سب میں عالیہ جعفری کا اضافہ اسے خطرے سے دوچار کر رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ عالیہ کی نظروں میں وہ کبھی بھی اچھی نہیں رہی اور نہ ہی وہ جیا اور بالاج کے رشتے سے خوش تھی یہی بات جیا کو ہلکان کر رہی تھی اگر جو اس نے جیا کا راز بالاج کو بتا دیا؟ ان تمام حالات سے اس نے ایک بات سیکھی تھی اور وہ یہ کہ:۔

"اپنے راز خود تک رکھنا سیکھو۔"

رات کی تاریکی دن کے اجالے میں بدلی تو نارنجی سورج کی کرنیں آسمان سے پھوٹتی کھڑکی کے شیشوں سے ٹکراتی سنہری تاثر دینے لگیں۔ جیا اپنے بیڈ پر دراز کمفرٹر سینے تک تانے لیٹی ہوئی تھی۔ ہاتھوں میں موبائل تھامے وہ اسے گول گول گھمارہی تھی۔ باتھروم سے پانی گرنے کی آواز منہا کی موجودگی بتلا رہی تھی۔ جیا نے موبائل تھامے بالاج نام کی چیٹ کھولی۔ آخری پیغام پر تھمس اپ کا نشان جگمگا رہا تھا۔ وہ یک لفظی پیغام 'سوری' کا تھا۔ جس کے اوپر ایک سطر میں پیغام تھا جو کچھ یوں تھا:

"میں اوپر چھت پر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اگلے پانچ منٹ میں تم میرے سامنے ہو۔"

پانچ منٹ تو کیا وہ پانچ گھنٹے بعد بھی وہاں نہیں گئی تھی۔ جس کا مداوا کرنے کی خاطر اس نے صبح سوری کا پیغام چھوڑا تھا۔

ناشتے کی ٹیبل پر بالاج سکندر کے سوا تمام سکندر ہاؤس کے مکین براجمان تھے۔ انہی سب میں نائلہ جعفری اور ان کی فیملی بھی تھی۔ جیا سیڑھیاں اترتی نیچے آئی۔ سلام کرتی وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا بالاج ابھی ناشتے پر نہیں آیا۔؟" یہ کہنے والی نائلہ جعفری تھیں۔ جیا نے سر اٹھایا لیکن ہائے رے قسمت سامنے ہی عالیہ جعفری تمسخرانہ مسکراہٹ سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جیا کا دل دھڑکا کہیں اس نے کچھ بتا تو نہیں دیا۔؟

اپنا راز دوسروں کو تھما دینے والے یونہی لمحہ بہ لمحہ خوف زدہ رہتے ہیں۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"معلوم نہیں شاید ابھی اٹھا نہ ہو۔ رات دیر سے سوئے تھے اس لیے۔" ثانیہ بیگم پاس کھڑی ملازمہ سے ڈونگا پکڑتی بولی۔

"میں انہیں جگا کر آتی ہوں۔" عالیہ اپنا ناشتہ بیچ میں روکتی بول اٹھی۔

"آپ بیٹھیں عالیہ۔ ہم مہمانوں کو کوئی کام نہیں کہتے۔ میں جاتی ہوں 'اپنے شوہر' کو جگانے۔" عالیہ کے ساتھ ہی جیا تیزی سے کھڑی ہوئی۔ منہا اپنی امڈ آنے والی ہنسی چھپاتی پلیٹ پر جھک گئی۔

"بالاج۔" دروازہ نوک کیے بنا وہ بالاج کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ سامنے ہی سٹڈی ٹیبل پر لیپ ٹاپ رکھے وہ کام کرنے میں مصروف تھا۔ پلٹ کر دیکھنا تک گوارا نہیں کیا اس نے۔

"بالاج۔" وہ مزید قدم اٹھاتی اُس کے پاس گئی۔

"ہمم۔" وہ بولا بھی تو بس اتنا لیکن جیا کو ڈھارس ملی تھی۔

"آپ ناشتے پر نہیں آئے تو میں نے سوچا آپ کو بلا لاؤں؟" وہ بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھی تھی۔

" تمہیں میری پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں کھاؤں جیوں یا مروں تمہارا اس سب سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئیے۔" بالاج کا لہجہ سرد تھا۔ جیا لب کچلتی اسے دیکھے گئی۔

"آئی ایم سوری۔" بالاج نے اس کی جانب دیکھا۔ وہ کانوں کو پکڑے چہرے پر بلا کی معصومیت سجائے اس سے گویا تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

" پلیز جاؤ یہاں سے " وہ اکتائے ہوئے لہجے میں کہہ گیا۔ لیکن اس کی بات پر جیا کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں
۔

"میں سوری کہہ تو رہی ہوں نا پلیز معاف کر دیں۔ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔" بالاج اس کی آنکھوں سے نظریں چراتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تمہارا سوری نہیں چاہیے مجھے تنگ نہیں کرو۔ جاؤ یہاں سے۔" جیا نے حیرت سے اسے دیکھا یہ تو اس بالاج سے قطعاً مختلف تھا جسے اس نے پچھلے چند دنوں میں دیکھا تھا۔ مانا کہ اسکی غلطی ہے لیکن اتنی بے رخی اور بے اعتنائی کہ اگلا بندہ مرنے کی خواہش کرنے لگے۔ وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

" تمہاری زندگی میں صرف بالاج سکندر کی اہمیت ہونی چاہئیے جیا بالاج سکندر۔ یہ سب تمہیں احساس دلوانے کے لیے ازحد ضروری تھا۔" بالاج نے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔ اب وہ بستر پر اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔ دل ہر کام سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ کل شب منہا اور جیا کی رخصتی ہونا تھی۔ وہ اس سے پہلے ہی تمام معاملات سلجھا لے گا اسے یقین تھا۔ ادھر اپنے کمرے میں داخل ہوتی جیا کا دل چاہا چیخ چیخ کر روئے۔ بند باندھے آنسو گالوں پر بہہ نکلے تھے۔ رونے کے شغل سے فارغ ہونے کے بعد وہ ایک ارادے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

دن تو جہانداد ملک کی حویلی پر بھی طلوع ہوا تھا لیکن اس سب سے یکسر بے نیاز وہ خود کو کمرے میں بند کیے ہوئے تھے۔ ملازم ناشتے کا پوچھ کر جا چکے تھے۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ تنہائی کا غم

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

کتنا جان لیوا ہوتا ہے یہ آج ان کو پتا چل رہا تھا۔ راکنگ چیئر پر جھولتے وہ ماضی کی یادوں میں گم تھے۔ سوچیں ان کے دماغ کا محور کیے ہوئے تھیں۔ کوئی شخص دروازہ بنا ناک کے اندر داخل ہوا۔ وہ اسے اسکی خوشبو سے پہچان گئے۔ اس لیے خاموش بیٹھے رہے۔

"السلام علیکم۔" ملک نے اس شخص پر سلامتی بھیجی جس کی بربادی کا مرتکب وہ خود بننے جا رہا تھا۔

"سلام کا جواب دینا تو ہر مسلمان پر فرض ہے۔" اس کے طنز پر جہانداد ملک نے سر جھٹکا، وہ اس کا ضبط آزمانے آیا تھا۔

"خیر۔ آپ تو مسلم نون مسلم کی باتوں کو رہنے ہی دیں میں یہاں آپ سے یہ کہنے۔۔۔" اس کے لفظوں کو بریک جہانداد ملک کی آواز نے لگایا تھا۔

"میری بیٹی کہاں ہے ملک۔؟" وہ سرد نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"آہاں۔ لفظوں کا تلفظ درست کیجئے سسر جی۔ آپ کی بیٹی نہیں میری بیوی ہیں وہ اور اس وقت خیر خیریت سے اپنے شوہر کے گھر میں موجود ہیں۔" ملک کو جہانداد ملک کی یہ حالت جانے کیوں مزا دے رہی تھی۔

" تم نے اس سے نکاح کر لیا۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی اب کی بار حیرت نے ملک کے چہرے کا بھی احاطہ کیا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"کیا آپ کو آپ کے وفادار ملازم نے نہیں بتایا۔ چچ۔ چچ۔ میں تو اسے کل شام میں ہی آگاہ کر چکا تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ شخص بھی آپ کے ساتھ مخلص نہیں۔" جہانداد ملک جیسے گہری نیند سے بیدار ہوئے تھے۔ چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہونے لگے۔ وہ گہرے صدمے کا شکار تھے۔

"اسے میں نے ایک ضروری کام دیا تھا۔ اسی لیے شاید وہ بھول گیا ہو گا۔" جہانداد ملک کی بات پر وہ سر جھٹک کر ہنس دیا۔

"بیان بدل رہے ہیں؟"

"کام کی بات کرو۔" جہانداد ملک نے اسے ٹوکا۔

"چلیں پھر کام کی بات کر لیتے ہیں۔ ابھی کچھ دیر میں یہاں پولیس آجائے گی جو آپ کو گرفتار کر کے اس گھر کو بند کر دے گی۔" بنا لگی لپٹی کے اس نے بات شروع کی۔

"پولیس۔ پولیس کا کیا کام یہاں۔" جہانداد ملک اضطراب کی کیفیت میں مستفسر ہوئے۔

"جو ٹرک اس دن پولیس نے ہائی وے سے بازیاب کیا تھا۔ ماشاءاللہ اس کا ڈرائیور دو کوڑے پڑنے پر ہی کروڑوں کا احسان بھول گیا اس لیے اب تمام ثبوتوں اور گواہوں کے تحت پولیس یہاں آئے گی اور آپ کو لے کر چلی جائے گی۔" ملک نے بڑے مزے سے گویا ان کے سر پر دھماکہ کیا تھا۔

" حل؟"

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"حل تو کوئی بھی نہیں ہے لیکن ایک دوسرا آپشن ضرور ہے وہ کیا کہتے ہیں۔ہاں چور راستہ۔" ملک نے ہاتھ میں پکڑی فائل ان کے سامنے لہرائی۔

" آگے بولو"ہاتھ سے بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا

" وہ یہ کہ ان دستاویزات پر سائن کرکے ڈیل ڈن کریں اور میں یہ معاملہ رفع دفع کر دوں گا۔" صلح جو انداز میں اس نے یہ بات جہانداد ملک تک پہنچائی۔انہوں نے فائل کو کھول کر دیکھا۔آنکھیں ابل باہر آئیں وہ ان کی آدھی پراپرٹی کے کاغذات تھے۔

"مجھے کچھ وقت چاہیئے ہو گا۔" انہوں نے فائل پاس میز پر رکھی۔زمین کا سودا عزت کے سودے سے بڑا نہیں تھا۔

"بالکل (ملک نے سر ہلایا) ایسے فیصلوں میں وقت تو لگتا ہے نا سو آپ دل کھول کر تین دن کا وقت لے لیں۔لیکن فیصلہ میری مرضی کا ہونا چاہیے۔" اس نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے۔

"تم مجھے آپ کہہ کر کیوں مخاطب کرتے ہو؟"انہوں نے استفسار کیا۔

"وہ اس لیے سسر جی کہ میرے ماں باپ کی گیارہ سالہ تربیت نے مجھے آپ سے بڑوں سے بات کرنے کی تمیز سکھائی ہے۔ورنہ لائق تو آپ 'تم' کے بھی نہیں۔" آگ لگا تا وہ وہاں سے نو دو گیارہ ہو گیا تھا۔

جہانداد ملک نے جھپٹنے کے سے انداز میں فائل اٹھا کر دوبارہ دیکھی۔ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتے وہ صبر کے گھونٹ پی گئے۔انہیں اپنی بیٹی عزیز تھی اس کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔وہ اٹھے اور کمرے سے باہر نکل گئے۔انہیں فلوقت کسی سے بہت ضروری گفتگو کرنی تھی۔

سورج اپنے جوبن پر گرمی ڈھا رہا تھا۔ وہ بار بار اپنے ماتھے پر آیا پسینہ دوپٹہ کے پلو سے پونچھتی کچن میں کھڑی کام کر رہی تھی۔ بالاج کی پسند کی کوئی ڈش ایسی نہیں تھی جو اس نے بنائی نہ ہو۔

"جیا بیٹا بس کرو تھک جاؤ گی۔" ثانیہ بیگم نے اسے کوئی دسویں بار ٹوکا تھا۔ لیکن وہ جیا سکندر ہی کیا جو کسی کی سن جائے۔ وہ آج صبح سے کھانا بنانے میں جتی ہوئی تھی۔ ثانیہ بیگم حیرت و بے یقینی سے اس کا یہ روپ دیکھ رہی تھیں۔

"کچھ نہیں ہوتا ماما۔ بالاج کو منانے کے لیے میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔" ثانیہ بیگم ٹھنڈی سانس بھرتی ٹیبل پر رکھی سلاد کاٹنے لگی تھیں۔ نائلہ جعفری اور ان کی فیملی اس وقت گھر پر موجود نہیں تھیں۔

"زرقہ بی۔ آپ جا کر بالاج کو بلا لائیں۔" کھانا ڈائننگ ٹیبل پر سیٹ کرتے اس نے ملازمہ کو حکم صادر کیا۔ اگلے چند منٹ بعد بالاج سکندر آتا دکھائی دیا۔ اب کہ ثانیہ بیگم اور بالاج ڈائننگ ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جیا ہاتھ میں سالن کا ڈونگا پکڑے ہال میں داخل ہوئی۔

"مجھے کورمہ نہیں پسند۔" بالاج کی بات پر اسکے سالن ڈالتے ہاتھ رکے تھے۔

"اوکے پھر آپ یہ پلاؤ ٹرائی کریں بہت مزے کا بنا ہے۔" وہ اپنی نشست سنبھالتی بیٹھ گئی تھی۔ یہ بندہ اب کچھ زیادہ ہی نخرے دکھا رہا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"یہ سب تم نے بنایا ہے؟" جیا کی حالت رونے والی ہوئی۔ جانتے بوجھتے ہوئے بھی وہ پوچھ رہا تھا۔ اس کا لہجہ جیا کو تکلیف دے رہا تھا لیکن وہ پھر بھی سنگ دل بنا اسے مزید چوٹ دے رہا تھا۔ وہ آنسو پیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

" ٹھیک ہے اسے رہنے دیں۔ آپ مت کھائیں۔" وہ غصے سے نتھنے پھیلائے بالاج کے سامنے سے پلاؤ کی ٹرے اٹھانے لگی تھی جب بالاج نے وہ اچک لی۔

"ماما اپنے بیٹے سے کہہ دیں میری بنائی کسی شے کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ ثانیہ بیگم سے مخاطب ہوئی۔

"کیوں میری بیوی نے اتنے پیار سے بنایا ہے میں تو کھاؤں گا۔ اینڈ ٹرسٹ می میں ہاتھ سے نہیں منہ سے کھاتا ہوں۔" اس کی بات پر جیا نے اسے گھورا تھا جو مسکراہٹ ضبط کرتا اپنی پلیٹ میں سالن ڈال رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ جیا۔" وہ اپنی ساسوماں کے کہنے پر دوبارہ بیٹھ چکی تھی۔

"یہ تم نے روٹی بنائی ہے یا دنیا کا آٹھواں عجوبہ ایجاد کیا ہے؟" جیا گڑبڑائی تھی لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی۔ بالاج روٹی ہاتھ میں اٹھائے اسے دیکھ رہا تھا جو بقول جیا کے روٹی تو تھی لیکن کسی بھی اینگل سے روٹی نہیں لگ رہی تھی۔

"یا اللہ! ایسی پھوہڑ بیوی مجھے ہی ملنا تھی۔" اس کی بات پر ثانیہ بیگم مسکرائی تھیں۔ جیا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"مجھے صرف روٹی ہی بنانی نہیں آتی ناباقی تو سب کر لیتی ہوں۔"

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"کوئی بات نہیں وہ میں باہر سے لے آیا کروں گا۔" بالاج نے کھانے کا پہلا نوالہ جیا کی جانب بڑھایا۔وہ سٹپٹا کر ثانیہ بیگم کو دیکھنے لگی جو خود کو لاتعلق ظاہر کر رہی تھیں۔اور پھر وہ نوالہ نگل گئی۔کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔بالاج سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جیا اس کی مصنوعی ناراضگی کو اتنا سیریس لے لے گی۔خود کو ملامت کرتا وہ خود سے کبھی جیا سے نہ ناراض ہونے کا عہد کر گیا تھا۔

اس وسیع و عریض رقبے پر پھیلے مارشل آرٹ سینٹر میں گہما گہمی کا ماحول تھا۔لوگوں کا شور کانوں کے پردے پھاڑ رہا تھا۔جیسے عموماً اسکولوں اور کالجوں میں بے ہنگم شور ہوتا ہے ویسے ہی اس سینٹر کا ماحول تھا۔لڑکے اور لڑکیوں کے ہاسٹل کو چھوڑ کر اس گول عمارت میں آؤ تو نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی چہل پہل اپنے عروج پر تھی۔وہ بھاگنے کے انداز میں اوپری فلور پر موجود کلاس روم کی جانب بڑھ رہی تھی۔سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کا تنفس پھول چکا تھا۔کلاس روم کے دروازے کے قریب رک کر اس نے گہرا سانس لیا۔ہاں اس سرمئی آنکھوں والی لڑکی نے اور پھر وہ کلاس میں داخل ہوئی۔

" مے آئے کم ان سر؟" انگریزی میں اندر داخل ہونے کی اجازت طلب لی پروجیکٹر سکرین کی جانب رخ موڑے کھڑے 'سر' نے آواز کے تعاقب میں دیکھا۔پوری کلاس ڈسٹرب ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"نو۔گیٹ آؤٹ۔" مومن ابراھیم کی کرخت آواز پر وہ اسے ایک گھوری سے نواز گئی۔جس کا اثر نہ لیتے ہوئے مومن نے اپنا اور کلاس کا دھیان ایک بار پھر سکرین پر چلتی تحریر کی جانب مبذول کرایا۔

" پر سر۔۔" وہ تلملا کر مڑا۔گہری بھوری آنکھوں میں ناپسندیدگی پھیل گئی۔

" رول نمبر 1 – پنکچو ئیشن Punctuation عام الفاظ میں جسے وقت کی پابندی کہتے ہیں۔ اور آپ پورے ساتھ منٹ لیٹ ہیں۔ (ہاتھ پر بندھی گھڑی دیکھی) اگلی دفعہ آپ اگر تیس سیکنڈ بھی تاخیر سے آئیں تو آپ کو کلاس سے بے دخل کر دیا جائے گا۔" تیسری قطار میں بیٹھی فریال نے بسمہ کو دیکھا تھا۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"واٹس رانگ وِدیو مِس۔؟ آئی سیڈ گیٹ آوٹ۔" مومن نے دروازہ اسکے منہ پر بند کیا تھا۔ کلاس کے باقی سٹوڈنٹس نے اپنا بیٹھنے کا انداز درست کیا تو کئی سٹوڈینٹس نے اپنا پورا فوکس 'سر' کی جانب کر لیا۔ وہ تمام مومن ابراہیم کو مزید غصہ نہیں دلانا چاہتے تھے۔ کیونکہ

'اصولوں کی پابندی مومن ابراہیم کے لیے زندگی سے زیادہ ضروری تھی۔'

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

تہہ خانے میں موجود اس کمرے تک کا سفر آج بھی ویسا تھا۔ بمشکل وہ وہاں پہنچے تھے۔ اندھیرے نے ان کا استقبال کیا تو بتی جلانے سے روشنی نے اپنا رقص دکھایا۔ صوفیہ ابراھیم گٹھری کی مانند بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ جہانداد ملک ایک کرسی ان کے سامنے رکھ کر بیٹھ گئے۔ اس کمرے میں صوفیہ ابراہیم کو ہر شے مہیا کی جاتی تھی ماسوائے ٹیکنالوجی اور دھاتی اشیاء کے۔

"کیسی ہو؟" نام لینے سے گریز کیا۔ مقابل کان بند کیے بیٹھا تھا۔

"تم جانتی ہو میں نے کبھی سالوں سال اس کمرے کا رخ نہیں کیا تھا لیکن اس بار میں ایک مہینے میں دو بار یہاں آچکا ہوں۔ وجہ جانتی ہو کیوں؟" وہ چندپل کو خاموش ہوئے تو ہر شے جیسے ساکت ہوئی تھی۔ نیلی پینٹ شدہ دیواروں نے دم سادھ لیا۔ سانسوں کی مدھم رفتار کی آواز خاموش فضا میں گونجنے لگی۔

"میری بیٹی۔ (وجہ بتلائی). وہ میری بیٹی تھی صوفیہ۔ انمول ملک جہانداد ملک کی بیٹی تھی۔ وہ میری طرح مضبوط اور بہادر تھی۔ بس اس سے ایک کوتاہی ہوگئی کہ وہ میرے دشمنوں کے بیٹے سے دل لگا بیٹھی۔ اور جہانداد ملک اتنا بے غیرت نہیں ہوا تھا کہ بخوشی اپنی بیٹی کو اس شخص کے ساتھ رخصت کر دیتا۔" وہ اپنے خالی ہاتھ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ دیکھ نہیں پائے کہ وہ وجود کن نگاہوں سے انہیں تک رہا تھا۔

"لیکن دیکھو آج میں خالی ہاتھ رہ گیا۔ وہ بدذات میری بیٹی کو بیاہ کرلے گیا اور مجھے خبر تک نہ ہوئی۔ اس معاملے میں میں بہت بدقسمت ہوں کہ کوئی بھی شخص جہانداد ملک کے ساتھ مخلص نہیں۔" وہ دم روکے انہیں سن رہی تھی۔

"نہ تم۔ نہ ملک۔ اور نہ ہی میری اپنی بیٹی۔" انہوں نے نظر اٹھا کر صوفیہ ابراہیم کو دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں کرچیاں تھیں۔ کوئی خواب ٹوٹ جانے کی کرچیاں تو کوئی دل کے ریزہ ریزہ ہو جانے کے ٹکڑے۔

"لیکن میں ہار نہیں مانوں گا تم سب کو مرنا ہوگا۔ جہانداد ملک کے عتاب سے کوئی نہیں بچ سکتا۔" وہ جنونی کیفیت میں یہ الفاظ دوہرا رہے تھے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"اللہ اکبر۔(اللہ سب سے بڑا ہے)" زبان کا قفل ٹوٹا تھا۔ جہانداد ملک ساکت ہوئے تھے۔ جس آواز کو سننے کی چاہ انہیں پچھلے تئیس سالوں سے تھی وہ آج پوری ہوئی تھی۔ اب صوفیہ ابراہیم کو بولنے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

" آج تئیس سال بعد تمہاری آواز سنی ہے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی پیاسا ایک عرصے بعد سیراب ہوا ہو ۔لیکن تم نے اپنے اور میرے ساتھ بہت غلط کیا ہے۔ آج میں خاموش بیٹھوں گا اور ابراھیم کی بیوی بولے گی۔ یہ ملک آج صرف سنے گا۔" باہر سے کسی شے کی آواز آئی تھی۔ کسی شے کی بری طرح غرّانے کی آواز لیکن وہ دنیا جہاں سے غافل اپنے سامنے بیٹھی عورت سے ہمکلام تھے۔

"ہر عروج کو زوال ہے، ہر بہار کے بعد خزاں ہے، ہر محبت میں نفرت ہے اور ہر رشتے کا لہو رنگ سفید ہے۔"وہ بولنے لگی تھیں۔ جہانداد ملک نے سر جھٹکا۔ چہرے پر کرب کے تاثرات پھیلنے لگے تھے جنہیں وہ مہارت سے چھپا گئے۔

" تمہارا زوال آج سے شروع ہو چکا ہے ملک۔ تمہاری سب سے بڑی طاقت، تمہاری بیٹی تم سے چھین لی گئی ہے۔ پہلے تم تڑپو گے پھر سسکنے لگو گے۔ عنقریب تم روؤ گے اور پوری دنیا تمہیں روتا دیکھے گی۔ لیکن تمہاری پکار سننے والا کوئی نا ہو گا۔" جہانداد ملک کو اس کمرے سے گھٹن محسوس ہوئی کوئی ان دیکھی رسی تھی جو ان کے گلے کے گرد بندھی جانے لگی۔

"میرا رب بے غرض دیتا ہے وہ کیڑے کو پتھر میں رزق دیتا ہے۔ مچھلی کو پانی میں پالتا ہے۔ وہ بڑا عطا کرنے والا ہے۔ اس نے کافروں کو مہلت دے رکھی ہے اور ظالموں کی رسی ڈھیلی کر رکھی ہے۔ اور جب

وہ یہ رسی کھینچے گا تو تم منہ کے بل گرو گے۔ تمہیں اٹھانے والا کوئی نہ ہو گا۔" رسی کا پھندا مضبوط ہوتا جارہا تھا۔ جہانداد ملک کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے۔

"تمہیں اس قید سے نکلنے کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ صو۔ صوفیہ۔" وہ اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھے۔ یہاں بیٹھنا محال ہو گیا تھا۔

" میرا بیٹا آئے گا۔" جہانداد ملک کے قدم تھم گئے چہرے پر تمسخرانہ تاثر ابھرا۔

" اسے معلوم بھی نہیں کہ تم اس کی ماں ہو۔ اس کی ماں آج سے تئیس برس قبل خالق حقیقی سے جاملی تھی ۔" صوفیہ ابراہیم کی مدھم ہنسی گونجی۔

" میرا بیٹا آئے گا جہانداد ملک وہ اپنی ماں کو بچانے آئے گا وہ ضرور آئے گا۔" جہانداد ملک ان کی بات سن کر رکے نہیں تھے بلکہ باہر نکلتے چلے گئے تھے۔

"مومن ابراھیم میرا بیٹا ہے جہانداد ملک اور میں اس کی ماں ہوں۔" وہ دیوانہ وار کہے جارہی تھیں۔ نیلے رنگ میں مزین دیواروں نے ترحم سے انہیں دیکھا تھا۔

وہ ابھی تہہ خانے سے باہر نکلے ہی تھے کہ ایک ملازم دوڑتا ہوا ان تک آیا۔ تپتی دھوپ میں بھی ان کی آنکھیں شعلہ بار ہوئی تھیں۔ وہ لب بھینچے حویلی کے عقب میں دائیں جانب لگے پنجروں کی جانب بڑھے۔ حویلی کے تمام ملازم وہاں جمع تھے۔ جہانداد ملک کے چہرہ سفید ہوتا جارہا تھا۔

"تمہارا زوال آج سے شروع ہو چکا ہے ملک۔" ذہن میں الفاظ گردش کرنے لگے تھے۔

سامنے ہی ان کا وفادار جان سے عزیز، ان کا دوست ان کا پالتو چار مَن چار فٹ کا شیر ڈھیر ہوا پڑا تھا۔

"کس نے کیا ہے یہ۔؟" وہ بولے نہیں دھاڑے تھے۔ایسی دھاڑ حویلی میں موجود لوگوں نے پہلی بار سنی تھی۔وہ والہانہ انداز میں شیر کا سر اپنی گود میں رکھ کر بیٹھ گئے۔

"ڈاکٹر کو بلاؤ جبار۔جلدی کرو۔" وہ چیخ رہے تھے۔ جبکہ ان کی گود میں سر رکھا جانور کب کا اپنی آخری سانسیں جی چکا تھا۔

"سس۔سر۔یہ مرچکا ہے۔" جبار جسے انہوں نے محض شیر کی دیکھ بھال کے لیے رکھا ہوا تھا، وہ اٹک اٹک کر بولا۔

"نہیں۔یہ نہیں مر سکتا یہ بچ جائے گا تم دیکھنا یہ میرے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا۔" ان کی آواز میں نمی گھل رہی تھی جسے وہ بدوقت روکے ہوئے تھے ورنہ دل چاہ رہا تھا کہ پوری دنیا تہس نہس کر دیں۔

"بابا۔بابا کیا ہوا اسے ؟۔ صبح تک تو یہ بالکل ٹھیک تھا۔" وہاج بھی ان کی دھاڑ سن کر وہاں آن پہنچا تھا۔کیا عورتیں کیا مرد سب وہاں جمع تھے ان سب میں شائستہ بی بھی تھیں۔

"میں ایک ایک سے نمٹ لوں گا۔چھوڑوں گا نہیں میں کسی کو۔" انہوں نے اپنا ہاتھ شیر کے زخم پر رکھا تھا۔اس بات سے وہ انجان نہیں رہ پائے تھے کہ اسے گولی لگی تھی۔ ان کا ہاتھ اور دامن خون سے بھر چکا تھا۔اگر تم اس وقت ان کی حالت دیکھو تو ان کے لیے رحم کی بھیک مانگو گے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"تم سب یہاں کھڑے تماشہ کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔" وہاج نے ان سب کو ڈپٹا جو خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔

"کیوں شیرو کیوں؟۔ تم تو مجھ سے وفادار تھے اتنی جلدی کیوں دغا دے گئے۔" انہیں وہ پل یاد آیا جب ایک چھوٹا سا شیر کا بچہ ان کے پیر چاٹ رہا تھا۔

"تم تو ایک اعلیٰ نسل کے وفادار ساتھی تھے۔ تمہیں تو بے وفائی زیب نہیں دیتی تھی۔" انہوں نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور جسم ٹھنڈا۔ بال جو ہمہ وقت روئی سے نرم اور ترو تازہ رہتے تھے اس وقت کسی مردہ جیسی حالت میں تھے۔ وہ اور جہانداد ملک ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جہانداد ملک اس سے اپنی باتیں شئیر کر رہے تھے اور وہ کانوں کو چوکنا رکھے ہوئے تھا۔ اب وہ دونوں تھے اور آس پاس لوگوں کی لاشیں تھیں لیکن شیرو نے کسی کا خون تک نہیں چکھا تھا۔ وہ اپنے مالک سے وفادار، دھوکے باز اور فریب کاروں سے دور رہتا تھا۔

ایک کے بعد ایک منظر ان کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگا۔

"عنقریب تم روؤ گے۔" ایک آنسو ان کی آنکھ سے نکلا اور شیر کے بھورے بالوں میں جذب ہو گیا۔ وہاج ملک وہاں کھڑا دکھ اور ملال سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس سے اپنے 'باپ' کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

"بابا اٹھیں اندر چلیں۔ وہ آپ کو چھوڑ کر جا چکا ہے۔" وہاج نے ان کے کندھے پر دباؤ بڑھایا وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ اس حصے میں دھوپ نہیں تھی۔ وہاں چھاؤں تھی اور شیر کے لیے خاص طور پر ائیر

کولر اور برف کا انتظام کر رکھا تھا۔ لیکن سب کچھ ختم ہوتا جارہا تھا۔ برف گرمی کی وجہ سے پگھل رہی تھی اور ٹھنڈی چھایا سہ پہر ہونے کے باعث چھٹ رہی تھی۔ انہوں نے نفرت سے اپنی گود میں سر رکھے پُرسکون سوئے ہوئے شیر کو دیکھا۔

"تم بھی دھوکے باز نکلے۔ تم بھی مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ کوئی بھی جہانداد ملک کے ساتھ مخلص نہیں ہے۔" آخری جملہ نہایت آہستگی سے ادا کیا۔ اور پھر کسی اچھوت کی مانند اس کے بے جان وجود کو خود سے دور کر دیا۔ آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔ انہوں نے وہاج کو دیکھا وہ انہیں ریلیکس ہونے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اپنے لیے دکھ ان سے دیکھا نہیں گیا وہ حویلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھتے چلے گئے۔ وہ قابلِ ترس نہیں بننا چاہتے تھے لیکن وہ بن رہے تھے۔

ملک اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ چھوٹی سی راہداری سے گزرتے ہوئے وہ ٹھٹھکا تھا۔ اس نے سامنے دیوار پر لگی وال کلاک پر وقت دیکھا۔ گھڑی کی سوئیاں رات کا ایک بجا رہی تھیں۔ وہ جو سوچے ہوئے تھا کہ اس وقت تک انمول سو چکی ہو گی تو وہ غلط تھا۔ لیونگ روم میں پڑے سیاہ، سنہری پٹیوں والے صوفوں پر انمول ملک براجمان تھی۔ کل کے برعکس وہ آج ٹی پنک کلر کے پیروں کے ٹخنوں کو چھوتی قمیض اور شلوار میں ملبوس تھی۔ دوپٹہ کندھوں پر ڈھلک رہا تھا۔ بالوں کی ہلکی پونی میں سے آوارہ لٹیں اس کے خوبصورت چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ ملک کو دیکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں سے آ رہے ہو تم۔؟" تیکھے چتونوں سے اسے گھورا جو ہاتھ میں کیز تھامے کچن کاؤنٹر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" ان دونوں باپ بیٹی کو کسی نے بات کرنے سے پہلے سلام اور سلام کا جواب دینے کے آداب نہیں سکھائے تھے۔' ایسا وہ صرف سوچ سکا کہنے کے لیے ہمت درکار تھی۔

"وا علیکم السلام۔ میں نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو تم۔؟" ملک کے خیالات کو آگ میں جھونکتے وہ اپنا سوال دوہرا گئی۔

"عموماً شوہر جب باہر سے گھر واپس آتا ہے تو بیویاں اس کو پانی اور کھانے کا پوچھتی ہیں۔" اس نے فریج کھول کر پانی کی بوتل نکالی۔ انمول کے سوال سے بہتر تو پانی لگ رہا تھا۔

"ان بیویوں کے شوہر آدھی رات تک باہر آوارہ گردیاں نہیں کیا کرتے۔" پانی پیتے ملک نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ اسے دیکھ کم اور گھور زیادہ رہی تھی۔

"تم کل شام کے گئے آج آدھی رات کو گھر واپس آ رہے ہو ملک۔ ایسا کون سا کام تھا کہاں گئے تھے تم۔؟" انمول نے دانت پیسے۔

"اپنے سسر جی سے ملنے۔" اس نے بھی تپ کر جواب دیا۔

"واٹ! تم نے بابا کو بتا دیا ہمارے نکاح کا۔؟" اس کے لہجے میں بے یقینی تھی

"جی۔" وہ بیبے بچے کی طرح سر ہلا گیا۔

"اوہ گاڈ! ملک تمہیں زرا برابر بھی احساس ہے ان کا۔؟" وہ اس کے پاس آ کر رکی تھی۔

"نہیں۔ مجھے ان کا رتی برابر احساس نہیں ہے۔ آپ کو پتا ہے میں کیا چاہتا ہوں۔ میں اُنہیں تڑپتا اور روتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ زندگی کی آخری سانس بھی نہ جی سکیں۔ جہانداد ملک کی موت میری جیت ہے۔ میں کچھ بھی دوہرانا نہیں چاہتا بہتر ہو گا کہ آپ اپنے باپ کی طرف داری کرنا بند کر دیں۔" وہ وہاں سے جانے لگا۔

"تمہیں یہ سب کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا ملک۔"

"حاصلِ ووصول کی چاہ ہی کس کمبخت نے کی ہے انمول۔" وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور انمول گہری سانس بھرتی اپنے کمرے میں آ گئی۔

"تم نہیں سمجھ سکتے ملک۔ میں کیا ہوں۔ میرے اندر کیا ہے۔ میں بادام کی وہ گری ہوں جو اپنے خول میں محفوظ ہے۔ جب اس کا خول ٹوٹا تو گری کی اوقات دو کوڑی کی رہ جائے گی۔ جسے یا تو نگلا جا سکتا ہو گا یا کیڑا لگ جانے کے بعد ضائع کیا جا سکتا ہو گا۔ مجھے کوئی نہیں سمجھ سکتا میں خود بھی نہیں۔" وہ بازو باندھے کھڑکی میں کھڑی تھی سامنے روشنیوں میں نہایا شہر دکھ رہا تھا۔ اس وقت وہ جس مقام پر تھی وہ زمین سے بہت بلند تھا۔

اللہ اللہ کر کے وہ دن بھی آ گیا تھا۔ جب ایک لڑکی رخصت ہو کر دوسرے گھر چلی جاتی ہے۔ یہ دن کسی بھی لڑکی کی زندگی میں بہت بڑا دن ہوتا ہے۔ اس دن کے حوالے سے اس لڑکی نے بہت سے خواب

سجائے ہوتے ہیں۔ بیٹی کے مستقبل کا اندازہ کوئی ماں باپ نہیں لگا سکتا وہ اپنی طرف سے اپنی بیٹیوں کو 'بیسٹ' دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہوتا وہی ہے جو لوحِ محفوظ میں ثبت ہوتا ہے۔ نہ ہی بیٹی کا نصیب بدلا جا سکتا ہے نہ قسمت۔ وہ اپنے میکے سے سسرال میں کچھ نہیں لے کر جاتی ماسوائے تعلیم و تربیت کے۔ 'تعلیم' جو اسے اپنے سسرال میں سر اٹھا کر چلنا سکھاتی ہے اور 'تربیت' جو اس کے کردار میں اس کی ماں کی تربیت کا عکس دکھاتی ہے۔ اسی لیے بیٹیوں کی قدر کرنی چاہیے کیا معلوم جو خواب انہوں نے اپنے گھر کے کیے بن رکھے ہوں وہ ایک دھاگے کے ادھڑنے سے دھرے کے دھرے رہ جائیں۔ اللہ عزوجل ایک بیٹی کا نصیب دل کھول کر لکھتا ہے۔ لہذا شکر کیجیئے اور صبر کیجیئے۔

بارات کی تقریب کا انتظام میرج ہال میں کیا گیا تھا۔ سیاہ رات کی تاریکی میں ڈوبی سڑک پر وہ میرج ہال سنہری اور رنگ برنگی بتیوں سے جگمگا رہا تھا۔ ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔ دروازے سے اندر داخل ہو تو معید سکندر اور ثانیہ بیگم آنے والے مہمانوں کا پرتپاک استقبال کرتے نظر آئیں گے۔ دائیں اور بائیں جانب مہمانوں کے بیٹھنے کا انتظام تھا تو سٹیج کے قریب نہایت اہم رشتہ داروں کے لیے سیاہ صوفے لگے ہوئے تھے۔ جس پر اس وقت بیٹھی عالیہ جعفری اپنا دل جلا رہی تھی، اس کی بہن نے افسوس سے اسے دیکھ کر سر جھٹکا۔ وہاں کھڑے ہو کر اگر تم نگاہ اٹھاؤ تو دو صوفوں پر سنہری افشاں جیسی چادر بچھی ہوئی تھی۔ وہاں تمہیں نئے نویلے دو جوڑے بیٹھے نظر آئیں گے۔

'بالاج سکندر اور اس کے ہمراہ اس کی بیگم جویریہ بالاج سکندر'

اور

'علی عمان خان کے ساتھ اس کی زوجہ منہا علی'

وہ دونوں خالص سرخ رنگ پہنے ہوئے تھیں۔ جبکہ بالاج سفید شیروانی اور علی گولڈن رنگ کی شیروانی زیب تن کیے ہوئے تھا۔

ایسے مواقع پر مدعو لوگوں کا کام تو بس کھانا ہوتا ہے۔ ادھر کھانا کھلا ادھر رخصتی کے لیے گھڑیوں کی گنتی شروع۔

دونوں دلہنوں کو ایک ساتھ رخصت کیا گیا تھا۔ منہا کو قرآن کے سائے تلے رخصت کرنے والا اس کا بھائی 'بالاج سکندر' تھا تو وہیں جیا کی باری میں تمام گھر والوں کی آنکھیں نم ہوئیں۔ لیکن 'علی عمان خان' نے بھائی کا رول پلے کرتے اسے بھائیوں کی طرح قرآن کے سائے تلے رخصت کیا۔ ایسے موقع پر ہر دیکھنے والی کی آنکھ میں پانی تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

جہانداد ملک اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھے۔ کسی عزیز کو کھو کر تمہارا کیا حال ہو سکتا ہے؟ وہ بھی اس وقت بے حال تھے۔

"تمہارا زوال آج سے شروع ہو چکا ہے۔ ملک" اس جملے کی بازگشت انہیں اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔ دفعتاً ان کا فون بزر ہوا۔ وہ اٹھے اور جا کر سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"السلام علیکم۔ سسر جی۔ "انہوں نے موبائل پر گرفت سخت کی۔ دوسری جانب ملک تھا۔

"کیوں فون کیا ہے؟" جبڑے تن گئے تھے۔ دماغ کی نسیں پھولنے لگیں۔

" آپ کے وفادار غلام کی تاذیت کے لیے تو بالکل بھی نہیں کیا۔" اس کا لہجہ شریر تھا۔

"بول بھی چکو۔"

" ایک دن گزر چکا ہے سسر جی۔ پھر کیا سوچا آپ نے۔" اس کا لہجہ حد درجہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ جہانداد ملک کے ماتھے پر سوچ کی لکیریں ابھریں۔

"ابھی دو دن باقی ہیں برخوددار۔ صبر کرو اتنا اتاولے کیوں ہو رہے ہو۔؟"

"یہ دو دن ختم ہونے سے پہلے ہی اگر میری مرضی کے مطابق جواب مل جائے تو آپ کا احسان ہو گا۔" اس نے وارن کیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ورنہ کیا کرو گے۔ پولیس بلواؤ گے۔ مجھے گرفتار کرواؤ گے۔ مت بھولو تم بھی اس دلدل میں برابر کے شریک ہو۔" دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئی اور وہ ہیلو ہیلو ہی کرتے رہ گئے۔

"لگتا ہے، سسر جی کو ٹریلر دکھانا ہی پڑے گا۔" کہتے اس نے ایک کال ملائی۔

"ہیلو مومن۔ تمہیں جو کام کہا تھا وہ کر دو۔ آج ابھی اور اسی وقت۔" دوسری جانب سے حامی بھری گئی اور پھر رابطہ منطقہ ہو گیا۔ ملک کی آنکھیں اور پیشانی پر موجود سلوٹیں گہری سوچ کی عکاسی کر رہی تھیں۔

کمرے کو سرخ رنگ کی گلاب کی پتیوں سے سجایا گیا تھا۔ تاریکی میں روشنی فراہم کرنے کے لیے سینٹڈ کینڈلز جل رہی تھیں جن کی دلفریب خوشبورات کے اس پہر اعصاب کو تازگی بخش رہی تھی۔ چوکور بیڈ پر عروسی جوڑے میں ملبوس منہا علی بیٹھی ہوئی تھی۔ روایتی دلہنوں کی طرح وہ بھی گھونگھٹ اوڑھے ہوئے تھی۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور علی عمان اندر داخل ہوا۔ بال جیل کی مدد سے نفاست سے سیٹ کیے ہوئے تھے۔ وہ چلتا ہوا بیڈ پر آکر بیٹھ گیا۔ گھونگھٹ الٹا تو بے اختیار منہ سے ماشاءاللہ کا لفظ نکلا۔

" بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" اسکالب ولہجہ پٹھانوں والا تھا۔ تبھی اس نے سائیڈ ٹیبل کے دراز سے ایک مخملی ڈبیا نکالی۔ جس میں ہیرے کی چمکتی ہوئی انگوٹھی رکھی گئی تھی۔ علی نے منہا کا ہاتھ تھاما اور انگوٹھی اس کی ایک انگلی کی زینت بنادی۔

"شکریہ۔" منہا نے آہستہ آواز میں شکریہ ادا کیا۔ وہ انگوٹھی واقع ہی بہت خوبصورت تھی۔

"میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

جی بولیں" علی نے منہا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے۔

"زہ تا سرہ مینہ کم۔" وہ لب دبائے بولا تھا۔

"مطلب کیا ہوا اس کا۔؟" اتنا تو وہ جانتی تھی کہ جو بھی علی نے کہا ہے وہ پشتو میں تھا لیکن اس کا مفہوم نہیں جانتی تھی وہ۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

" اس کا مفہوم لا علم ہے اگر جاننے نکلو گی تو عشق کے سات سمندر بھی کم پڑ جائے گے۔ لیکن اُردو میں اس کا مطلب فقط یہ ہے کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں۔" وہ مسکرا دی۔ خدا نے اسے بہترین مرد سے نوازا تھا۔ جس کے پاس منہا کے لیے محبت، عزت اور تحفظ تھا اسے بھلا اور کیا چاہئیے تھا۔

رات کا نا جانے کون سا پہر تھا جب ملک کی آنکھ کسی برے خواب سے کھلی۔ دل زور سے دھڑک رہا تھا۔ رہ رہ کر اسے اپنا خواب یاد آ رہا تھا۔ پسینے میں شرابور جسم لیے وہ اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا۔ اپنے کمرے کی کھڑکی سے ان مول نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔ ان کا رشتہ کھوکھلا ہوتا جا رہا۔ اور جب بنیادیں کھوکھلی ہوں تو تعمیر ڈھے جاتی ہے۔

اندھیر سڑک پر رات کے اس پہر خاموشی کا راج تھا۔ سیاہ ہنڈا سوک سڑک پر چلتی سڑک کے بائیں جانب بنے مارشل آرٹس سینٹر میں داخل ہوئی تو گارڈ نے دروازہ واپس سے لاک کر دیا۔ دھپ دھپ سیڑھیاں چڑھتا ہوا وہ اس گول عمارت کے اوپری حصے کی جانب آیا تھا۔ چند سیڑھیاں مزید اور پھر وہ ٹریننگ ڈپارٹمنٹ کی چھت پر پہنچ گیا۔ بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتے وہ آگے آیا اور وہاں کھڑے شخص کے شانے پر ہاتھ رکھ کر متوجہ کیا اگلے ہی لمحے وہ اس سے لپٹ چکا تھا۔ بال ماتھے پر چپک گئے۔ پسینے میں نہایا وہ شخص مومن ابراہیم کے آگے زرہ زرہ ہو کر بکھر رہا تھا۔

"خواب ہمیشہ مجھے کیوں ڈراتے ہیں موم۔ مومن۔؟" مومن نے اس کی پیٹھ تھپکی۔ اس کے دل کی دھڑکن مومن کے دل سے مل کر بے ہنگم ہو رہی تھی۔

"بھائی میں انمول نہیں ہوں" وہ سنجیدہ تھا۔

"کیا مطلب؟" ملک نے دور ہو کر نا سمجھی سے اسے دیکھا وہ مسکراہٹ چھپانے کی ناکام کوشش کرتا ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔

"آآآ!" ملک کا پنچ اس کے ناک کی ہڈی توڑنے کے لیے کافی تھا لیکن وہ بروقت پیچھے ہوا۔

"میں نے کچھ غلط تھوڑی کہا ہے۔ آپ کے انداز مجھے شرم سے پانی پانی کر دیتے ہیں۔ اب تو آپ شادی شدہ ہیں یہ حرکتیں آپ کو میرے ساتھ زیب نہیں دیتیں۔" وہ نیچے کی جانب بھاگا تھا اور ملک حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس کے پیچھے۔

سیڑھیاں اتر کر نیچے آتا مومن ابراہیم کسی کے وجود سے بری طرح ٹکرایا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟" اپنا ناک سہلاتی بسمہ شارق نے تپ کر اسے دیکھا۔

"دراصل مجھے نیند میں چلنے کی بیماری ہے۔"

"اوہو۔ بڑی گندی بیماری ہوتی ہے یہ۔ چلو تمہیں ہاسٹل چھوڑ آؤں۔" ملک ان دونوں کو باتیں کرتا کھڑا دیکھ نیچے بیسمنٹ میں موجود کنٹرول روم کی جانب بڑھا تھا۔

"چھوڑو مجھے بدتمیز۔" بسمہ نے اس کے ہاتھ کی پشت پر تھپڑ رسید کیا جس سے اس نے بسمہ کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی تھی۔

"حد ہے۔ تم یہاں مارشل آرٹس کی ٹریننگ لینے آئی ہو یا جنگلی جانوروں کی ٹریننگ دینے۔؟" بسمہ نے مشکوک نظروں سے مومن کو دیکھا جس کے چہرے سے لے کر کان کی لوئیں تک سرخ ہو رہی تھیں۔

"یہ تم کیوں نئی نویلی دلہنوں کی طرح شرما رہے ہو۔؟"

"وہ اس لیے حضور کہ میرا دلہا آپ جو ہیں۔" مومن بغیر سوچے سمجھے بول رہا تھا۔

"استغفرُاللہ۔" وہ اس کی ذہنی حالت پر شک و شبہات کا شکار ہوتی واپس چلی گئی۔ مومن کو چھت پر کھڑا دیکھ وہ بے اختیار یہاں آئی تھی لیکن شاید مومن اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔

وہ ہنستا ہوا کنٹرول روم میں چلا گیا۔ ملک ایک سکرین پر جھکا ساتھ بیٹھے لڑکے کو ہدایت دے رہا تھا۔ پھر وہ مومن کی جانب آیا اور دونوں گارڈن میں آ کر بیٹھ گئے۔

"میں نے آج پھر اسے خواب میں دیکھا۔ بہت برا خواب تھا وہ۔" ملک نے بات شروع کی

"برے خواب نہیں بتانے چاہیے۔" مومن نے مشورہ دیا

"برے خواب تو آتے رہتے ہیں مومن لیکن آج کے خواب میں اس کا آنا ٹھیک نہیں۔" وہ شکست خوردہ سا کہہ رہا تھا۔

"اتنی محبت کرتے ہیں اس سے؟"

"بہت زیادہ۔ سب سے زیادہ۔" وہ جذب کے عالم میں بولا تھا۔

"انمول سے بھی زیادہ۔" مومن نے نیا سوال داغا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"میری اور اس کی محبت میں انمول کہیں نہیں ہیں مومن۔"

"بتا کیوں نہیں دیتے اسے۔ اگر اسے کسی اور سے معلوم ہوا تو وہ آپ سے بدگمان ہو جائے گی۔" ملک نے نفی میں سر ہلایا۔

"میرے بس میں کچھ نہیں ہے مومن۔ مجھے اس کا محافظ بننا ہے چاہے ساری زندگی بھی اس سے سامنا نہ ہو۔ میری اس سے الفت تاقیامت ہے۔"

"بھائی۔" مومن نے اسے پکارا ملک اس کی جانب دیکھنے لگا۔ وہ جانتا تھا مومن کیا بولنے والا ہے۔ مومن کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"آئی ایم سوری بھائی۔ آئم رئیلی سوری۔" ملک اس کی حرکت پر مسکرا دیا۔

"تم جانتے ہو سات سال کے بچے تھے تم جب میرے پاس آئے تھے۔ تم طوطلی زبان بولتے تھے حالانکہ سات سال کا بچہ اچھا بول لیتا ہے۔ تم سارا دن سوتے تھے اور ساری رات مجھے جگاتے تھے۔ اور پھر ایک دن۔"

"بس کر دیں بھائی۔ کیا ماضی کھول کر بیٹھ گئے ہیں آپ۔" وہ ملک کے منہ پر ہاتھ رکھ دینا چاہتا تھا۔

"پھر ایک دن تم نے بولا تمہیں دولت چاہیے۔ تمہیں انمول سے بڑا بننا ہے جبکہ تم اس سے چھوٹے تھے۔ تمہیں اس کے قابل بننا تھا۔" مومن کی نظریں زمین پر گڑ گئیں۔

"اور آپ نے کہا تھا وہ سراب ہیں مجھے ان کی چاہ نہیں کرنی چاہیے۔" وہ بولا تو لہجہ نم تھا۔

"تب تم چھوٹے تھے لیکن پھر ایک دن وہی مومن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انمول کو چھوڑ کر آگیا۔ اس کی محبت سے دستبردار ہو کر اپنی محبت میں کہے جانے والے الفاظ ڈائری میں اتارنے لگا۔" ملک بول رہا تھا اور وہ زمین میں خود کو دھنستا محسوس کر رہا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ شرمندہ تھا بس وہ خود سے عاجز تھا۔

"میں اپنی چیزوں کی حفاظت نہیں کر پاتا۔ نہ ماں کی کر سکا۔ نہ اپنی محبت کی اور نہ ہی اپنی ڈائری کی جو پہلے آپ کے ہاتھ لگی تو اس دن انمول نے اسے پڑھ لیا۔" مومن کا اندر باہر اداس ہو رہا تھا۔ خالی اور کھوکلا۔

"اللہ تمہیں اس سے زیادہ نوازے گا مومن ابراہیم۔ تمہارا دل اور نیت صاف تھا اور صاف ہے۔ اس میں کسی اور کا عکس سماجانا مشکل نہیں بس اپنے دل کا دروازہ نئے سوالی کے لیے کھول دو۔" وہ اسے بنجر محبت سے نکلنا سکھا رہا تھا۔ مومن نے استہزایہ مسکراہٹ اس کی جانب اچھالی۔ وہ محبت میں ٹھکرایا ہوا مرد تھا اس پر لازم تھا کہ وہ مر جاتا۔ لیکن کسی اور کی محبت کے لیے اپنے دل کے در کھولنا ناممکنات میں سے تھا۔

جیا مضطرب انداز میں انگلیاں چٹخاتی بالاج کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ بلب کے زیر اثر کمرہ تیز روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ پھولوں کی سجاوٹ پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا دل اور دماغ سن ہو رہے تھے۔ رہ رہ کر خیالات اور وسوسے اسے گھیرے ہوئے تھے جب بالاج کمرے میں داخل ہوا۔

" بالاج صرف میرا ہے جیا، آج سے چار سال پہلے بھی میرا تھا اور تاعمر بھی میرا ہی رہے گا" حریم ناز کے جملے نے کانوں میں ایک بار پھر سے پگلا ہوا سیسہ انڈیلا تھا۔

"السلام علیکم! " جیا نے دھیمی آواز میں سلام کا جواب دیا۔ بالاج بیڈ پر جیا کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ چند لمحات اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ بولا۔

" سمجھ نہیں آرہی کیا بولوں۔؟" جیا حیرت سے اس بالاج سکندر کو دیکھا جو دوسروں کو لاجواب کر دیتا تھا اور آج خود بات کرنے کو الفاظ تلاش رہا تھا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" وہ گلا کھنکار کر گویا ہوا۔

" اس کے علاوہ کچھ ؟" جیا مستفسر ہوئی۔ اپنی تعریف تو وہ شروع سے سنتی آئی تھی۔

" اس کے علاوہ تو کچھ بھی نہیں۔" وہ سر کھجا گیا۔

" کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟" بالاج چونک گیا۔ یہ کیسا سوال تھا خیر وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔

"محبت کرتے ہیں لیکن اظہار نہیں کرتے۔" جیا نے ناک پھلائی۔ سفید رنگت میں سرخیاں گھل رہی تھیں ۔حیا یا شرم سے نہیں بلکہ غصے سے۔

" مجھے اظہار کرنا ہی نہیں آتا۔" وہ کندھے اچکا گیا لیکن اس کی بات پر جیا سر تا پیر سلگ گئی۔

" واٹ!"

"ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں مجھے سچ میں اظہار محبت نہیں آتی۔" جیا نے دانت پیس کر بالاج کو گھورا جو چہرے پر مظلومیت سجائے اس کے جواب کا منتظر تھا۔

" پھر حریم ناز سے کیسے کی تھی اظہار محبت۔؟" وہ دل میں کہنا چاہتی لیکن الفاظ زبان سے ادا ہو گئے۔

"ناٹ اگین۔ ٹاپک چینج کرو جیا۔" بالاج کے چہرے پر ناگواری بھرے تاثرات چھا گئے تھے۔

"کیوں کیا نہیں کی تھی؟" وہ مزید گویا ہوئی۔ بالاج نے سر اٹھا کر اس سر پھری لڑکی کو دیکھا جو آج بھی حریم ناز کا پینڈورا باکس کھولے بیٹھی تھی اور تبھی سیاہ آنکھیں سنہری آنکھوں سے مل کر چار ہوئیں۔ کانچ سی سنہری آنکھوں کی چمک بڑھنے لگی۔ سیاہ آنکھیں آج پہلی بار ان آنکھوں کو دیکھ رہی تھیں جہاں محض جیا سکندر کا عکس لہرا رہا تھا۔ سنہری آنکھیں سیاہ آنکھوں کے سمندر میں ڈوبتی چلی گئیں۔

" جیا۔ بالاج۔ سکندر" بالاج کی آواز نے پل میں سارا فسوں توڑا تھا۔ وہ جیا کے نام کو حرف بہ حرف بول رہا تھا۔ آنکھیں ابھی تک اس اس کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"میں نہیں جانتا کب کیوں اور کیسے لیکن تم دل بن کر سینے میں دھڑکنے لگی ہو۔ میرے دل کی ہر دھڑکن تمہارے نام کی لے پر دھڑکنے لگی ہے۔" جیا کا سانس تک رک گیا۔ اب کی بار چہرے پر حیا کی لالی چھائی تھی۔ لب کترتی وہ آنکھیں جھکا گئی۔

"کبھی کسی نے بولا تھا کہ اسے میرے چہرے سے بھی نفرت ہے۔" جیا کا لہجہ بدل گیا۔ انداز میں غرور در آیا۔ آج وہ معتبر ٹھہرائی گئی تھی۔

"ہاں کبھی مجھے تم سے نفرت تھی۔" جیا نے حیرت سے بالاج کو دیکھا جسے محبت کا اظہار کرتے ہوئے مشکل کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ با آسانی اپنی سابقہ نفرت کا اظہار کر رہا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

" ایسے نہ دیکھو مجھے میں سچ کہہ رہاہوں کیونکہ تمہارا چہرہ ماہیر سے مشابہت رکھتا تھا۔ میں جب جب تمہیں دیکھتا تو تم میں ماہیر کا عکس ڈھونڈنے لگتا۔ تمہارا چہرہ مجھے میرے دوست اور میرے بھائی کی یاد دلاتا تھا۔"

جیا کی آنکھیں نم ہوئیں۔

" تمہیں معلوم ہے اس نے بچپن میں مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا 'تمہاری حفاظت' کا وعدہ اور پھر اسی دن وہ ہم سب کو چھوڑ کر چلا گیا۔ میں بہت رویا تھا تب۔ اس وعدے کو کبھی میں نے اتنا سیریس نہیں لیا مگر جانا تو معلوم ہوا کہ میں اپنے دل سے وعدہ خلافی کر رہا تھا۔ لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ جب جب تمہیں اذیت پہنچی تکلیف مجھے بھی ہوئی تھی۔" بالاج کی سنہری آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ جیا کا دل زور سے دھڑکا۔ کون کہتا ہے کہ مرد روتا نہیں؟ وہ روتا ہے وہ اپنی محبت پر آنسو بہاتا ہے۔

"بالاج اگر میں آپ سے کچھ مانگوں تو کیا آپ مجھے دیں گے۔؟" جیا کی آنکھوں میں امید کے دیئے جل رہے تھے۔

"بالاج سکندر دنیا کی تمام خوشیاں جیا بالاج سکندر کے قدموں میں ڈھیر کر سکتا ہے۔" جیا نے نفی میں سر ہلائے اس کے دونوں ہاتھ اپنے حنائی ہاتھوں میں تھام لیے۔

" مجھے آپ سے اعتبار چاہیے بالاج۔ اس رشتے پر، مجھ پر یقین اور اعتماد۔ جو آپ مجھ پر آنکھ بند کر کے کر سکیں۔"

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

" محبت کی پہلی سیڑھی ہی اعتبار ہے جیا اور مجھے تم پر خود سے زیادہ یقین ہے۔" وہ تر آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بالاج کی بات پر اس کی آنکھیں چھلک گئیں۔ وہ اپنے رب کے حضور جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔ اس کا نصیب بالاج سکندر سے جڑ چکا تھا جو تا قیامت اس کا رہے گا۔

گرلز ہاسٹل میں بنے سیکنڈ فلور کے اس کمرے میں زرد بلب روشن تھا۔ وہاں دو لڑکیاں اپنے کاموں میں مصروف نظر آتی تھیں۔ بسمہ شارق سٹڈی ٹیبل کے آگے براجمان اپنے سامنے کاغذوں کا پلندہ بکھیرے بیٹھی تھی۔

" ویسے یار سر مومن کو تمہیں باہر نہیں نکالنا چاہئیے تھا۔" فریال بیڈ پر بیٹھی ہاتھوں پر لوشن لگاتی کہہ گئی اور تبھی کوئی شے زور سے آکر اس کے ناک پر لگی تھی۔

"اب اگر تم نے یہ بکواس دوبارہ کی تو تمہاری یہ خوبصورت ناک کا حلیہ بگاڑ دوں گی۔" بسمہ نے ایک پین اس کی جانب پھینکا تھا۔

"جنگلی بلی۔ تم سے کس نے کہا تھا لیٹ آؤ مجھے تو اب ایک موضوع مل گیا ناں بات کرنے کا ویسے عبید کہہ رہے تھے کہ سر مومن کا غصہ بہت برا ہوتا ہے۔" بسمہ نے خونخوار نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا سین ہے یہ؟" بسمہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ فریال بلینکٹ کھول کر خود پر ڈال رہی تھی۔

"کون سا سین۔؟" فریال نے بلینکٹ کے اندر سے پوچھا۔

" عبید بھائی والا کیا سین ہے فریال ساجد۔؟" بسمہ نے بازو سینے پر باندھے فریال ایک جھٹکے سے بلینکٹ دور پھینکتی اٹھی تھی۔

"کک۔کو۔کوئی سین نہیں۔ہے تم سے۔ایسا کس نے کہا؟"

" اتنا گھبرا کیوں رہی ہو۔؟میں نے تو سمپل سا ایک سوال پوچھا ہے۔"فریال نے غضب ناک تیوروں سے اسے گھورا لیکن سامنے بھی بسمہ شارق تھی۔

" دیکھو چند ماہ چھوٹی ہو مجھ سے۔۔چھوٹی ہی بن کر رہو میری ماں بننے کی ضرورت نہیں ہے۔" فریال نے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

" اچھا تو پھر وہ سب کیا ہوتا ہے جب ہر وقت عبید بھائی تمہارے ساتھ ہوتے ہیں تم دھوپ میں کھڑی ہو تو وہ چھاؤں بن کر تمہارے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ہر طرف سے تمہیں پروٹیکٹ کرتے ہیں۔" بسمہ کی بات پر فریال نے سنجیدگی سے اسے تکا۔وہ ایک بہترین اوبزرور تھی۔

" مانا کہ تمہارا مشاہدہ درست ہے لیکن میرا کوئی محبت وحبت کا سین نہیں ہے وہ تو بس عبید مجھے لائک کرتے ہیں۔" چند سیکنڈ میں ہی فریال نے ساری بات اگل دی تھی۔

" دیکھا میرا اتکا کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتا۔" بسمہ کی باچھیں کھل گئیں۔فریال کو اس پر سر از نو غصہ چڑھا تھا وہ اس سے اگلوانے کے لیے جھوٹ بول رہی تھی۔" میری چھوڑو تم بتاؤ اس دن رات کو ڈپارٹمنٹ کیا لینے گئی تھی۔؟"

" تم اچھے سے جانتی ہو میں وہاں کیوں گئی تھی۔" فریال نے اوہ میں لب سکیڑے۔

"لیکن بسمہ شارق کو مومن ابراہیم کی مدد کی ضرورت کب سے پڑنے لگی۔" فریال نے طنز کیا۔ وہ یہ نہیں کہہ پائی کہ بسمہ شارق کو اس کی مدد کی نہیں بلکہ مومن ابراھیم کی بذات خود ضرورت ہے۔

"زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے سو جاؤ چپ کر کے۔" بسمہ نے اپنے خیالات جھٹکتے سامنے پڑے کاغذوں کو ترتیب سے رکھنا شروع کیا۔

"میں کیا کہہ رہی تھی کہ کہیں تم ان سے۔"

"فریال کی بچی۔۔!" بسمہ نے پے در پے ٹیبل پر رکھی چیزیں اسے مارنا شروع کی تھیں۔ وہ بلینکٹ سے خود کو کور کرتی اپنا بچاؤ کر گئی۔

صبح کا سورج طلوع ہوا تو شبنم نے مرجھائے ہوئے ہر پھول کو زندہ کر دیا۔ پرندوں نے چہچہاہٹ سے گیت گنگنانے گئے تو وہیں اینکر حلق پھاڑ پھاڑ کر ملک کے شرفاء میں سے ایک کے سیاہ کرتوت بتلانے لگی۔

"جی تو ناظرین آپ کو بتاتے چلیں مشہور شخصیت جہانداد ملک کی وجہ شہریت سامنے آگئی۔" وہ شعلہ بار نگاہوں سے اپنے سامنے سکرین پر چلتی ہیڈلائنز کی سرخ پٹی کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک میز پر آج صبح کا نیوز پیپر رکھا ہوا تھا۔

"جہانداد ملک کی سیاہ کاریوں کا پردہ فاش"

اخبار کی شہہ سرخی کو دیکھ وہ لب بھینچ گئے۔ رپورٹر چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

" چندروز قبل ہائی وے سے بر آمد ہونے والے ٹرکوں میں اسلحے اور منشیات کی موجودگی جہانداد ملک کے کالے کرتوتوں سے پردہ اٹھا گئی۔ مُلک کی نسل برباد کرنے کا سبب بننے والی شخصیت کے خلاف اریسٹ وارنٹ جاری۔" رپورٹر کی آواز مدھم ہوتی گئی تو کسی کی چنگھاڑتی ہوئی آواز ابھرنے لگی۔

"یہ سب کیا ہے ملک ؟" وہ اس وقت ملک کے کمرے میں سراپا سوال بنی کھڑی تھی۔ باہر لیونگ روم میں لگے ٹی وی پر ابھی تک کچھ بتایا جارہا تھا۔

"برے کا انجام برا ہوتا ہے ایک نا ایک دن تو یہ سب ہونا ہی تھا۔ جو کل کرے سو آج۔" وہ بولتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ انمول بھی اسکے پیچھے بھاگ کر آئی تھی۔ ملک نے ریموٹ اٹھایا اور سرخ بٹن پر دباؤ بڑھائے سکرین پر چلتے مناظر میں سیاہی بھر دی۔ ہر طرف جیسے سکوت چھا گیا تھا۔

" میرے بابا سائیں جیل نہیں جائیں گے۔" وہ نفی میں سر ہلاتی بولی تھی۔ ملک نے اس کی جانب دیکھا۔ اس کی حالت قابل رحم تھی۔

" یہ سب ان کا اپنا کیا دھرا ہے جس کی سزا انہیں قانون دے گا۔ میں یا آپ کچھ نہیں کر سکتے۔" وہ نظریں چراتا بول رہا تھا۔

"کس کو دھوکا دے رہے ہو تم۔ مجھے یا خود کو۔ ان کی بربادی کے زمہ دار تم ہو ملک مان جاؤ اس بات کو یہ سب تم جان بوجھ کر کر رہے ہو تا کہ انہیں نقصان ہو اور وہ کہیں کے نہ رہیں۔ کیوں کر رہے ہو ایسا کیوں مجھے تکلیف دیتے ہو ملک۔" وہ پھٹ پڑی تھی۔ سفید عارضوں پر چمچماتے آنسو لڑھک گئے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"انہوں نے میرا خاندان برباد کیا تھا انمول اس سب کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں۔ آپ کو یہ نظر آتا ہے کہ وہ تکلیف میں مبتلا ہیں یہ کیوں نہیں دکھ رہا کہ میں کس قدر اذیت ناک زندگی جی رہا ہوں۔ ایسی زندگی جس کی چاہ میں نے کبھی نہیں کی تھی۔" آج پہلی بار اس کی آواز بلند ہوئی تھی۔ انمول کا نازک دل سہم گیا۔ ہچکیاں بندھ گئیں۔

"کاش میں نے تم سے محبت نہ کی ہوتی ملک۔" ملک ساکت رہ گیا۔

"بہتر ہوتا اگر آپ واقعی مجھ سے محبت نہ کرتیں۔" ملک نے زکام زدہ سانس اندر کھینچی۔

"کاش میں نے تمہارے خواب نہ دیکھے ہوتے ملک۔ کاش اس رات تم بھی مر جاتے۔" وہ باقاعدہ چیخنے لگی تھی۔ آواز حلق میں دم توڑنے لگی۔ ملک کے دماغ میں خون جمنے لگا۔

"لیکن سب کاش ہی ہے انمول بی بی۔ اس کاش کو حاصل کرنے کے لیے دعا کریں میری موت کی دعا کہ کاش میں مر جاؤں۔" وہ آنکھ کا نم کنارا صاف کرتا باہر نکل گیا۔ پیچھے دروازہ ٹھاہ کی آواز سے بند ہوا تھا۔ انمول وہیں بیٹھتی چلی گئی۔ وہ بلک بلک کر رونے لگی جیسے کوئی چھوٹا بچہ اپنی ماں کے بغیر روتا ہے جیسے کوئی اپنے کے چھن جانے پر بین ڈالتا ہے۔ وہ کبھی نہیں روئی تھی اس کے باپ نے اسے رونا سکھایا ہی نہیں تھا لیکن اب وہ رو رہی تھی اور خاموش کروانے والا کوئی نہیں تھا۔

"السلام علیکم سر۔" اس کے اندر داخل ہونے پر تمام سٹوڈینٹس اٹھ کر سلام بجالائے۔ وہ ان پر واپس سلامتی بھیجتا جا کر ڈیسک کے آگے کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ میں پکڑا لیپ ٹاپ کھولا اور آج کا لیکچر سٹارٹ کیا۔

ٹریننگ ڈپارٹمنٹ میں مارشل آرٹس کے علاوہ بھی تعلیم کا بندوبست کیا جا سکتا تھا لیکن یہاں آکر رہنے والا ہر شخص ایجوکیٹڈ تھا۔ ہر لڑکا لڑکی کے ہاتھ میں سند ہوتی تھی کیونکہ وہ کہیں سے اٹھا کر نہیں لائے جاتے تھے انہیں مجبوراً یہاں آنا پڑتا تھا۔ماں باپ کا کیا بھگتنے تو کبھی خود کو جڑ سے مظبوط کرنے وہ یہاں کا رخ کرتے تھے۔

"جیسا کہ آپ سب کہ ٹریننگ پچھلے ایک عرصے سے چل رہی ہے اور اس میں آپ سب کی کارکردگی بھی بہترین ہے اس لیے ہم نے آپ کو کچھ ٹاسکس دینے کا سوچا ہے۔" مومن کی بات پر کلاس میں موجود سٹوڈینٹس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

"طاقت انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ایک ہے۔اس کا استعمال انسان کی بقا ہے۔جس کے لیے میں نے ہیڈ سے بات کی اور آپ کے لیے مختلف ٹاسکس تیار کروائے گئے ہیں۔" سب نے دم سادھ لیا۔ٹاسک سے مراد کام نہیں 'ٹاسک' تھا۔مارشل آرٹس کے سینٹر میں کوئی بھی کام یا بندہ عام نہیں ہوتا تھا۔

"اگلے چند ہفتوں کے لیے آپ سب لوگ اس سینٹر سے باہر رہیں گے۔یوں سمجھ لیجئے جیسے لوگ وکیشنز پر جاتے ہیں۔آپ مزا کریں گے۔زندگی جئیں گے۔لیکن۔!" اس کا یوں تجسس پھیلانا تیسری قطار میں بیٹھے عبید باجوہ، فریال ساجد اور بسمہ شارق کو سخت ناگوار گزرا تھا۔

"اس دوران آپ میں سے کسی ایک کی موت یقینی ہوگی۔" کلاس میں موجود ہر شے ساکن ہوگئی۔مومن کی آواز صور کی مانند پھونکی جانے لگی۔

"آپ پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔ آپ آزاد ہوں گے۔ لیکن آپ کو محتاط رہنا ہو گا۔کچھ ٹرینڈ ایکس سٹوڈنٹس آپ کے لیے چنے گئے ہیں جو رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کریں گے۔ان کا کام آپ پر حملہ کرنے کا ہو گا آپ نے مقابلہ کیسے کرنا ہے یہ آپ کے اختیار میں ہو گا۔اس دوران دونوں میں سے کسی ایک کی جان بھی جاسکتی ہے۔سو بی کیئر فل۔" تمام سٹوڈینٹس منہ کھولے اسے دیکھ رہے تھے۔

"یا اللہ کیا چیز ہے یہ بندہ۔" فریال نے توصیفی انداز میں کہا

"موت کا پروانہ۔" بسمہ شارق کے لبوں نے حرکت کی۔ جبکہ باجوہ کی کاٹ دار نگاہیں اس پر ٹکی تھیں جو اب سٹوڈینٹس کے مختلف سوالات کا جواب دے رہا تھا۔

ڈائننگ ہال میں لگی کھانے کی طویل میز پر صبح کے ناشتے کے لیے انواع واقسام کے کھانے چنے گئے تھے۔وہاں بیٹھے آفرین جہاں، علی اور.ں ہا کے علاوہ سکندر ہاؤس کے تمام مکین جمع تھے۔وہ سب منہا کے لیے ناشتہ لے کر آئے تھے۔خوش گپیاں جاری تھیں۔پلیٹ میں چمچ چلاتی جیا کی کلائی میں کوئی شے چمکی تھی۔

"ماشاءاللہ۔ڈائمنڈ اور وائٹ گولڈ؟" منہا نے جیا سے پوچھا وہ اس کے بلکل سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ جبکہ جیا کے دائیں جانب بالاج اور منہا کے بائیں جانب علی بیٹھا ہوا تھا۔

"ڈائمنڈ وِد وائٹ گولڈ۔" جیا نے بالاج کی جانب دیکھا وہ مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔وہ بریسلٹ بالاج نے جیا کو منہ دکھائی کا تحفہ دیا تھا۔

ناشتے کے بعد سب لاؤنج میں بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب علی نے اپنا پلین سامنے رکھا۔

"میں اور منہا تو ہنی مون کے لیے مالدیپ جا رہے ہیں آپ دونوں کا کیا پلین ہے۔؟"

"ہم نے ابھی کچھ سوچا نہیں ہے۔" بالاج نے دھیمی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"اوہ یہ تو پھر بہت اچھا ہے۔ منہا۔" علی کی باچھیں کھل گئیں۔ منہا کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔

"مطلب؟" بالاج کی پیشانی پر شکن آئی تھی۔

"مطلب یہ بھائی۔" منہا نے ایک لفافہ ان دونوں کی جانب بڑھایا جسے بالاج نے تھام لیا۔

"اس میں کیا ہے۔؟" جیا نے استفسار کیا۔ تینوں بڑے بھی مسکرا کر انہیں دیکھ رہے تھے۔ بالاج نے لفافہ چاک کیا جیا نے اس کے کندھے سے لفافے پر جھانکا۔ اگلے ہی لمحے ان دونوں کی آنکھیں حیران رہ گئیں۔

"یہ ہماری طرف سے آپ دونوں کے لیے چھوٹا سا گفٹ۔" منہا کے بتانے پر بالاج اور جیا نے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا۔ وہ ان دونوں کے ہنی مون کے ٹکٹس تھے۔

"آج شام کو ولیمہ ہو گا ہمارا اور ایک ہفتے بعد فلائٹ۔" وہ ان دونوں کو آگاہ کر رہے تھے۔ وہ سب اب ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے تھے۔

وہ دونوں اس وقت اسلام آباد میں موجود 'دی بٹلرز کیفے' میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دن ڈھل رہا تھا۔ سیاہ دروازے سے اندر داخل ہوتے وہ دونوں دائیں جانب لگے ٹیبل پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سیاہ کرسیاں پورے

کیفے میں بچھی ہوئی تھیں۔وہ دائیں جانب والی کرسی پر بیٹھا ایک ہاتھ ٹیبل پر رکھے اپنے سامنے بیٹھی عالیہ جعفری کو دیکھ رہا تھا۔سیاہ سیدھے کندھوں تک آتے بال،ستواں ناک اور گندمی رنگت والی عالیہ جعفری اتنی پرکشش نہ تھی لیکن اس کی بھوری آنکھوں کی کشش اسے خاص بنا رہی تھیں۔

"تمہیں میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔؟"وہ مدعے کی بات پر آیا۔

"کیوں اور کیسے کو چھوڑو وہاج ملک۔یہ بتاؤ کیا تم میری مدد کرو گے۔؟"عالیہ کی نگاہیں اپنے دائیں جانب گلاس وال سے باہر ٹکی تھیں۔چند لمحات قبل وہ اسے اپنے ارادے سے آشنا کروا چکی تھی۔

"میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔"اس کے جواب پر عالیہ نے جھٹکے سے گردن موڑی۔

"کیا تمہیں جیا سکندر نہیں چاہیے۔؟تم ایسا کیسے کر سکتے ہو۔؟"

"مجھے جیا سکندر نہیں اس کی بربادی چاہیے۔جس کے لیے میں حریم ناز سے بات کر چکا ہوں۔بس کچھ دن مزید اور پھر۔۔۔خلاس۔"وہ ہاتھ باقاعدہ جھاڑ کر بولا۔

"دیکھو میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔مجھے بالاج سکندر ہر قیمت پر چاہیے۔"وہ اپنا ہاتھ زور سے ٹیبل پر مار کر چیخی۔آس پاس کے ایک دو لوگوں نے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔وہ خجل ہوتی خود کو ریلیکس کرنے لگی۔

"تمہیں پتا ہے جیا سکندر کو میں نئے دن کا سورج طلوع ہونے سے پہلے مار سکتا ہوں۔"وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولا تھا۔

"تو پھر مار دو دیر کس بات کی ہے۔" اس کی بات پر وہاج نے نفی میں سر ہلایا۔ جسم پر کوئی شے گرتی محسوس ہوئی۔ جلن کا احساس بڑھنے لگا وہ جھرجھری لے کر رہ گیا۔

"یہی تو مسلہ ہے کہ میں اسے مار نہیں سکتا لیکن تڑپتا ضرور چھوڑ سکتا ہوں۔" عالیہ کی بھوری آنکھیں چمک اٹھیں۔

"تمہارے پاس جیا کی اور اپنی تصاویر ہیں۔ ہم ان کو استعمال کر سکتے ہیں۔" وہ رازدارانہ انداز میں بولی۔ وہاج گہرا سانس بھر کر اسے دیکھنے لگا۔

"اگر تمہاری اس حریم ناز نے کچھ کرنا ہوتا تو اب تک کر چکی ہوتی۔ بالاج اور جیا ہنی مون کے لیے دبئی جا رہے ہیں۔ اب تو بالکل بھی وقت نہیں رہ گیا۔" وہاج کو اس کی بات کچھ مناسب لگ رہی تھی۔

"ہمم کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔ سو۔ مجھے کچھ دیر سوچنے دو۔" وہ پرسوچ انداز میں بولا۔ عالیہ اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھتی اس کے جواب کی منتظر تھی۔

"اوکے ڈیل ڈن۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"ڈن۔ جیا تمہاری۔ بالاج میرا۔" وہ کلچ پکڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہاج کا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔ غصے سے بپھرا وہ وہاں سے چلا گیا۔ عالیہ شاطرانہ چال چل کر ہنس دی۔ اب بالاج کو اس کا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

Aesthetic Novels

فون کی رنگ ٹون کب سے بج رہی تھی۔ لیکن مقابل نے اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔ وہ کھٹ کھٹ کٹنگ بورڈ پر سبزیاں کاٹ رہا تھا۔ فون کی رنگ ٹون دوبارا بج اٹھی۔ ملک نے ایک نظر پیچھے انمول کے کمرے کو دیکھا جس کا دروازہ بند تھا اور پھر سبز رنگ کے آئیکن کو پریس کر تا وہ فون کان سے لگا گیا۔

"سلام سسر جی۔ آج داماد کی یاد کیسے آگئی آپ کو۔؟" موبائل سپیکر پر ڈال کر وہ سبزیاں ایک برتن میں نکال رہا تھا۔

"آکر فائل لے جاؤ۔ میں نے سائن کر دی ہے۔" دوسری جانب سے جہانداد ملک کی آواز ابھری۔ ملک نے حیرت سے فون کو دیکھا۔

"ارے واہ۔ یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔ چلیں اب میرا انتظار کریں۔" وہ کال کاٹ کر اپنے کام کی جانب متوجہ ہوا۔ پہلے مومن ابراہیم کے ہوتے ہوئے اسے کھانا خود بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی لیکن اب ضرورت بھی تھی اور مجبوری بھی۔

"کھانا تم کیوں بنا رہے ہو۔ مجھ سے کہہ دیتے میں بنا دیتی۔" انمول اپنے کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ ملک نے اسے دیکھا جو نیلے آسمان کے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھی۔

"انڈا ابھی ابالنا آتا ہے آپ کو۔؟" وہ طنز سے گویا ہوا۔

"جی ہاں سب آتا ہے۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"اچھی بات ہے لڑکیوں کو سب آنا چاہیے سسرال میں کام کرنا پڑتا ہے۔ لیکن فی الحال آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔" انمول نے غصے سے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے سبزیاں پکڑ لیں۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"تم بیٹھو میں بناتی ہوں۔" وہ کندھے اچکا کر کچن سے نکل آیا۔

"میں نے تم سے کچھ کہا تھا۔" اوپن کچن سے انمول کی آواز ابھری۔ لیونگ روم میں صوفے پر بیٹھے ملک نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا

"بابا جیل نہیں جائیں گے۔ تم نے اس بات کا جواب نہیں دیا تھا۔" اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ گلے میں خراش سی تھی۔ غزالی آنکھوں تلے حلقے تھے۔

"آپ فکر نہیں کریں۔ پولیس آپ کے 'باباسائیں' کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔" اس کے جواب پر انمول خاموشی سے کام میں جت گئی۔ اور وہ گہری سانس بھرتا ٹی وی آن کر گیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

بالاج اور علی کا ولیمہ اختتام پذیر ہوا تو مہمان واپس اپنے گھروں کے راستے پر گامزن ہونے لگے۔ چار دن بعد ان کی دبئی کی فلائٹ تھی۔ شادی کے بعد عزیز و اقارب کی طرف سے ملنے والی دعوتوں سے نجات کا یہ بہترین ذریعہ تھا۔ ایک مہینے کا وہ ٹرپ یقیناً اس نئے جوڑے کو پرانا کر دے گا اور پھر کسی کو دعوت کا خیال نہیں ہو گا، ایسی ان کی سوچ تھی۔ جیا اپنی اور بالاج کی پیکنگ کرنے میں مصروف تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ فلائٹ سے پہلے وہ تھکی ہوئی ہو اس لیے تمام انتظامات وہ پہلے ہی مکمل کر رہی تھی۔

وہ الماری میں سر دیے اپنے کپڑے منتخب کر رہی تھی جب بالاج کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ جیا نے پلٹ کر اسے دیکھا وہ سیاہ شلوار قمیض میں جاذب نظر لگ رہا تھا۔ جیا نے دل ہی دل میں ماشاءاللہ بولا۔ بالاج اب ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال سنوار رہا تھا۔

"سنیں۔" جیا ہاتھ میں ہینگ ہوئے کپڑے اٹھائے ڈریسنگ روم سے نکل کر کمرے میں آئی۔

"سنائیں۔" جیا نے کپڑے بیڈ پر دھرے اور بالاج کو دیکھا۔

"آپ سیاہ رنگ مت پہنا کریں۔" وہ انگلیاں آپس میں الجھاتی حکم صادر کر گئی۔ بالاج نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیوں۔؟" وہ جیا کے قریب ہی کھڑا تھا۔ اس کے سوال پر وہ گڑبڑائی تھی۔ ایک تو وہ لگ اتنا خوبصورت رہا تھا اور اوپر سے اس کی سنہری آنکھوں کی چمک جیا کو نظریں اٹھانے نہیں دے رہی تھی۔

"نظر لگ جاتی ہے۔"

"اچھا تو تم نظر اتار لینا ناں میری۔" بالاج کا انداز شوخ تھا۔ وہ اپنی پیشانی جیا کے ماتھے سے ٹکرا گیا۔

"مم۔ مجھے پیکنگ کرنی ہے ہاتھ چھوڑیں۔" وہ سٹپٹا کر بیڈ کی جانب دیکھنے لگی۔ ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔

"ویسے یہ تصویر یہاں بہت خوبصورت لگ رہی ہے۔" بالاج نے ٹاپک چینج کرتے بیڈ کے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔ جیا نے دیکھا وہاں سے بالاج کا پورٹریٹ ہٹا کر جیا اور بالاج کی تصویر لگا دی گئی تھی۔ جو واقعی میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"بہت۔!" وہ بولی۔ جبکہ دایاں ہاتھ بالاج کی گرفت میں تھا۔

"ہاں لیکن میں زیادہ پیارا لگ رہا ہوں۔" لہجے میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"بہت برے ہیں آپ۔" وہ اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کرواتی دوبارہ اپنے کام میں مگن ہو گئی۔

"بس کبھی غرور نہیں کیا لیکن تم سے پھر بھی کم برا ہوں۔" اس کی بات کو جیا 'ہنہ' کہہ کر جھٹک گئی تھی۔

"میرے ساتھ پیکنگ میں ہیلپ کروائیں۔" وہ غصے سے چند کپڑے اس کی جانب اچھال کر بولی۔

"یہ کام بیویوں کے کرنے والے ہوتے ہیں۔" وہ کپڑوں کو کیچ کرتا دوبارہ اس کی جانب پھینک گیا۔

"جی شوہر تو بس حکم چلانے اور تنگ کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں ناں۔" اس کی بات پر بالاج کا قہقہہ چھوٹا۔ جیا اسے گھوری سے نوازتی چہرے پر نو لفٹ کا بورڈ لگا گئی۔ مسکراہٹ بالاج کے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھی وہ جانتا تھا اس کی یہ کم عقل، پھوہڑ اور غصیلی بیوی جلد ہی اپنی ناراضگی بھلا دے گی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ملک نے نا جانے کیسے جہانداد ملک کے خلاف کھڑے ہونے والوں کی سلا دیا تھا یہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ لیکن ایک بات تو سب جانتے ہیں کہ پیسہ۔ پیسہ ہی ہر کام کرواتا ہے۔ ملک جہانداد ملک کی حویلی کے دالان میں کھڑا ہوا تھا۔ شائستہ بی اسے وہاں بیٹھا کر جہانداد ملک کو اطلاع دینے گئی تھی۔ کمرے کے دروازے کے کھلنے کی آواز پر اس نے دیکھا جہانداد ملک اسی کی جانب رہے تھے۔ ہاتھ میں وہی فائل تھامے جو اڑھائی دن پہلے ملک کے ہاتھ میں تھی۔

"یہ لو فائل اور بیٹھو مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" ملک نے ان کے ہاتھ سے فائل پکڑ کر دیکھی۔ وہاں تین مختلف جگہوں پر جہانداد ملک کے دستخط تھے۔

"بہت شکریہ آپ کا۔ لیکن میں چائے کے لیے بیٹھ نہیں سکتا۔ کام ہیں مجھے۔" وہ تپانے والے انداز میں بولا۔

"بیٹھ جاؤ' ملک' مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" ان کی بات پر وہ کندھے اچکاتا بادل ناخواستہ بیٹھ گیا۔

"انمول کیسی ہے۔؟" وہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں باہم ملائے مرکزی صوفے پر بیٹھے تھے۔

"وہ بات کریں جو کرنے کے لیے بٹھایا ہے۔" وہ درشتی سے انہیں مزید کچھ کہنے سے روک گیا۔

"مت بھولو کہ وہ میری بیٹی ہے۔" ان کے نقوش تن گئے۔ ملک کا دل کیا یہاں سے اٹھ کر بھاگ جائے وہ مزید اس شخص سے کلام نہیں کر سکتا تھا۔ خیر جہاں اتنا کچھ دل کی مرضی کے بغیر کیا وہاں یہ بھی سہی۔

"اگر اس بیٹی کو آپ کے کارناموں کا علم ہو جائے تو وہ آپ کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جہانداد ملک نے دہل کر اس کی جانب دیکھا۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں ملک کو ان کی حالت سے لطف آیا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کر سکتے۔" ان کے الفاظ میں ڈر تھا۔ کچھ چھن جانے کا خوف۔ ملک مسکراہٹ دباتا ان کے قریب آیا۔ وہ سنگل سیٹ صوفے پر براجمان تھے۔ ملک نے اپنی ہتھیلیاں ان کے اطراف میں رکھیں اور پھر وہ ان کے کان کے قریب جھک گیا۔

"اگر تو آپ چاہتے ہیں کہ جہانداد ملک کا یہ بھرم یونہی اپنی بیٹی کے آگے قائم رہے تو اس کا خیال اپنے دل، دماغ اور پھیپھڑوں سے نکال دیں۔ اچھا ہو گا۔" اس کی آواز میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"وہ میرا خون ہے ملک۔ تمہیں اسے طلاق دینا ہو گی۔" انہوں نے ملک کو پیچھے کی جانب دھکیلا۔

"طلاق کا لفظ تو اپنی زبان پر لائیں بھی مت۔ کیونکہ اگر جہانداد ملک میرے پیر بھی پکڑ لے تو میں انمول کو نہیں چھوڑوں گا۔ اس کا نام موت کے بعد بھی میرے نام کے ساتھ جڑا رہے گا۔"

"پچھتاؤ گے تم۔" جہانداد ملک دھاڑے۔

"پچھتائے وہ جسے ڈر ہو۔ اور ویسے بھی پچھتاوا ان کے نصیب میں آتا ہے جو اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ اور میں جانتا ہوں میں نے جو کیا اپنے اور سب کے بھلے کے لیے کیا ہے۔ میری بیوی کے بارے میں آئیندہ مت سوچیے گا۔ اپنے وفادار لوگوں پر دھیان دیں۔ ان کے ضروری کام طویل ہوتے جا رہے ہیں۔" اپنی بات کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ پیچھے جہانداد ملک تنہا بیٹھے رہ گئے تھے۔ پچھتاوا۔ ہاں وہ اس لفظ میں ڈوب گئے۔ شاید وہ سچ میں پچھتا رہے تھے۔ وہ اس بات پر پچھتا رہے تھے کہ انہوں نے دیر کیوں کی۔ انہیں اس شخص کو زندہ چھوڑ دینے کا ملال تھا۔ وہ انہیں ندیم کا طعنہ دے کر گیا تھا۔ ان کا بس چلتا وہ ساری دنیا کو جلا کر بھسم کر دیتے۔ اپنا فون نکالتے انہوں نے بٹن دبائے اور فون کان سے لگایا۔ چند مستطیل گھنٹیوں کے بعد دوسری جانب سے آواز ابھری تھی۔

"جی مالک۔" مہذب انداز میں بات کرنے والا ندیم تھا۔

"کہاں ہو تم۔؟" دوسری جانب سے کوئی لمبی داستان سنائی گئی تھی۔ جہانداد ملک اس کی بات پر یقین کرتے اسے ایک نئی زمہ داری سونپ گئے تھے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

دور تک پھیلا وہ میدان کہ جسے دیکھنے سے کسی صحرا کا سا گمان ہوتا تھا۔ اس وقت سہ پہر کی چھٹ رہی پیلی اور نارنجی دھوپ میں چمک رہا تھا۔ اس وقت تمہیں وہاں دو بائیکس کھڑی نظر آئیں گی۔ ایک سیاہ اور دُوجی سرخ۔ سیاہ رنگ کی بائیک پر بیٹھے شخص نے ہیلمٹ کا شیشہ الٹا تو گہری بھوری آنکھیں سیاہ شیشے کے پیچھے چھپ کر رہ گئیں۔ اس کے برابر کھڑی سرخ بائیک پر بیٹھی ہستی نے آنکھوں میں جلن لیے اپنا ہیلمٹ باندھا۔

"زووں" دونوں بائیکوں کی آواز نے ماحول میں ارتعاش پیدا کیا لیکن مومن ابراہیم کے نام کی صدا میں وہ خاموش رہ گئی۔ سیٹی کی دھن بجی۔ سرخ جھنڈا لہرایا گیا اور پھر دونوں بائیکس ایک ساتھ آگے بڑھے تھے۔ وہاں گئی ایک بڑی سی سکرین پر دونوں کھلاڑیوں کو دکھایا جا رہا تھا۔ سرخ رنگ کی بائیک آگے تھی جبکہ سیاہ اس کے پیچھے اس سے آگے نکلنے کی تگ و دو کر رہی تھی۔

سرخ رنگ کی بائیک کو چیرتی سیاہ بائیک آگے نکل گئی تو سرخ بائیک نے بھی رفتار پکڑی۔ ایک مکمل اور طویل راؤنڈ کے بعد وہ بائیکس واپس اس طرف آتی دکھائی دی تھیں۔

"بسمہ۔ بسمہ۔ بسمہ۔" سرخ رنگ کی بائیک سب سے آگے تھی۔ ریس دیکھنے والوں نے بسمہ نام کی صدا بلند کی۔ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ایک پل آپ کے تو اگلے ہی پل وہ دوسرے کے ہو جاتے ہیں۔

"بسمہ!۔" ان سب کے درمیان کھڑی فریال ساجد کی خوشی دیدنی تھی۔ اس کے ساتھ کھڑا عبید باجوہ مسکرا کر بسمہ کو فنش لائن سے قریب آتے دیکھ رہا تھا۔ وہ مومن کے سے انداز میں پئی کو اپنے سینے پر لپیٹتی فنش لائن عبور کر گئی۔ سیاہ بائیک میں پیچھے آتے مومن ابراھیم کی آنکھوں میں چمک تھی۔ ہر دیکھنے

والے لیے مومن ابراہیم کو تاسف سے دیکھا تھا۔ وہ کبھی کسی سے نہ ہارنے والا ایک معمولی سی لڑکی سے ہار گیا تھا۔

فریال اور باجوہ اس کے قریب کھڑے متبسم لگ رہے تھے۔ مومن نے ہنس کر سر جھٹکا۔ وہ آگے بڑھنے لگا تھا۔ اس کے قریب سے کوئی گزرا۔

"لوزر۔" بسمہ شارق آنکھ ونک کرتی اس کے ساتھ سے گزر کر آگے بڑھ گئی تھی۔ مومن نے اس کی بات پر قہقہہ لگایا۔

وہ خود کو فاتح سمجھ رہی تھی لیکن اصل غازی تو وہ تھا۔ اس نے آج تک بہت سی لڑکیوں سے ریس لگائی تھی اور ہمیشہ جیت اسی کا مقدر ٹھہری تھی لیکن اس بار ریس شروع ہونے سے قبل وہ اس کی سرمئی آنکھوں میں ابھرنے والی چمک کو جھٹلا نہیں سکا تھا۔ وہ خود تو ہار سکتا تھا لیکن ان جیت کی خوشی میں سرشار ہوتی اکھیوں کو نہیں ہرا سکتا تھا۔

وہ اس دن سرِ شام ہی گھر لوٹ آیا تھا جب کچن سے آتی اشتہا انگیز خوشبو اس کے ناک کے نتھنوں سے ٹکرائی۔ انمول اس کی جانب پشت کیے کھڑی کھانا بنا رہی تھی۔ وہ سلام کرتا اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔ کچھ دیر بعد انمول اسے کھانے کے لیے بلانے آئی تھی۔ وہ خاموش سا اٹھ کر کھانے کے لیے آ گیا۔ کھانا کھانے کے درمیان مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ انمول

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

نے بھی اس نے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا جب انمول کافی کا کپ ہاتھ میں تھامے کمرے میں داخل ہوئی۔

" آپ پریشان نہیں ہوں وہ جلد ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ بلاوجہ میں پریشان ہو رہی ہیں۔" انمول کے کان 'ہو رہی ہیں' پر کھڑے ہوئے تھے۔

" آپ جیسی بہادر لڑکی کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ بس دعا کریں اور کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو آپ مجھے کہہ سکتی ہیں۔" ملک نے انمول کے ہاتھ سے کپ پکڑا وہ وہیں کھڑی رہی۔

"اوکے جیسے آپ کی مرضی میں کچھ دیر تک آتا ہوں۔" ملک نے کال کاٹ کر سوالیہ نظروں سے انمول کو دیکھا وہ اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"کون تھی یہ ؟"انہوں نے دانت کچکچائے۔

" کون ؟اچھا کال پر۔؟ تھی کوئی لڑکی۔" ملک نے گہری مسکراہٹ سے جواب دیا جیسے مقابل ہستی اسے جانے کتنی ہی عزیز ہو۔

"کس لڑکی کے ساتھ آئے ہو تم۔؟" نیا سوال کیا۔ وہ کھڑکی سے ملک کو اپنی گاڑی سے اترتا دیکھ چکی تھی۔

"میں جس مرضی کے ساتھ آؤں۔ آپ سے مطلب۔؟" ملک نے کافی کا گھونٹ بھرا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"بالکل مجھے کیا مطلب ہو سکتا ہے تم جس مرضی کے ساتھ آؤ۔ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا سوال جواب کرنے کا۔" انمول آنسو پیتی واپس چلی گئی۔ پیچھے ملک سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"شٹ۔ ڈیم اٹ۔" اس نے کافی کا کپ غصے سے ٹیبل پر پٹخا۔

انمول لاؤنج میں بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ اسے امید تھی کہ وہ اسے منانے آئے گا۔ لیکن ایک گھنٹہ بیت جانے کے بعد بھی وہ نہیں آیا تھا۔ اس کا دل درد کر رہا تھا۔ اس نے ایسا تو نہیں چاہا تھا۔ مانا کہ وہ غلط تھی لیکن معافی بھی تو مل سکتی ہے ناں۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی غلطی ایک مرتبہ ہو تو سو دفعہ معافی مل جاتی ہے لیکن ہر بار کی غلطی پر بار بار معافیاں نہیں ملا کرتیں۔

"کلک" کی آواز سے ملک کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ انمول گھٹنے سینے سے ٹیکے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی جب ملک آکر اس کے ساتھ براجمان ہوا۔ وہ تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ملک نے پھرتی سے اسے کلائی سے تھام کر دوبارہ بیٹھا دیا۔

"آئی ایم سوری انمول۔" وہ چار لفظ تھے لیکن انمول کو لگا جیسے زندگی بھر کے شکوے شکایات دور ہو گئے ہوں۔ سارے دھندلے مناظر صاف شفاف نظر آنے لگے ہوں۔ وہ پلکیں دوبارہ چھپک کر اسے دیکھنے لگی۔ یقین کرنا مشکل تھا کہ اس کے سامنے براجمان شخص 'ملک' تھا۔

"میں کون ہوتی ہوں تمہیں معاف کرنے والی۔ معافی اپنی اس ہوتی سوتی سے مانگو۔" وہ رخ موڑے بیٹھی تھی۔ لیکن کن اکھیوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

"میری کوئی ہوتی سوتی نہیں ہے وہ۔اس کا نام ماہزرین ہے اور وہ میری سٹوڈنٹ ہے۔اور اس وقت اسے تسلی اور حوصلے کی ضرورت تھی۔"وہ کسی سے سیدھے منہ بات نہ کرنے والا آج اس کے سامنے صفائیاں پیش کر رہا تھا۔

"مجھے کیوں صفائیاں دے رہے ہو۔میرا کیا حق ہے تم پر۔لگتی ہی کیا ہوں میں تمہاری۔؟" وہ ملک کے الفاظ ملک کو ہی لٹا رہی تھی۔

"تمام حق ہی آپ کا ہے۔"ملک نے اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔وہ سوں سوں کرتی رو رہی تھی۔اور ملک کو وہ آج سے سالوں پہلے والی انمول لگی۔

"جھ۔جھوٹے ہو تم ایک نمبر کے۔"

"شکر نہیں کرتی کہ اس دو نمبری کے زمانے میں یہ بندہ ایک نمبر ہے۔"ملک نے اس کے دائیں گال سے آنسو صاف کیے۔

"اس بندے کو جوتوں کی کمی ہے بس۔"وہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔

" لاحولاولا قوۃ۔اب آپ اپنے مجازی خدا کو جوتوں سے پیٹیں گی زوجہ؟"ملک نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔کیا زمانہ آ گیا ہے۔

"زوجہ۔؟"انمول کی سوئی زوجہ لفظ پر اٹکی ہوئی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

"ہاں ملک کی زوجہ۔زوجۂ ملک۔"اس نے انمول کی ناک دبائی۔انمول نے اس کا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتے دونوں ہتھیلیوں میں تھام لیا۔

"تمھیں پتہ ہے میں بچپن سے کبھی نہیں روئی تھی۔"ملک غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جب کبھی مجھے چوٹ لگتی تو بابا سائیں مجھے رونے نہیں دیتے تھے لیکن یہ پہلی دفعہ ہے کہ میں پچھلے چند ماہ میں اتنا روئی ہوں۔تم نے مجھے بہت رلایا ہے ملک۔"وہ آنکھوں میں غم و غصہ لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے رلایا ہے ناں۔میں ہی مداوا بھی کروں گا ایک ایک آنسو ایک ایک تکلیف کا ازالہ کروں گا میں۔"ملک نے اس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا۔انمول کے دل نے لفظ محبت کی صدا لگائی تو ہر جانب جیسے بہار اتر آئی۔

"اب بندہ کیا ہی بولے تمھیں۔؟"وہ اپنے ہاتھ چھڑواتی تپ کر گویا ہوئی۔

"خوبصورت،پیارا،دلکش،حسین،دیدہ زیب اور ایسے بہت سے الفاظ مل سکتے ہیں آپ کو میری شان میں عرض کرنے کے لیے۔"ملک نے آنکھ ونک کی۔

"معذرت لیکن میں یہ الفاظ کہہ کر ان کا دل نہیں دکھا سکتی۔"انمول نے میٹھا سا طنز کیا۔

" اوہیلو ایسا پرنس چارمنگ بندہ تمھیں چراغ لے کر بھی ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا۔" ملک نے دہائی دی۔

" شکر ہے تم نے خود کو ٹام کروز نہیں بول دیا۔" ملک نے دیدے پھاڑے اسے دیکھا۔ انمول اس کی حالت سے محفوظ ہوئی تھی

"واٹ !! وہ بڈھا۔؟"

"بڈھا ہی سہی لیکن ہے تو پیارا ناں" انمول صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ماحول ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔ ساری بے زاری اور بے اعتنائی دور ہو گئی تھی۔

" شرم تو نہیں آتی شوہر کے ہوتے ہوئے نامحرموں کو سوچتے ہوئے۔" ملک نے دانت پیسے۔ اس کی بیوی کو اس کے مدمقابل وہ ٹام کروز اچھا لگ رہا تھا۔

"جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔" دل جلانے والی مسکراہٹ سے بولتی وہ اندر اپنے کمرے میں گم ہو گئی تھی۔ ملک سر جھٹک کر رہ گیا۔ آہ یہ دن بھی آنے تھے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

کمرہ نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ روشنی کا ذریعہ وہاں لگی پروجیکٹر سکرین بن رہی تھی۔ جس پر انگریزی حروف میں مارشل آرٹس لکھا جگمگا رہا تھا۔ اس کے سامنے ہی ملک بلیک تھری پیس سوٹ میں ڈیسک کے سامنے کھڑا تھا ایسے کہ دونوں کہنیاں ڈیسک پر تھیں۔ اس کے سامنے پہلی قطار میں مومن ابراہیم، مینیجر اور چند ایک اعلیٰ ماسٹرز بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جو مارشل آرٹس میں پور پور ڈوبے ہوئے تھے۔ جبکہ ان کے پیچھے اونچی ہوتی کرسیوں پر تمام سٹوڈینٹس براجمان تھے۔ آج ان کو مارشل آرٹس اور اس کی تعلیم سے آگاہ کیا جانا تھا۔ معمولی بات چیت کے بعد ملک آج کے لیکچر کی جانب بڑھا۔

"مارشل آرٹ کیا ہے۔؟" اس کی آواز پوری کلاس میں گونج رہی تھی۔

"مارشل آرٹ لڑائی کی ایک قدیم روایت ہے جو اپنے دفاع، مسابقت، جسمانی، ذہنی اور روحانی نشوونما کے لیے مشق کی جاتی ہے۔ مارشل آرٹس کا آغاز 3,000 سال پہلے سری لنکا میں ہوا، جو آہستہ آہستہ چین، ہندوستان، کوریا، مغرب اور امریکہ تک پھیل گیا۔ اور اب اس کا سلسلہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں بھی اپنایا جارہا ہے۔" بسمہ شارق نے توصیفی انداز میں آئبرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"مارشل آرٹس ہمیں اعتماد، ذہنی طاقت، ہمت، استقامت، کام کی اخلاقیات، عاجزی، ہمدردی، دیانتداری، مہربانی، احترام، عزت، نظم وضبط اور بہت کچھ سیکھاتا ہے۔ اس کی تربیت کے دوران میں پیدا ہونے والی دوستیاں اکثر زندگی میں کسی بھی چیز سے زیادہ حقیقی ہوتی ہیں۔ یہ آپ کو کسی بھی جگہ کسی بھی مقام پر فیضیاب کر سکتی ہیں۔ اب چلتے ہیں اس کی تعلیم کی جانب۔" ملک نے سکرین کی جانب اشارہ کیا۔ اور پھر پاس لگے وائٹ بورڈ پر چند الفاظ گھسیٹے۔

"ایج رسٹرکشنز۔ Age Restrictions۔ کیا مارشل آرٹس کے لیے عمر مختص کی گئی ہے۔ نہیں بالکل بھی نہیں۔ مارشل آرٹس کو نہ صرف بچوں اور نوعمروں بلکہ بڑوں اور بوڑھوں کے مردوں اور عورتوں کے لیے بھی حتمی خود دفاعی طریقہ کار کے طور پر جانا جاتا ہے۔ آج کل زیادہ تر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مارشل آرٹ صرف ایک قسم کا کھیل ہے۔ لیکن، جو بھی مارشل آرٹس سیکھتا ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ مارشل آرٹس صرف ایک قسم کے کھیل سے زائد ہے۔ اس کے فوائد جسمانی اور روحانی طور پر مثبت اثر کرتے ہیں۔" مومن ابراہیم نے آنکھوں کے اشارے سے اسے سراہا۔ باقی تمام نفوس چہرے پر سنجیدگی سجائے بیٹھے تھے۔ اور ملک بول رہا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"اب چلتے ہیں اس جانب کہ یہ کیسے اور کب مدد کرتا ہے۔ نمبر ایک۔ سیلف ڈیفنس۔ جس کا اردو معنی خود کا دفاع کرنے کے ہیں۔ یہ ایک جوابی اقدام ہوتا ہے جو آپ خود کو نقصان یا خطرے سے بچانے کے لیے کرتے ہیں۔ مارشل آرٹس آپ کو بہت کچھ سکھاتا ہے۔ اس کی تربیت سے آپ ایک مضبوط انسان بن جاتے ہیں۔ اس کی بنیاد ہی آپ کو چلنا سکھاتی ہے۔"

(وہ جینز کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے چلتا جا رہا تھا۔ بھوری اینٹوں سے بنی وہ گلی طویل تھی جس کے اختتام پر سٹریٹ لائٹس کی روشنی میں دمکتے سٹال نظر آ رہے تھے۔ جبکہ وہ جگہ اس کے برعکس تھی۔ وہاں ہر سو اندھیرا چھایا ہوا تھا جب اسے اپنے عقب سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ مڑا لیکن وہاں کسی کو نہ پا کر دوبارا آگے پلٹ کر دیکھا جب کسی نے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے چہرے پر وار کرنا چاہا۔ وہ ایک دم نیچے جھکا۔ مقابل کا وار چوک گیا اور اس نے اپنا گھٹنا زور سے اس کے پیٹ میں دے مارا۔ وہ جو کوئی بھی تھا۔ ایک ماہر کھلاڑی تھا۔ وہ سفید کا فتان پہنے ہوئے تھا جس کی کمر پر براؤن بیلٹ بندھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی ٹانگ گھما کر 'عبید باجوہ' کو مارنی چاہی لیکن اس سے پہلے وہ چھلانگ لگا کر اس پر حملہ آور ہو گیا۔ دو تین زور دار مکے مارنے کے بعد وہ اٹھا اور سامنے والے کو بھی اٹھانے لگا۔

"عبید باجوہ کے پاس آنے سے پہلے اپنے باپ سے لڑائی سیکھ کر آنا تھا۔" باجوہ نے اسے گردن سے دبوچ کر اسکے سر پر اپنے پیشانی دے ماری اور گرفت چھوڑنے پر وہ نیچے جا گرا۔ تو یہ تھا ان کا 'ٹاسک'۔

" باجوہ سے بچ کر رہو وہ تمہیں دنیا میں حشر دکھا دے گا۔" بڑبڑاہٹ جاری تھی اور وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا گلی کے اس حصے کی جانب جہاں روشنی تھی۔)

"مارشل آرٹس کا ایک ایک پہلو اہمیت کا حامل ہے۔ ہماری نوجوان نسل کو اس کی تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے فوائد کی فہرست طویل ہوتی ہے۔ یہ آپ کو جسمانی فٹنس اور ہم آہنگی فراہم کرتی ہے۔ اپنے دفاع کے لیے مہارت بخشتی ہے۔ انسان کے کردار کو پختہ کرتی ہے تو اس سب کے ساتھ ساتھ یہ ہمیں محنت اور جدوجہد کرنا سکھاتی ہے۔ مارشل آرٹس محض لڑائی سیکھنے کے طریقے نہیں ہیں یہ ایک طریقۂ حیات ہے۔ یاد رکھیں، مارشل آرٹس صرف جسمانی لڑائی نہیں؛ یہ ذہنی اور روحانی ترقی بھی دیتی ہے۔ آپ اپنی زندگی میں کوئی بھی مقام حاصل کر سکتے ہیں بڑی سے بڑی چیز پر آپ فاتح کی طرح قابض ہو سکتے ہیں۔"

(سورج اپنے جوبن پر نکل آیا تھا۔ اگر تم اسلام آباد کے اس پوش علاقے میں موجود سٹریٹ نمبر 44 میں بنے اس سبز بیلوں سے ڈھکے سیاہ گیٹ والے بنگلے کو دیکھو تو ایک لمحے کے لیے تمہاری آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ ایک سیاہ مرسیڈیز کے لیے لمبا اور لوہے کا مضبوط گیٹ کھلا اور وہ اندر داخل ہوئی۔ پتھر کی بنی روش سے ہو کر وہ ایک سوئمنگ پول کے قریب آکر رک گئی۔ شوفر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو شارق کبیر نے اپنا پاؤں باہر نکالا۔

"سر میم آپ سے ملنے آئی ہیں۔" ایک ہاتھ باندھے کھڑی ملازمہ نے آگے بڑھ کر اطلاع دی۔ وہ سیاہ گلاسز اتار کر ہاتھ میں پکڑے گھر کے اندرونی حصے کی جانب بڑھے۔

"ویلکم ہوم مائے ڈاٹر۔" وہ بانہیں پھیلائے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ بسمہ شارق نے نخوت سے منہ موڑ لیا۔ وہ قہقہہ لگاتے کوٹ کا سامنے والا بٹن کھول کر کروفر سے سفید صوفے پر براجمان ہوئے۔

"اتنی صبح صبح کہاں گئے تھے آپ؟" وہ سینے پر بازو باندھے کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

" یونوناں میری کچھ ایکٹیوٹیز بھی ہوتی ہیں۔" وہ ہلکی مسکان چہرے پر سجائے ہوئے تھے۔

"یا میں یوں کہوں کہ ساری رات کی ایکٹیوٹیز کے بعد اب آپ کو فرصت ملی ہے گھر آنے کی۔؟"شارق کبیر نے تنبیہ نگاہوں سے اسے مزید کچھ بھی کہنے سے روکا۔

" کیوں آئی ہو تم یہاں ہے؟"وہ دائیں ہاتھ کی ایک انگلی سے کنپٹی سہلا رہے تھے۔

"اپنا حق لینے آئی ہوں۔" وہ دوبدو بولی۔

"کیسا حق؟" انہوں نے سوال داغا۔بسمہ نے چند کاغذات ان کے سامنے رکھے۔انہوں نے سرسری نگاہ ڈالنی چاہی لیکن نظروں نے ہٹنے سے انکار کر دیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"یہ تمہیں کہاں سے ملے؟" اپنی ہی آواز کھائی سے آتی معلوم ہوئی۔

"کہاں اور کیسے کو چھوڑیں جلدی سے اس پر دستخط کریں مجھے جانا بھی ہے۔" اس نے ایک پین نکال کر ان کے سامنے کیا۔

"یہ میری سلطنت ہے بسمہ۔میں کنگال ہو جاؤں گا۔تم ایسا کیسے کر سکتی ہو۔میں باپ ہوں تمہارا۔"

"باپ نام کے لفظ سے بھی نفرت ہے مجھے۔اور یہ آپ کی حرام کی جائیداد کے کاغذات نہیں بلکہ میری ماں کی حلال کی پراپرٹی کے پیپرز ہیں دستخط کریں جلدی ورنہ کورٹ ویسے بھی مجھ پر مہربان ہے۔" اس کی بات پر وہ لب بھینچے دستخط کرتے گئے۔

"ایک بات کہنا چاہوں گی کہ عورتوں کو استعمال کرنا چھوڑ دیں۔ ان کی بھی کوئی عزت ہوتی ہے۔ ان کی عزت کو پامال کرتے وقت آپ یہ بھول مت جایا کریں کہ آپ کی نسل میں فقط آپ کی بیٹی ہے۔" جانے سے پہلے وہ نپے تلے الفاظ ان کے گوش گزار کر گئی تھی۔ جو ان کو زہر سے بھی زیادہ زہریلے معلوم ہوئے تھے۔)

"مارشل آرٹس جیت یا ہار کا نام نہیں ہے یہ خود کو دریافت کرنے کا طریقہ ہے۔ یہ ہمیں چیلنجز کو قبول کرنے، رکاوٹوں کو عبور کرنے اور اپنے آپ کو بہتر بنانے کے طریقے بلا تفریق سکھاتے ہیں۔ ہمارے اس سینٹر کا مقصد ہی آپ کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے۔ آپ تمام لوگ اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئے ہوئے (یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر پر اسرار مسکراہٹ چھائی تھی) آپ کو مجبوری اور ضرورت یہاں کھینچ لائی تھی۔ اور اب آپ اس سینٹر کا حصہ اس کے رہنے والے ہیں۔ آپ کی پہچان ہی ایم۔ ایس مارشل آرٹس سے ہوتی ہے۔ پچھلے ایک لمبے عرصے سے آپ کی تعلیم جاری تھی جس میں بہت سے سٹوڈنٹس نے بعد ازاں شامل ہو کر اپنے ٹیلنٹ کو ابھارا۔ ہمارے سینٹر کا نام روشن کیا جس میں اہم کردار۔ سر مومن ابراہیم۔ سر جنید حامد اور ہمارے سابقہ سٹاف کا تھا۔"

(ان دونوں کو دبئی آئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ دبئی اپنے مشہور مقامات اور بے جا ساحلوں کی وجہ سے دنیا میں ٹاپ لسٹ پر آتا ہے۔ برج خلیفہ، دبئی مال، گہرے سوئمنگ پول اور اور لمبی ساحلی پٹیاں اسے مشہور ترین بناتی ہیں۔ جیا اور بالاج اس وقت دبئی مال میں تھے۔ یہ مال رقبے کے لحاظ سے دنیا کا دوسرا بڑا مال تھا۔ رات کا وقت تھا اور جو مزہ رات کو شاپنگ کرنے میں ہوتا ہے وہ دن میں کہاں۔ دبئی مال کی حدود میں داخل ہو تو آئی لو دبئی سفید بتیوں سے چمکتا ہوا نظر آئے گا۔ سامنے ہی برج خلیفہ اور آس پاس کی بلند و بالا

عمارات نظر آتی ہیں۔وہ دونوں اس وقت مال کے اندر کھڑے تھے۔بہت وقت گزر چکا تھا لیکن جیا واپسی کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"جیا بس پلیز میں بہت تھک چکا ہوں۔" وہ ایسا بہت بار کہہ چکا تھا لیکن بے سود۔

"بالاج ابھی تو ہم آئے ہیں یہاں۔کچھ دیر مزید پلیز۔" وہ ڈھیٹ بنت ڈھیٹ تھی جو واپسی کا نام نہیں لے رہی تھی۔بالاج کے دونوں ہاتھوں میں شاپنگ بیگز تھے جس میں ان کی شاپنگ کے ساتھ ساتھ گھر والوں کے لیے بھی تحفہ تحائف تھے۔جیا مزید آگے چلتی جا رہی تھی۔اور پھر ایک دم وہ مبہوت رہ گئی۔سامنے ہی دبئی مال میں موجود قابلِ دید واٹر فال (آبشار) تھا۔جیا نے سر اٹھایا وہ لاتعداد فلورز سے نیچے کی جانب چلتا آبشار دیکھنے والے کو ایک پل کے لیے اپنے سحر میں جکڑ لیتا تھا۔اور پھر جیا کا ایک طویل فوٹو شوٹ والا مرحلہ شروع ہوا۔وہ جیسے جیسے آگے بڑھتی جاتی نئی سے نئی شے اسے حیران کر رہی تھی۔کیا ایکویریم،کیا خوبصورتی ہر شے اپنی امارت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔دبئی مال کے باہر ایک سمندر بھی تھا۔نیلے پانی کا سمندر۔جیا کا شاید آج واپس جانے کا ارادہ نہیں تھا۔)

"آپ کی طاقت کو اُجاگر کرنے کے لیے ہم نے ٹاسک ریڈی کیے ہیں۔جس میں آپ اپنی سیکھی ہوئی صلاحیتوں کا استعمال کر کے خود کو منظر عام پر لائیں گے۔ان ٹاسکس میں کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہو گی۔مقابلہ بر حق ہے جو آپ کو کرنا ہو گا۔اور اگر اس دوران آپ میں سے کسی کو کچھ بھی ہو جائے تو سینٹر اس سب کا زمہ دار نہیں ہو گا۔ایسی صورتحال میں آپ فوراً سے پیشتر اس ڈپارٹمنٹ کے سب ہیڈ اور کوچ مومن ابراہیم اور مینیجر جنید کو کال کریں گے۔جیسے کہ آپ کو فوری طبی امداد کی سکلز دی گئی ہیں

لہذا یہ سب بھی آپ کے لیے مشکل نہیں ہو گا۔"اس کی آواز گونج رہی تھی تھی۔کلاس میں پن ڈراپ سائلنس چھایا ہوا تھا۔

(وہ اور فریال ساجد ایک پارک میں بیٹھی ہوئی تھیں۔پتھر کی بنی اس جھونپڑی تلے ٹھنڈی چھایا اور ہوا کے جھونکے گرمی کے موسم کو معتدل کر رہے تھے۔ہوا ان کے چہروں پر سے بالوں کو ہٹاتی پیچھے کی جانب لہرا رہی تھی۔کچھ غیر معمولی سا محسوس ہونے پر بسمہ نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ سر نے کوئی ٹاسک دیا ہو گا ہمیں۔بلکہ میرے خیال میں اصل بات یہ ہے کہ وہ ہم سے اکتا گئے ہیں اس لیے ہمیں بریک دی ہے۔"فریال ساجد اپنے سامنے بیٹھی بسمہ شارق سے خیالات کا اظہار کر رہی تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا ہمیں چوکنا رہنا ہو گا۔کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"بسمہ کی تیز نگاہیں دور جھاڑیوں میں اٹکی ہوئی تھیں۔

"بالکل ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔جیسے کہ تمہاری سر مومن سے بے عزتی بھی ہو سکتی ہے۔"بسمہ نے کڑی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"بہت فضول بولنے لگی ہو تم۔"بسمہ نے اسے لتاڑا۔

"ویسے یار ایک بات ہے سر مومن ناں ایک دم آئیڈیل قسم کے بندے ہیں۔میرا مطلب۔۔۔بسمہ۔!!"بات کرتی فریال کی آنکھیں ایک دم سے پھٹ گئیں۔وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی چیخ اٹھی تھی۔فریال کی آواز پر اس سے پہلے بسمہ سنبھل پاتی کسی نے بے دردی سے اسے گردن سے دبوچا

تھا۔اس شخص کے دونوں ہاتھ اس کی گردن پر اپنی گرفت مضبوط کیے جارہے تھے۔اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔گرفت مضبوط ہوتی جارہی تھی جس کے ساتھ ہی بسمہ خود کو موت کی راہ پر گامزن پارہی تھی۔

"فف۔فر۔یا۔ل۔؟"بامشکل آنکھیں کھول کر اس نے سامنے دیکھا۔فریال وہاں موجود نہیں تھی۔بلکہ وہ نیچے زمین پر بے ہوش اور بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔بسمہ کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اس شخص کی گرفت کو اپنی گردن سے ہٹانے کی کوشش کررہی تھی۔

"آپ دونوں میں سے کسی ایک کی موت یقینی ہو گی۔"

بسمہ نے دیکھا فریال کے وجود میں جنبش نہ ہونے کے برابر تھی۔اس کے دماغ کی شریانیں پھٹنے لگیں۔اس نے اپنی کہنی مقابل کے پیٹ میں دے ماری۔گرفت زرا ہلکی ہوئی تھی۔بسمہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی پشت اپنی آنکھوں کے سامنے کی اور اسے اپنی گردن کی جانب لے جاتے وہ ایک دم گھومی گئی اس کے ہاتھوں کی ضرب کی بدولت وہ مقابل کی گرفت سے رہا ہوئی تھی۔اپنی ایک ٹانگ اس نے گھما کر مقابل کے منہ پر ماری اور دوسری ٹانگ سے اس کے سینے پر ضرب لگاتے پیچھے دھکا دیا۔وہ لڑھکتا ہوا تین سیڑھیوں سے نیچے جاگرا۔اس کی حالت بری ہوچکی تھی۔وہ بھاگ کر فریال کے قریب آئی اور اسے آواز دینے کی کوشش کی لیکن۔۔ حلق جامد تھا یوں جیسے کسی نے الفاظ کے آگے پل باندھ رکھے ہوں۔اس نے فریال کی نبض چیک کی۔وہ محسوس نہیں کرپائی کہ وہ چل رہی ہے یا نہیں۔

"ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" آنسو بسمہ کے گال بھگونے لگے۔ اس نے فریال کا گال تھپتھپایا لیکن وہ نہیں اٹھی۔ اب وہ کپکپاتے ہاتھوں سے ایک نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ دوسری جانب گھنٹی جا رہی تھی۔)

"جو سٹوڈینٹس اس ٹاسک کو پورا کریں گے انہیں بیسٹ اچیورز کا ایوارڈ دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ مارشل آرٹس میں، آپ اپنی ترقی اور تربیت کے خود ذمہ دار ہیں، لیکن آپ ایک بڑی کمیونٹی کا حصہ بھی ہیں۔ جو آپ کو معاون ماحول دیتی ہے جہاں ہر کوئی اپنے اپنے مقاصد کے لیے کام کر رہا ہے، بلکہ ایک دوسرے کو خوش کر رہا ہے۔ آپ اس قابل ہیں کہ اپنی قابلیت کا لوہا منوا سکیں۔"

(مومن برق رفتار سے ہاسپٹل پہنچا تھا۔ کاریڈورز میں اسے ڈھونڈتے وہ ایک راہداری میں آکر تھم گیا۔ سامنے ہی بسمہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ "تم ٹھیک ہو۔؟" اس نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ بسمہ نے چونک کر سر اٹھایا۔ مومن کو دیکھ کر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور اندر آئی سی یو کی جانب اشارہ کیا۔

"کیا ہوا اسے؟ کوئی انجری Injury؟"

"نرویس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔ وہ شدید گھبرا گئی تھی۔" بسمہ نے اطلاع دی۔ مومن نے آئی سی یو کی جانب دیکھا۔ وہ ان سٹوڈنٹس میں تھی جن کا ریفلیکس ایکشن کام نہیں کرتا وہ یا تو خاموش رہتے ہیں یا اگلے ہی پل کسی سانحے سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

"تم پریشان مت ہو وہ ٹھیک ہو جائے گی۔۔ سسٹر۔" مومن نے پاس سے گزرتی نرس کو مخاطب کیا۔ وہ ان کی جانب چلی آئی۔

" کوئی آئنمنٹ لگا دیں آپ اسے۔" وہ بسمہ کی گردن کی جانب اشارہ کر رہا تھا جہاں سرخ رنگ کی خراشیں نظر آ رہی تھیں۔ وہ چپ چاپ نرس کے ساتھ چلی گئی۔ مومن نے ملک کو اطلاع کرنے کی خاطر اپنا فون جیب سے نکالا۔)

"آپ سب کی ٹریننگ ایک محدود وقت تک کی ہے جس کے بعد آپ تمام لوگ قابل بن کر اس سینٹر سے نکلیں گے۔ جو لوگ اپنے بل بوتے پر رہنا چاہتے ہیں وہ رہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جو خطرے سے دوچار یا اپنے دوش پر کچھ نہیں کر سکتے انہیں یہ سینٹر ہیون مہیا کرتا ہے۔"

(ساحلِ سمندر کی وہ پٹی دبئی کے شمال مشرقی سمت میں موجود تھی۔ الممزر کا وہ ساحل سیاحوں کے لیے کشش کا باعث بنتا تھا۔ سہ پہر چھٹ رہی تھی وقت رفتار پکڑے شام کی جانب رواں دواں تھا۔ ایسے میں اگر تم دیکھو تو اس لمبی ساحلی پٹی کے ایک طرف تمہیں خوبصورت سی جگہ بنی نظر آئے گی۔ وہ خطہ چوکور ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ اس کے نیچے ہی دو کرسیاں اور ایک میز لگی ہوئی تھی جس پر اس وقت جیا اور بالاج بیٹھے ہوئے تھے۔ آس پاس دوسرے سیاح بھی موجود تھے تو کوئی اپنے دن کو بہتر بنانے یہاں آیا ہوا تھا۔

"تو یہ تھا آپ کا سرپرائز جس کے لیے مجھے یہاں بلایا آپ نے۔" جیا نے داد دیتی نگاہوں سے آس پاس دیکھ کر کہا۔ وہ اس وقت سرخ رنگ کی فراک میں ملبوس تھی۔ جو کلائیوں اور دامن سے سنہری آرائش سے آراستہ تھی۔ بال کرل کر کے ایک جانب ڈال رکھے تھے۔

"جی ہاں۔ اب اپنی مسز کے لیے اتنا تو کر ہی سکتا ہوں ناں۔" بالاج نے چھری اور کانٹے کی مدد سے پلیٹ میں موجود کھانے کا لقمہ توڑ کر جیا کی جانب بڑھایا۔ وہ آف وائٹ سوٹ پہنے ہوئے تھا۔

"میرے جیسے شوہر ہوتے ہیں جو بیوی کے منہ سے دو لفظ محبت کے سننے کو ترس جاتے ہیں۔" بالاج افسوس سے کہہ رہا تھا۔ جیا نے لب دبائے۔

"محبت میں دو نہیں چار لفظ ہوتے ہیں۔" جیا نے اپنی کہی بات پر فرضی کالر جھاڑے۔ بالاج نے تاسف سے سر جھٹکا۔ جیا کچھ دیر سوچ بچار کے بعد بولنے لگی۔

"آپ جانتے ہیں میں نے بچپن سے آپ کا وہ روڈ اور غصے والا روپ دیکھا تھا۔ آپ ہمیشہ مجھ سے بنا م کی بات چیت کیا کرتے تھے۔ آپ کی روک ٹوک سے بعض اوقات میں اکتا جاتی تھی لیکن پھر آپ کی وہی روک ٹوک ایک محافظ کا روپ دھارنے لگی۔ آپ کا حوالہ مجھے معتبر کر دیا کرتا تھا۔ آپ نے کبھی مجھے تنہا نہیں رہنے دیا۔ غصے والے سہی لیکن کبھی غیروں جیسا سلوک نہیں کیا۔ پھر میرے جذبات بدلنے لگے میں نہیں جانتی تھی محبت کیا ہوتی ہے(آنکھوں کے سامنے وہاج ملک کا چہرہ چھا گیا) لیکن آپ نے مجھے محبت کرنا سکھایا ہے۔ مجھے ہمیشہ آپ کی اٹینشن گین کرنا اچھا لگتا تھا چاہے پھر چاہے آپ مجھے ڈانٹ ہی کیوں نہ دیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ مجھے آپ سے ہمیشہ ایک نئے سرے سے محبت ہوئی ہے۔" جیا کسی جادوئی لمحے کی قید میں مقید بول رہی تھی۔

"اس سب کو تم ان تین الفاظ میں بھی سمیٹ سکتی تھی جسے سننے کی چاہ مجھے ازل سے ہے۔" بالاج کی بات پر اس نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"آپ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ آپ سے اظہارِ محبت کیا جائے۔" سرخ و سپید رنگت میں غصے سے سرخیاں گھلنے لگیں۔

اگلے چند لمحات میں وہ دونوں ساحل کنارے چہل قدمی کرتے نظر آرہے تھے۔ پانی آتا اور ان کے پیروں کو چھو کر چلا جاتا۔ جیا کو یہ سب بہت حسین لگ رہا تھا۔ انہیں یہاں آئے ہوئے یہ تیسرا ہفتہ تھا۔)

"جی ہاں 'ہیوَن Haven ایک پناہ گاہ۔ جہاں آپ میں سے کوئی بھی جا سکتا ہے۔ یہ ہیونز آپ کو پاکستان میں دستیاب نہیں ملیں گی بلکہ لندن، کینیڈا، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ جیسے ممالک میں دی جائیں گی۔ یہ سینٹر محض ایک مارشل آرٹس ٹریننگ سینٹر نہیں ہے۔ یہ ایم ایس ٹریننگ سینٹر ہے۔" وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہوا تھا۔

"آپ کے ذہن میں اس وقت بہت سے سوالات چل رہے ہوں گے۔ اس کے لیے آپ اپنے تمام سوالات اس نوٹ پیڈ پر لکھ سکتے ہیں۔ جن کا جواب جلد ہی آپ کو مل جائے گا۔" مومن ابراہیم نے ایک نوٹ پیڈ تمام سٹوڈینٹس کی جانب بڑھایا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"اس سینٹر کے اصول آپ سب پر لاگو ہوتے ہیں۔ ان کی پیروی کرنا آپ پر فرض ہے۔ مارشل آرٹس ایک کھیل ہے جس کے اصول آپ کو سیکھنے ہونگے اور پھر اس سے بہتر کر کے دکھانا ہو گا۔ یہاں سے ہر سال سو کے قریب سٹوڈنٹس بلیک بیلٹس یا مارشل آرٹس کے کارندے بن کر نکلتے ہیں امید ہے آپ کا بھی یہ سال خوشگوار گزرے گا۔ شکریہ۔" اور پھر وہ وہاں سے ہٹ گیا۔ اس کے پیچھے تمام سٹوڈنٹس نے ہوٹنگ شروع کی تھی۔

رات کے سیاہ آسمان پر ستاروں کا تھال بچھ گیا تھا۔ سیاہ چادر پر مقیش کے موتیوں کا سا گمان ہونے لگا تھا۔ سکندر ہاؤس کی اوپری منزل میں بنے اس کمرے کی بتی روشن تھی۔

" مجھے سیاہ رنگ پہننے سے منع کیا ہے اور خود سیاہ پہن رہی ہیں محترمہ۔" بالاج نے اس کے پیچھے کھڑے ہوتے آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھ کر چوٹ کی۔ وہ جو دونوں گالوں پر بلش ان لگا رہی تھی مسکرا کر کٹ واپس رکھی۔

"آپ تو غالباً مجھ سے زیادہ خوبصورت ہیں ناں۔ تو سیاہ رنگ آپ پر ہی جچ سکتا ہے ہم پر کہاں۔" بالاج نے اپنی امڈ آنے والی مسکراہٹ ضبط کی۔

" " میری نظر سے دیکھو تو جانو کہ اس دنیا کا خوبصورت انسان کون ہے۔"وہ اس کا خوبصورت روپ آنکھوں میں سموئے بولا۔ جیا اٹھ کھڑی ہوئی۔

" چلیں ہمیں دیر ہو جائے گی ورنہ۔" وہ اب بیڈ پر بیٹھ کر ہیلز پہن رہی تھی۔ جو کافی لمبی تھیں۔ اس نے آج سے پہلے اتنی لمبی ہیلز نہیں پہنی تھیں۔

" اتنی اونچی ہیلز کیوں پہن رہی ہو۔؟ گر جاؤ گی۔" بالاج نے نتائج سے آگاہ کیا۔

" آپ کے ذرا فے جتنے قد کا مقابلہ کرنے کے لیے۔" بالاج نے حیرت سے اپنے سامنے سیاہ ٹخنوں کو چھوتی فراک میں ملبوس جیا بالاج سکندر کو دیکھا جو اب بھی اس کے قد سے ایک انچ کم تھی۔ وہ ہنس دیا۔ جیا بھی اس کے ساتھ ہنس دی۔

"تم نے چوڑیاں نہیں پہنیں۔؟" بالاج کو اچانک خیال آیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"آپ نے ہی منع کیا تھا۔" جیا کی بات پر بالاج نے حیرت سے آنکھیں کھولے اسے تکا جو منہ کے زاویے بگاڑے کانوں میں آویزے پہن رہی تھی۔

"میں نے کب منع کیا تھا۔؟" حیرت ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"کسی نے کہا تھا اسے میری چوڑیوں کی کھنک سے کوفت ہوتی ہے۔ ان کی آواز بری لگتی ہے" بالاج نے چونک کر جیا کو دیکھا وہ ماضی میں کہی گئی بات آج تک یاد رکھے ہوئے تھی۔ اور لفظ بہ لفظ اسے لوٹا رہی تھی۔ کاش وہ ماضی کو بدل سکتا۔

" دیوانہ ہو گیا تھا جو تم سے ایسا کہا۔ تمہاری ان چوڑیوں کی کھنک تو میرے کانوں میں کسی میٹھے سُر کی مانند رس گھولنے لگتی ہے۔ جو شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہے۔" بالاج کی بات پر جیا کا قہقہہ چھوٹ گیا۔ وہ بالی وڈ اور ہالی وڈ کے ہیروز کو بھی کراس کر گیا تھا۔

"اتنے چیزی (Cheesy) ڈائیلاگس کہاں سے سیکھ رہے ہیں؟" جیا نے استفسار کیا "محبت سب سکھا دیتی ہے۔" بالاج نے باکس سے سیاہ رنگ کی چوڑیاں نکالیں اور جیا کا ہاتھ پکڑ کر پہنانا شروع کیں۔

" تو آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟" جیا نے لب دبائے کہا۔ وجہ اسے زچ کرنا تھا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ٹھہری تھی۔

"نہیں میرا دماغ خراب ہے جو تم سے محبت کروں گا۔" بالاج نے چوڑیاں اسکے دونوں ہاتھوں میں پہنا کر ستائشی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ہزار عاشق دیکھے ہیں لیکن آپ کا مقام الگ ہے۔" جیانے انگلی سے بالاج کے سینے پر دستک دی۔ بالاج نے اپنی نظروں سے اس کا صدقہ اتارا تھا۔ دبئ سے واپسی پر منہا اور علی نے خاص طور پر بالاج اور جیا کو اپنے گھر دعوت پر مدعو کیا تھا۔ وہ دونوں دعوت پر جانے کے لیے تیار تھے۔ یہ دعوت صرف چار لوگوں کی تھی۔ منہا، علی، اور بالاج سکندر ان کے علاوہ اس میں کوئی بڑا اشریک نہ تھا۔

وہ اور انمول آج باہر نکلے تھے۔ دوپہر سے شام ہونے کو تھی لیکن ملک کی واپسی کی امید نہیں تھی۔ وہ مال میں بنی ایک راہداری میں چلی جارہی تھی جب اسے لگا کہ ملک اس کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ گھبرا کر پلٹی پیچھے ہی کچھ فاصلے پر وہ ایک لڑکی کے ہمراہ کھڑا تھا۔ لڑکی اپنی کوئی بات کہہ رہی تھی لیکن وہ مسکرا کر نفی میں سر ہلائے جارہا تھا۔ انمول کے تلووں پر لگی سر پر بجھی۔ وہ تیزی سے ان کے قریب آئی۔ ملک کو بازو سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔

" جی باجی کیا مسلہ ہے آپ کے ساتھ ؟" انمول نے اپنے سامنے کھڑی اس اکیس بائیس سالہ لڑکی سے کہا۔ وہ کبھی کسی سے بدلحاظی نہیں کیا کرتی تھی لیکن سامنے کھڑی وہ لڑکی اسے اپنی رقیب لگی۔

"باجی ؟؟" مخاطب لڑکی نے انمول کو سر تا پیر جانچا۔

"ہاں جی باجی۔ اگر باجی نہیں تو کیا دودھ پیتی بچی ہو۔ ؟" انمول نے طنزاً کہا۔

"آریو سیریس میں آپ سے بھی کوئی 10 سال چھوٹی ہونگی۔" وہ شاید اس کی بات کو دل پر لے گئی تھی۔ انمول نے ملک کی جانب دیکھا۔

" ایسی بات نہیں ہے بہن جی یہ بس آپ سے تین سال ہی بڑی ہو نگی۔ آآآ" ملک کی بات پر انمول نے زور سے اپنا فلیٹ ہیل والا پاؤں ملک کے جو گرز میں مقید پیروں پر مارا۔ وہ تلملا وہ ہو نہہ میں سر جھٹکتی آگے نکل گئی۔

"انمول رکیں انمول۔" وہ اس لڑکی سے معذرت کرتا انمول کے پیچھے بھاگا جو منہ پھلائے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

" یار ایسا بھی کیا ہو گیا وہ مجھ سے کسی شاپ کا پوچھ رہی تھی۔"انمول نے اس کی ایک نہ سنی۔

"تو تم سے ہی کیوں پوچھ رہی تھی ہزار مرد پھر رہے ہیں ان سے بھی تو پوچھ سکتی ہے ناں۔ اور تم بہت شوق ہے تمہیں اپنی یہ خوبصورت مسکراہٹ دوسروں کو دکھانے کا۔" وہ اس کے سامنے ٹھہر گئی-ملک نے سوالیہ نگاہوں سے اسے تکا۔ وہ زیرِ لب کچھ پڑھ رہی تھی اگلا لمحہ شدید حیران کن تھا وہ ایڑھیوں کے بل اوپر اٹھی اور ملک کے چہرے پر پھونک ماری۔

" یہ سب کیا تھا انمول۔"

" نظر بد سے بچنے کی بد دعا۔ کیا کروں لگ بھی تو اتنے حسین رہے ہو اگر کوئی جونک چمٹ گئی تو میرا کیا ہو گا۔"ملک نے لب دبائے۔

" اسے میں تعریف سمجھوں۔؟" وہ اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔

" عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔"ملک نے سر کے خم سے اپنی تعریف وصول کی تھی۔ اگلے چند لمحات میں وہ فوڈ کارٹ میں بیٹھے کھانا کھاتے دکھائی دے رہے تھے۔ غصہ، بغض و بغاوت کے ختم ہو جانے

پر جو خوشی ملتی ہے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ اس بات پر خوش تھی کہ اس کا بندہ اسے ایک ہزار مرتبہ بھی معاف کر سکتا تھا۔

وہ دونوں اس وقت تہہ خانے میں کھڑے تھے۔ جہانداد ملک کمر پر ہاتھ باندھے اپنے سامنے کھڑے ندیم کو سن رہے تھے۔ وہ انہیں اپنے منصوبے سے آگاہ کر رہا تھا۔ جہانداد ملک نے اثبات میں سر ہلاتے اس کی بات پر حامی بھری تھی۔

" ویسے آپ کو پتا چلا کہ شیر و کو کس نے مارا ہے ؟" ندیم نے ساری بات بتانے کے بعد سرسری سا اعتراف کیا۔

"نہیں لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ یہ کسی دشمن کا کام ہے جو مجھے جانتا نہیں۔ کسی نے سنائپر کی مدد سے گولی چلائی تھی۔ آس پاس کی سی سی ٹی فوٹیجز بھی اسے پکڑنے میں ناکام رہی ہیں۔" جہاندار ملک نے جانچتی نگاہوں سے اسے پرکھا۔ وہ سپاٹ تاثرات چہرے پر سجائے اپنے گن ہولڈر میں پسٹل ڈال رہا تھا۔

"اگر آپ کہیں تو میں کچھ مدد کروں آپ کی اس معاملے میں ؟" اس نے اوپر اوپر سے پوچھا۔ وجہ ان کی رائے معلوم کرنا تھا۔

" تمہیں جو کام دیا ہے فی الحال وہی کرو کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے۔" جہانداد ملک کے کہنے پر وہ ادب سے سر ہلاتا تہہ خانے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

ان کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا اور پھر ان کے فون پر کسی کی کال آنے لگی۔ انہوں نے فون کان سے لگایا۔ دوسری جانب سے کچھ کہا جانے لگا۔

"ہیلو سر۔ ایک اہم خبر ہے۔ ندیم دارا، دارا بیگ کا پوتا ہے۔" جہانداد ملک کی آنکھیں ہر نئے لفظ کے ساتھ کھلتی جا رہی تھیں۔ وہ انہیں اس کی تمام تو تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔

آج کی دنیا میں وفاداری، پیار اور محبت کچھ نہیں ہوتا سب دغا، نفرت اور دھوکہ ہوتا ہے۔ یہ انسان کو ڈس لیں تو وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ بے وفائی کا غم ہڈیوں میں بیٹھنے لگتا ہے تو انسان ناکارہ ہو جاتا ہے۔ وہ بھی رفتہ رفتہ ختم ہو رہے تھے۔ ان کی طاقت ختم ہوتی جا رہی تھی۔

"اتنی جلدی میں کہاں جا رہے ہو تم۔؟" انمول نے ملک کو باہر جاتا دیکھ کر پوچھا تھا۔

"ایک ضروری کام ہے آپ دروازہ اندر سے بند کر لیجئے گا۔" وہ ٹیبل سے کیز اٹھاتا اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا تھا۔ پیچھے انمول نے آکر دروازہ بند کر لیا تھا۔ ملک نیچے پارکنگ ایریا میں کھڑی ایک گرے رنگ کی ایک گاڑی کے قریب آیا۔

"ہیلو مومن۔" ملک نے گاڑی میں بیٹھ کر مومن کو کال لگائی۔

"جی بھائی۔ سب خیریت ہے نا۔؟" مومن نے چھوٹتے ہی استفسار کیا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے تم بتاؤ فریال کیسی ہے۔؟" ملک نے اگنیشن میں چابی گھمائی۔

" وہ ٹھیک ہے بھائی آج اسے ڈسچارج کر دیا جائے گا۔" ملک نے مومن کی بات پر گہری سانس خارج کی

۔

" اچھا سنو۔بسمہ شارق کو کسی کے بھی علم میں لائے بغیر غائب کر دو۔کسی کو بھی وہ اس زمین پر نظر نہ آئے۔"مومن نے حیرت سے فون کو گھورا۔

"میں کوئی جادوگر یا بچوں کو کرتب دکھانے والا نہیں ہوں جو میری ایک پھونک سے ہی وہ غائب ہو جائے گی۔"مومن نے توجیہہ پیش کی۔

"مومن میں سیریس ہوں اس وقت میں نے جیسا کہا ہے وہ کرو۔بسمہ شارق کی جان کو خطرہ ہے۔"ملک نے سختی سے اسے ٹوکا۔وہ پل میں سنجیدہ ہوا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"اسے کس سے خطرہ ہو سکتا ہے ہے۔؟"

" خطرہ اور مصیبتیں بتا کر نہیں آتیں۔اگلی صبح کا سورج طلوع ہونے سے قبل وہ مجھے کہیں بھی نظر نہ آئے

۔" ملک کی آواز میں بے بسی بھرا غصہ تھا۔

"بھائی۔۔؟" مومن نے اسے آواز دی۔اس کی آواز میں تنبیہہ تھی۔ملک نے دوانگلیوں سے ماتھا مسلا وہ مومن سے جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔

تہہ خانے میں موجود اس کمرے تک آؤ تو نیلی دیواریں ساکت آنکھوں سے صوفیہ ابراہیم کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ دروازے کے قریب کھڑی کھانس رہی تھیں۔ ان کے گلے میں کچھ اٹکنے لگا تھا۔ وہ دیوار پر ہاتھ رکھے دوہری ہوتی جارہی تھیں۔

" اللہ تمہیں غارت کرے جہانداد ملک۔ " ان کے لبوں پر لفظوں کی گردان تھی۔ ان کو لگ رہا تھا جیسے ابھی ملک الموت وارد ہو جائے گا اور وہ بد قسمتی کا ٹیگ ماتھے پر سجائے اس دنیا فانی سے رخصت ہو جائیں گی۔ قیدِ قفس سے رہائی ممکن نہیں ہوتی لیکن ایک شے انہیں رہائی دلوا سکتی تھی۔

'موت' جو اس دنیا کے جھمیلوں سے رہائی دلوا دے۔

کچھ دیر پہلے ہونے والی ندیم اور جہانداد ملک کے درمیان گفتگو وہ سن چکی تھیں۔

کھانسی کا دورا شدید تھا۔ اب ان میں بولنے کی سکت بھی باقی نہیں بچی تھی۔ تبھی نیلی دیواروں میں مقیم لوہے کا دروازہ کھلا اور نووارد نے اپنا قدم اندر رکھا۔ صوفیہ ابراہیم کی آنکھیں باہر سے آتی روشنی کے باعث چندھیا گئی تھیں۔

"مومن۔۔ میرے بیٹے۔" سرگوشی کی مانند الفاظ ان کے حلق سے نکلے تھے۔

سورج سکندر ہاؤس پر طلوع ہوا تو چڑیوں نے چہچہاتے ہوئے اپنے گھونسلوں سے باہر قدم رکھا۔ فجر گزر چکی تھی۔ جھٹپٹے کا وقت ہو رہا تھا۔ جیا کی آنکھ ایک برے خواب کے زیرِ اثر کھلی تھی۔ خواب وجدان ہوتے ہیں یہ ہمیں اشارہ دیتے ہیں، خبردار کرتے ہیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اب اس کی زندگی میں مزید کیا برا

ہونے والا تھا۔اس نے ایک نظر دوسری جانب پر سکون سوئے ہوئے بالاج کو دیکھا اور پھر وہ اٹھ کر باہر نکل آئی۔اندھیرا اچھٹ رہا تھا۔سورج کی پہلی کرنیں زمین پر پڑنے لگی تھیں۔وہ ننگے پاؤں لان کے نرم اور ٹھنڈے گھاس پر چہل قدمی کر رہی تھی۔دل عجیب بے چین سا ہو رہا تھا۔ثانیہ بیگم اور معید سکندر بھی یہاں نہیں تھے۔نائلہ جعفری کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے وہ لاہور گئے ہوئے تھے۔وہ کافی دیر وہاں گھاس پر چہل قدمی کرتی رہی۔صبح کا موسم اسے تازگی بخش رہا تھا۔

بسمہ شارق ہسپتال سے نکلی تھی۔وہ اس وقت سفید رنگ کی ہیلز پر سبز رنگ جاڈریس پہنے ہوئے تھی۔موبائل ٹون کی آواز پر اس نے موبائل سامنے کیا پھر میسج کھول کر دیکھا۔

" آپ اس وقت جہاں بھی ہیں فوراً سے سینٹر پہنچے۔آپ کے ارد گرد خطرہ ہے۔"بسمہ نے میسج پڑھتے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔وہ سڑک کے بیچ و بیچ آچکی تھی۔لیکن وہاں تو کوئی ٹریفک کوئی گاڑی نہ تھی جس سے اس کو خطرہ ہوتا۔صرف ہاسپٹل کے پارکنگ ایریا میں لوگوں کا رش تھا۔وہ میسج پڑھتے پڑھتے سڑک کے درمیان میں نکل آئی تھی۔اس نے میسج واپس بھیجنے کے لیے سر موبائل سکرین پر جھکایا۔جب کوئی گاڑی تیزی سے اس کی جانب آئی تھی۔دو سیکنڈ لگے تھے اور پھر سڑک پر سرخ سیال بہتا سیاہ تارکول کی سڑک کو بھگونے لگا۔سفید ہیلز پل میں سرخ ہوئی تھیں اور تبھی کوئی شخص اس کی جانب بڑھتے لوگوں کے رش کو چیرتا آگے آیا تھا۔وہ سفید شرٹ پہنے نیلی جینز میں ملبوس تھا۔

فون کی تیز گھنٹی نے اسے گہری نیند سے بیدار کیا۔ نیند میں خلل ڈالنے کے لیے چھے سات میسجز ایک ساتھ وصول ہوئے تھے شاید۔ وہ آنکھیں مسلتا کسلمندی سے اٹھ بیٹھا۔ سائیڈ ٹیبل سے ہاتھ بڑھا کر موبائل پکڑا اور سکرین روشن کی۔ چند پل کے لیے آنکھیں چندھیا گئی تھیں لیکن پھر سب ٹھیک ہو گیا۔ آنکھ کے سامنے کا منظر ایک دم شفاف تھا۔ اس نے واٹس ایپ پر کسی نئی چیٹ سے آئے میسجز کو کھولا۔ دھندھلی ہوئی وہ کوئی تصاویر تھیں۔ انہوں نے ڈاؤنلوڈ ہونے میں وقت لیا۔ ایک دو تین چار پانچ سیکنڈ اور پھر وہ تصاویر واضح ہوئیں۔ بالاج جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھا۔ آنکھیں مسلیں۔ اور دوبارہ سکرین کو دیکھا۔ یقین کرنا مشکل تھا کہ وہ تصاویر جیا بالاج سکندر کی تھیں۔ بالاج کے جبڑے بھینچ گئے۔ دماغ سن ہونے لگا۔ نیچے ایک پیغام جگمگا رہا تھا۔

"بالاج سکندر۔ وہ بندہ جو کسی دوسرے شخص کی اترن برداشت نہیں کرتا وہ ایک بدکردار اور کسی دوسرے کی چھوڑی ہوئی لڑکی کو کیسے اپنے زندگی میں برداشت کر سکتا ہے۔"

"کون ہو تم۔؟" بالاج کا بس نہیں چل رہا تھا۔ اس شخص کو اپنے سامنے لا کھڑا کرتا۔ میسج جیسے واپس بھیجا آگے سے سین ہونے کے بعد بھی کوئی ریپلائے نہیں آیا تھا۔

بالاج کے دماغ کی رگیں پھولنے لگیں۔ سر بھاری ہونے لگا۔ اس نے اسی نمبر پر کال ملائی لیکن بے سود۔ وہ برق رفتار کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔ اس کی نظر دوسری جانب جیا کے خالی بستر پر گئی۔ کہاں تھی وہ؟ پہلا سوال جو اس کے ذہن میں اٹھا تھا۔

"جیا۔ جیا۔ جیا۔" وہ اونچی آواز میں اسے آوازیں دیتا کمرے سے باہر نکلا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

جیا سیڑھیاں چڑھتی اوپر آرہی تھی۔ گھبرا کر بالاج کی جانب دیکھا۔

"کیا ہوا بالاج آپ۔۔۔؟" بالاج نے اسے بازو سے تھام کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔

"بالاج چھوڑیں مجھے۔" اسکے بازو میں درد شروع ہوا تھا۔ بالاج کی جارحانہ گرفت بہت سخت تھی۔

" یہ سب کیا ہے جیا۔؟" بالاج نے موبائل کی روشن سکرین اس کی جانب کیا۔

"کیا۔؟"جیا نے سکرین کی جانب دیکھا۔ اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں ابل باہر آئی تھیں۔ چہرے پر خوف کا سمندر امڈ آیا۔ جیا نے ہراساں نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"یہ۔ یہ۔" آن کی آن آنسوؤں نے سیاہ نین کٹوروں کا احاطہ کیا تھا۔ وہ پلک جھپکنا بھول چکی تھی۔ وہ تصاویر اس کی اور وہاج کی تھیں۔ مسلہ وہ چہرے نہیں تھے بلکہ ان میں نظر آتے سین تھے۔ کہیں وہ وہاج کے بہت قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ کہیں وہ دونوں یونی کے کیفے ٹیریا میں تھے۔ ان تصاویر کو وہ جھٹلا سکتی تھی۔ لیکن ان سب کے ساتھ اس ہوٹل سوئیٹ کی تصاویر بھی تھیں۔ جو کچھ اس طرح لی گئی تھیں کہ دیکھنے والا ان پر اعتراض ضرور اٹھاتا۔ یہ کیا ہو رہا تھا۔

"کچھ تو بولو جیا۔ کہہ دو یہ سب جھوٹ ہے۔" بالاج کی آواز ابھری۔ مان ٹوٹ جانے کا غم موت کے مترادف ہوتا ہے۔ اس وقت بالاج کو بھی وہی خوف اپنے حصار میں لے رہا تھا۔

"ب۔ با۔ لاج۔ یہ۔ ایسا کچھ نہیں۔ ہے۔ یہ" اس کی زبان سے الفاظ نکلنے سے انکاری تھے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ہاں یاناں جیا سکندر؟" بالاج نے زور سے موبائل سامنے دیوار میں دے مارا۔ جیا سہم کر پیچھے ہٹی۔ بالاج کا ایک نیا روپ اس کے سامنے آشکار ہو رہا تھا۔

"ایسا نہیں ہے بالاج۔ یہ تصویریں جھوٹی ہیں۔" اس کی زبان اور آنکھیں ایک دُوجے کے خلاف تھیں۔

"جیا بالاج سکندر۔ ہاں یاناں۔" بالاج نے اسے دونوں کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"ہہ۔ہاں۔" جیا بامشکل بولنے کے قابل ہوئی تھی۔ بالاج کے کندھے ڈھلک گئے۔ آنکھوں میں بے یقینی سمٹ آئی۔ مرد اپنی عورت سے وفا کے سوا مانگتا ہی کیا ہے۔

"واہ جیا سکندر واہ۔" بالاج نے ایک دم اپنے ہاتھ پیچھے کر لیے۔

"لیکن یہ سب آدھا۔۔۔"

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"خاموش!!" بالاج کی دھاڑ پر وہ لب کاٹتی خاموش ہوئی۔

"کتنے مان سے میں نے کہا تھا کہ بالاج سکندر مرنا تو قبول کر سکتا ہے لیکن کسی دوسرے شخص کی اترن کبھی نہیں۔" اسے وہ دن یاد آیا۔ اسے حریم ناز یاد آئی تھی۔ اسے عالیہ جعفری یاد آئی تھی۔ ہاں عالیہ کے جذبات اس سے مخفی نہیں تھے۔ اور ایک اس کے سامنے کھڑی عورت تھی جسے اس نے دنیا کی لاکھوں لڑکیوں پر ترجیح دی تھی۔ وہ جسے اس نے ہاتھ کا چھالا بنایا تھا۔

"کیوں جیا سکندر کیوں؟" بالاج نے نفی میں سر ہلایا۔ جیا کا نیا روپ اس پر کھلا تھا۔

"اس بار بھی تم ہی کیوں جیا سکندر؟" بالاج کی آنکھ سے آنسو نکلا۔ جیا نے تڑپ کر اس کا ہاتھ تھامنا چاہا۔ لیکن وہ اسے کسی اچھوت کی مانند جھٹک کر دور ہوا تھا۔ جیا کے دل کو اچھو کا لگا۔

" با۔لاج۔" وہ رو رہی تھی تڑپ رہی تھی۔

" تو تم نے ثابت کر دیا جیا سکندر کہ تم ایک ملک کا ہی خون ہو۔ جس کی رگوں میں اپنوں سے دغا دوڑتی ہے۔ بے وفائی تو تمہارے خون میں شامل ہے۔ میں نے کیوں تم پر اعتبار کیا جیا سکندر کیوں۔" بالاج کی بات پر وہ دم بخود ساکت رہ گئی تھی۔ اسے یقین نہیں آیا کہ اسکے سامنے کھڑا شخص وہ ہی تھا جس نے چند ماہ قبل اس سے کہا تھا کہ وہ اس پر خود سے زیادہ یقین رکھتا ہے۔

گاڑی سنسان سڑک پر دوڑ رہی تھی اور پھر اس کی رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی۔ وہ فون کان سے لگائے ہوئے تھا۔ کال پر دوسری جانب مومن ابراہیم کی آواز گونج رہی تھی۔ ملک سب سے جھوٹ بول سکتا تھا لیکن مومن ابراہیم سے ہرگز نہیں۔

" بھائی اگر آپ پر ایک کھروچ بھی آئی تو میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔" ملک دھیمے سے مسکرا دیا۔

" فکر کیوں کرتے ہو میرے بھائی۔ وہ شخص میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔"

" پھر بھی میں بتائے دے رہا ہوں۔" مومن کی آواز میں فکر تھی۔ ملک اس کے لیے جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔

"تمہیں یاد ہے ناں وہاج ملک نے مجھے کیا کہا تھا۔؟" ملک کی بات پر مومن کا ذہن پیچھے کی جانب دوڑنے لگا۔

"میں اچھے سے جانتا ہوں کہ تم کون ہو۔ تمہارا میرے باپ سے کیا رشتہ ہے۔ تو سنو 'ملک' تم ماہیر سکندر ہو۔ صدف ملک کے بیٹے، میرے باپ کے بھانجے اور جیا سکندر کے سگے بھائی ہو تم۔ لیکن افسوس تمہارا یہ تعارف کسی کام کا نہیں۔"

"وہاج کے وہ الفاظ آج بھی مجھے یاد ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میرا تعارف میرے کسی کام کا نہیں وہ یہ نہیں جانتا کہ ماہیر سکندر کیا بلا ہے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ بہت خوبصورت تھی۔ اور اگر تم اس کا چہرہ دیکھو تو تمہیں جیا سکندر کا عکس نظر آئے گا۔

" میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں مومن۔" ملک کی نگاہیں ونڈو سکرین سے باہر ٹکی ہوئی تھیں۔ گاڑی کی رفتار ایک دم سے تیز ہوئی اور پھر۔۔

"ہیلو بھائی۔۔؟ بھائی آپ ٹھیک تو ہیں ناں" مومن کو دوسری جانب سے گاڑی کے ٹائروں کی بری طرح چرچرانے کی آواز سنائی دی۔ مومن کا دل کانپ کر رہ گیا۔ کیا واقعی اس کی زندگی میں خوشیاں اس سے روٹھ چکی تھیں جو ہر جان سے عزیز سے شخص کو وہ کھوتا چلا آ رہا تھا۔ اس کے ماتھے سے پسینہ ٹپکنے لگا۔

دن کے اجالے میں اپارٹمنٹ میں قدم رکھو تو کوئی بھی بتی تمہیں روشن نہیں نظر آئے گی۔ بھلا اجالوں میں بتیوں کا کیا کام۔؟

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

وہ جھاگ بناتی سنک میں پڑے برتنوں کو دھوئے جا رہی تھی۔ جب اس کا موبائل بزر ہوا۔ وہ دوپٹے سے ہاتھ خشک کرتی موبائل کے پاس آئی۔ مومن کے نام سے آتی کال پر اس نے لب بھینچے۔ پھر کسی سوچ کے تحت اس نے سبز بٹن دبا کر فون کان سے لگایا۔

"کیوں فون کیا ہے؟" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

" ہیلو انمول۔ بھائی پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ وہ اس وقت ہاسپٹل میں ہیں۔" مومن کے رندھے ہوئے لہجے پر اس کا ہاتھ بے ساختہ اپنے دل پر پڑا تھا۔ دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئی۔

"دعا کریں میری موت کی دعا کہ کاش میں مر جاؤں۔" انمول نے سسکیوں کا گلا گھونٹنے کی خاطر منہ پر ہاتھ رکھا۔ آنسو گال بھگونے لگے تھے۔

" کاش اس رات تم بھی مر جاتے ملک۔ پھر دعا کریں میری موت کی دعا کہ کاش میں مر جاؤں۔ کاش اس روز تم بھی مر جاتے۔" الفاظ و خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ آنسو گالوں پر بہہ رہے تھے اور وہ ساکت سی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے تو کبھی اسے بددعا نہیں دی تھی تو کیا اس دن بھولے سے کہی ہوئی بات عرش تک جا پہنچی تھی۔؟ وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

تاثیرِ عشقم

ازقلم مہک عارف

باب نمبر 6

ماضی:

قاسم ملک کی کل کائنات ان کی دونوں اولادیں تھیں۔ بڑے بیٹے جہانداد ملک اور دوسری چھوٹی بیٹی صدف ملک۔ قاسم ملک کا شمار لندن کے مشہور و معروف بزنس مینز میں ہوتا تھا۔ وہ انیس سو کی دہائی میں لندن شفٹ ہوئے تھے۔ جہانداد ملک اپنے الگ بزنس کے چکر میں ملک در ملک سیر کر رہے تھے جبکہ صدف ملک لندن کی مشہور یونیورسٹی کوین میری میں زیرِ تعلیم تھیں۔

"صدف بیٹے ٹیک یور بریک فاسٹ فرسٹ۔" اس کی ماں دردانہ نے اسے بغیر ناشتہ کیے یونی جانے پر ٹوکا تھا۔ وہ بائیس سالہ چلبلی لڑکی اب کہ ڈائننگ ہال میں بیٹھی خاموشی سے ناشتہ کر رہی تھی۔ اس کی آنکھیں سبز تھیں۔ کائی جیسی سبز۔

"ماں آئی گاٹ اٹ۔" وہ ناشتے سے ہاتھ جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنے باپ کی ایکسرا کرتی نگاہیں وہ خود پر محسوس کر چکی تھی۔

"بائے ماں۔ بائے بابا۔" وہ ان دونوں سے ملتی باہر روانہ ہوگئی۔

"اس پر نظر رکھو دردانہ کہیں لندن کی کھلی ہوا نہ لگ جائے۔" اب کہ ان کی نظریں اپنی بیوی پر تھیں۔

"ڈونٹ وری قاسم۔ بیٹی ہے ہماری اچھے سے جانتی ہے کس کے ساتھ منسوب ہے یہ۔ حدید قریشی۔ اس کا فیانسی۔ آپ بلاوجہ پریشان مت ہوں۔ وہ ہماری بیٹی ہے۔" انہوں نے قاسم ملک کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے گویا انہیں تسلی دی۔ لندن کا ماحول انہیں تو راس آگیا تھا لیکن وہ اپنی اولادوں کے لیے فکر مند تھے۔

یہ منظر مشہور زمانہ کوین میری یونیورسٹی آف لندن کا تھا۔ یہاں بیشتر ممالک سے طلباء ہائیر ایجوکیشن کے لیے تشریف لاتے تھے۔

"واجد آپ کب اپنی فیملی سے بات کریں گے۔؟" وہ دونوں یونیورسٹی کی عمارت کے سامنے بنے سر سبز قطعے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ منہ بسورے بول رہی تھی۔ آس پاس طلباء مختلف ٹولیاں بنائے بیٹھے تھے۔ ہر ٹولی کا ایک مخصوص نام تھا جبکہ وہ دونوں ان سب سے یکسر مختلف تھے۔

"صدف یونو میرے گھر والے پہلے ہی مجھ سے نالاں رہتے ہیں ایسے میں بھائی جان کی شادی سے پہلے میری شادی کی بات انہیں مزید مجھ سے نالاں کر دے گی۔ ٹرائی ٹو انڈرسٹینڈ۔ میں گھر والوں کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔" سیاہ آنکھوں والے واجد سکندر ولد گل زرین سکندر اپنی وجوہات پیش کر رہے تھے۔ صدف ان کی پہلی محبت تھیں۔ جس کی خاطر وہ اپنے گھر والوں کو منانے کی تگ و دو کر رہے تھے۔ واجد کی طرف سے بڑھایا جانے والا دوستی کا ہاتھ کب محبت میں بدل گیا اس بات سے صدف ملک انجان تھیں۔ ہوش تو تب آیا جب واجد کے لیے بدلتے جذبات پر نظر دوڑائی۔ ان پر ایک حقیقت آشکارا ہوئی تھی کہ

وہ واجد سکندر سے محبت کرنے لگی ہیں۔ ان دونوں کے تعلقات دوستانہ جبکہ احساسات ایک پاک رشتے کے لیے تھے۔

حال:

" تو تم نے ثابت کر دیا جیا سکندر کہ تم ایک ملک کا ہی خون ہو۔ جس کی رگوں میں اپنوں سے دغا دوڑتی ہے۔ بے وفائی تو تمہارے خون میں شامل ہے۔ میں نے کیوں تم پر اعتبار کیا جیا سکندر کیوں۔؟" بالاج کی بات پر وہ دم بخود ساکت رہ گئی تھی۔ اسے یقین نہیں آیا کہ اسکے سامنے کھڑا شخص وہ ہی تھا جس نے چند ماہ قبل اس سے کہا تھا کہ وہ اس پر خود سے زیادہ یقین رکھتا ہے۔ کیا یہ تھا اس کا یقین؟

"کون ہے یہ شخص؟ میں نے پوچھا نام کیا ہے اس کا۔؟" بالاج ایک مرتبہ پھر سے چیخا تھا۔ جیا کی زبان گنگ ہو گئی۔ اس نے ایک امید سے بالاج کی طرف دیکھا اگلے ہی لمحے اس کے بال بالاج کی سخت گرفت میں تھے۔ وہ کراہ کر رہ گئی۔

" بولو۔ جواب دو۔" وہ اس کے چہرے پر غرایا۔

"وہا۔ وہاج۔" وہ سختی سے آنکھیں میچ کر بولی تھی۔ سر کے پچھلے حصے میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اگلا مرحلہ صدمے کا تھا اسے جو لگا تھا کہ جیا بولے گی وہ صرف اس کی ہے اس سے محبت کرتی ہے یہ سب جھوٹ ہے۔ تو وہ غلط تھا۔ اور ہمیشہ ہماری خوش فہمی غلط فہمی ہی ہوتی ہے۔ بالاج نے نام سنتے ہی اس کے بالوں پر گرفت ہلکی کی۔ آنکھوں میں بے یقینی امڈ آئی۔

"چلی جاؤ جیا سکندر۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی انتہائی قدم اٹھالوں آئے سیڈ گو۔" وہ چاہ کر بھی خود پر قابو نہیں پا رہا تھا۔ اس کی دھاڑ سن کر بھی جیا وہیں کھڑی رہی۔ بالاج نے سرخ انگارا آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ کیسے اس کی محبت پر بے وفائی کا ٹھپہ لگا کر سکون سے کھڑی تھی۔

"میری نظروں سے دور ہو جاؤ جیا۔" اس کا لہجہ ہارا ہوا تھا۔ ایک سانس آرہی تھی تو دوسری باہر نکلنے سے انکاری تھی۔ عجیب کشمکش سی تھی۔

"بالاج۔ آپ پی۔ یقین کریں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ تصویر کا ایک رخ دیکھ کر میری محبت کو ذلیل نہیں کر سکتے۔" وہ چیخ اٹھی۔ آخر کب تک اس کی بے اعتباری کا بوجھ سہتی۔

"آواز نیچی رکھو جیا واجد سکندر۔" وہ اپنا نام اس کے اسم سے ہٹا گیا تھا۔ جیا کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ کیا اتنا ازراں تھا اس کے لیے جیا کے نام کے ساتھ اپنا حوالہ جوڑنا۔؟

اسے اپنی جگہ پر جمے دیکھ کر بالاج کا پارا ساتویں آسمان پر جا پہنچا۔ وہ اتنی ضدی کیوں بن رہی تھی کیا وہ بالاج کے غصے سے واقف نہیں تھی۔ اس نے جیا کو بازو سے دبوچا اور پھر ایک دو تین چار وہ تمام سیڑھیاں اترتا آیا وہ اس کے ساتھ ہی کھنچتی چلی آئی تھی۔۔ اور پھر اندرونی دروازہ کھول کر اسے باہر کی جانب دھکیل دیا۔ جیا گرتے گرتے بچی۔ سامنے مین گیٹ کے قریب کرسی ڈالے بیٹھا گارڈ واضح تھا۔ تو کیا آج کا دن اس کی زندگی میں ذلت لے کر آیا تھا۔

" بالاج میری بات سنیں ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ محض ایک غلطی تھی۔ مجھے اس سب کی اتنی بڑی سزا مت دیں بالاج۔ پلیز" وہ رو کر اس سے بھیک مانگ رہی تھی۔ دروازے پر ہتھیلیوں سے ضربیں لگا رہی تھیں

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

لیکن وہ ضرب بالاج سکندر کے دل پر لگی چوٹ کے سامنے صفر تھی۔اس کا دل ایک ہی چوٹ پر ٹوٹ گیا تھا۔دل ٹوٹ جائے تو پتا ہے کیا بنتا ہے۔؟وہ بکھر کر کانچ کی کرچیاں بن جاتا ہے جو تکلیف کا باعث تو بن سکتی ہیں لیکن کبھی جڑ نہیں سکتیں۔

"میرا ضبط مت آزماؤ جیا سکندر۔چلی جاؤ یہاں سے میں نے تمہیں اپنا غرور جانا لیکن تم نے مجھے ہی خاک کر دیا۔تم جیسی لڑکیوں کی جانب میں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔اور یہی میرا غرور تھا۔چلی جاؤ یہاں سے مجھے میری ہی نظروں میں مزید رسوامت کرو۔میرا مان توڑ کر بھی تم اپنے فعل کی معافی مانگ رہی ہو۔یہ بندہ تمہیں کس منہ سے معاف کرے۔؟"بالاج نے دروازے سے اپنی پشت ٹکائی جس کے پار جیا سکندر کے ہچکیوں میں رونے کی آواز آرہی تھی لیکن وہ اسے نہیں سن رہا تھا۔

"بالاج سکندر ایسی لڑکیوں پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتا۔"آہ یہ تکلیف دہ ماضی۔اپنے بیان پر وہ جی بھر کر شرمندہ ہوا تھا۔کتنا مان تھا ناں اسے خود پر؟

"بالاج سکندر مرنا تو قبول کر سکتا ہے لیکن کسی دوسرے شخص کی اترن کبھی نہیں۔" جیا نے ٹھیک بولا تھا اگر کبھی زندگی میں کسی دوسرے شخص کی اترن اس کے نصیب میں آئی تو۔تو وہ کیا کرے گا؟بالاج کی آنکھوں میں مرچیاں بھرنے لگیں۔سنہری آنکھوں میں تیرتے سرخ ڈورے دیکھنے والے کو خوف میں مبتلا کر رہے تھے۔

اپنے ہی الفاظوں کی بازگشت اسے دلی تکلیف دے رہی تھی لیکن وہ بے حس بنا کھڑا تھا۔الفاظ تھے یا کیا لیکن اس کی سماعتوں میں زہر بن کر اتر رہے تھے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اس کا مان ٹوٹا تھا۔ اعتبار کا خون ہوا تھا۔ یقین اور بھروسہ کبھی کسی پر نہ کرنے کے لائق رہ گئے تھے۔ وہ غرور وہ تکبر جو اسے خود پر تھا وہ اس کی سب سے عزیز ہستی نے ہی توڑ کر چکنا چور کر دیا تھا۔ اسے اس مرحلے سے نکلنے میں وقت درکار تھا۔

باہر سے ایک دم ہچکیوں کی آواز آنا بند ہوئی۔ بالاج سکندر کا دل زوروں سے سینے کی دیواروں میں سر پٹکنے لگا۔ اس کی ساکت پتلیوں نے حرکت کی۔ تیر کی تیزی سے بند دروازہ غیر مقفل کیا۔ سامنے کا منظر دیکھتے ہی اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہاں جیا سکندر تھی نہ جیا سکندر کا عکس۔ تکلیف کا کاری وار نئے سرے سے ہوا تھا۔

"واہ جیا سکندر تم نے میری یہ خوش فہمی بھی دور کر دی کہ بالاج سکندر کی تمہاری زندگی میں کیا اہمیت ہے۔ یہ دل ایک ہی شخص سے کتنی مرتبہ چوٹ کھائے۔؟" بدگمانیوں کا گراف بلند ہوتا جا رہا تھا۔

"تم خود اپنے پیروں پر چل کر گئی ہو جیا سکندر اب واپس بھی تمہیں انہی پیروں پر چل کر آنا ہو گا۔" غلط فہمیوں نے اس کے دل کا موسم ابر آلود کر دیا تھا۔

اس تاریک کمرے کا رخ کرو تو تمہیں اس کی چوکھٹ پر ایک ہیولہ کھڑا نظر آئے گا۔ مکمل سیاہ اور رات سا تاریک۔ اس کے اطراف سے روشنی چھن کر اندر جا رہی تھی۔ جہاں صوفیہ ابراہیم کھڑی تھیں۔ انہوں نے آنکھیں جھپک کر دوبارا کھولیں۔ سامنے کا منظر ان کی دید کا حصہ بنا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"تم۔ تم کیا کر رہے ہو یہاں۔؟" اپنے سامنے کھڑے ندیم دارا کو دیکھ وہ کانپ کر رہ گئیں۔ وہ شخص انہیں اذیت دینے میں برابر کا شریک تھا۔ لیکن وہ یہاں کیا لینے آیا تھا۔؟

" مجھے یہاں جہانداد ملک نے بھیجا ہے۔" اس کی آواز نرم تھی۔ لہجہ چاشنی میں ڈوبا ہوا۔ صوفیہ ابراہیم کی چھٹی حس بیدار ہوئی۔

"کیوں۔؟ مجھے مارنے یا زندہ در گور کرنے کو؟" وہ تیز آواز میں بولی تھیں۔ ندیم نے کمرے کی بتی جلائی۔ صوفیہ ابراہیم کمرے کے وسط میں کھڑی تھیں اس نے کمرہ کا دروازہ آہستہ سے بند کیا۔ صوفیہ ابراہیم کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ اپنے قدم پیچھے لیتی گئیں۔

"د۔ دد۔ دیکھو میرے پاس مت آنا تم۔ تم۔" ندیم کو اپنی جیب سے کچھ تلاشتے دیکھ کر وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ گئیں۔ وہ صوفیہ ابراہیم کی جانب آیا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھتی رہیں۔ نگاہ پھسلتی ہوئی اس کے دائیں ہاتھ میں موجود آلے کی جانب گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیچ کس تھا۔ چوڑے منہ والا پیچ کس۔

تو کیا یہ ان کی زندگی کا آخری دن تھا؟ ندیم آگے بڑھ رہا تھا جس کے ساتھ ہی وہ پیچھے کی جانب کھسکتی گئیں ۔ وہ ان کے قریب آ کر رک گیا۔ صوفیہ ابراہیم کے بائیں جانب بیڈ تھا۔ ندیم نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک ہی جست میں اس سنگل بیڈ کو کھڑا کر دیا۔ صوفیہ ابراہیم کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"حیرت ہے آپ مجھ سے ڈر رہی ہیں۔ فکر نہیں کریں میں آپ کے بیٹے ہی کی عمر کا ہوں۔ آپ میری ماں جیسی ہیں۔" پھر وہ نیچے جھکا اور وہاں موجود سفید ماربل کی دو ٹائلوں کے درمیان پیچ کس کی نوک پھنساتے اسے اوپر کی جانب حرکت دی۔ وہ چار فٹ کی ٹائل اندر سے کھوکھلی تھی۔ صوفیہ ابراہیم نے جھانک کر

Aesthetic Novels

دیکھا۔ ندیم نے ایک ٹارچ لائٹ روشن کر کے اس اندھیر اور تاریک جگہ پر ماری۔ وہاں نیچے کی جانب سیڑھیاں تھیں۔ اختتام پر اندھیرا تھا۔ کیا وہ جائے فرار تھی۔؟ لیکن ندیم ان کی مدد کیوں کر رہا تھا۔؟

ندیم نے صوفیہ ابراہیم کو اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھے گئیں۔ اس شخص پر اعتبار کرنا مشکل تھا۔ لیکن انہیں اعتبار کرنا تھا۔ آج جو ایک پل کے لیے موت کے خوف سے ان کا دل لرزا تھا وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اپنے بیٹے کی شکل و صورت دیکھے بنا ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں۔ وہ آگے بڑھی ۔انہوں نے اپنے قدم سیڑھیوں پر مضبوطی سے جماتے نیچے اتارے۔

"میں نہیں جانتی تم یہ سب کیوں کر رہے ہو۔ یقیناً اس کے پیچھے بھی تمہارا کوئی مقصد ہو گا۔ لیکن میں پھر بھی آنکھیں بند کر کے تم پر بھروسہ کر رہی ہوں۔" زینوں پر اندھیرے کی وجہ سے جھریوں زدہ چہرہ واضح نہ تھا۔ ندیم نے وہ ٹائل درست کرتے ان کی جانب دیکھا۔

"شش۔" اور پھر وہ آگے چل دیا۔ سیڑھیاں اتر کر اس تاریک راہداری میں رکھا جانے والا قدم دھپ کی آواز پیدا کر رہا تھا۔

"ایک تعمیر کو اس کے معمار سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا بالکل ویسے ہی جیسے کھانے کا ذائقہ صرف چکھنے والے کو معلوم ہوتا ہے۔" راہداری کافی لمبی تھی۔ ایک سرنگ کی طرح۔

"تم اپنے باپ کے برعکس ہو۔" یہ سوال تھا یا تبصرہ لیکن ان کی بات پر ندیم دارا کے قدم تھم گئے۔ ہر سو سناٹا چھاتا چلا گیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ہاں میں اپنے باپ کے برعکس ہوں کیونکہ میں دارا کا پوتا ہوں۔ اور رہی بات باپ کی تو اس نے اپنی گناہوں کی زندگی سے توبہ کر لی تھی۔ آپ نہیں کہہ سکتی وہ میرے برعکس ہے۔" وہ سر جھٹک کر آگے چل دیا۔ جانتا تھا صوفیہ ابراہیم کا گہرا دکھ اس کے باپ سے جڑا تھا۔

انہوں نے استہزایہ نظروں سے اسے دیکھا۔ ندیم دارا کے تعاقب میں رکھا جانے والا ہر قدم انہیں اس حویلی سے دور لے جاتا جا رہا تھا۔

اسلام آباد کی اس مصروف شاہراہ پر لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو رہا تھا۔ جس کی بدولت گاڑیوں کی آمدورفت میں بھی خلل پیدا ہو رہا تھا۔ سفید شرٹ اور نیلی جینز میں ملبوس وہ شخص اس رش کو چیرتا ہوا آگے آیا۔

اس نے سامنے زمین پر اوندھے منہ پڑے کراہتے ہوئے شخص کو دیکھا۔ یقیناً وہ شخص بسمہ شارق کو بچانے کی خاطر گاڑی کے سامنے آیا تھا۔ ایک سیاہ گاڑی دور جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ بسمہ شارق دھکا لگنے کے باعث سڑک پر ایک جانب گری تھی۔ یہ سڑک ہاسپٹل کی اوپن پارکنگ ایریا کے سامنے تھی۔ کہنیاں اور ہتھیلیاں تارکول کی سڑک پر لگنے کی وجہ سے زخمی ہو رہی تھیں۔ لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ زخمی کے ارد گرد لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا۔ کوئی افسوس کر رہا تھا اور کوئی اس سانحے کی وڈیو بنانے میں مصروف تھا۔ مدد کرنے کی کوشش کسی نے نہیں کی تھی۔ وہ غصے میں لوگوں کے درمیان سے گزرتی آگے آئی۔ سامنے پڑے وجود کو دیکھ کر وہ اپنی جگہ شل ہوئی تھی۔

Aesthetic Novels

"آپ سب لوگ تماشا کیا دیکھ رہے ہیں اسے ہسپتال لے کر جائیں پلیز۔" وہ گھٹنوں کے بل اس شخص کے قریب بیٹھی۔ بسمہ شارق کی بات پر نووارد نے اسے دیکھا وہ اس شخص کو کندھوں سے تھامے اس کا رخ پلٹا رہی تھی۔

"بسمہ۔" اپنے نام کی پکار پر اس نے سامنے دیکھا۔ وہاں مومن ابراہیم کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔

"مومن۔ پلیز اسے ہاسپٹل لے جاؤ۔ یہ زخمی ہے۔" بسمہ کی آنکھوں میں آنسو جگمگا رہے تھے۔ مومن نے ناپسندیدگی سے اس شخص کی جانب دیکھا جس کی وجہ سے وہ رو رہی تھی۔

"معمولی سی چوٹ آئی ہے اسے۔ اتنا نازک نہیں ہے یہ کہ یہیں کراہتا ہوا مر جائے گا۔" مومن کی بات پر بسمہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ کیا وہ سچ میں اتنا سنگدل تھا۔

"یو بلڈی۔ جسٹ گو فرام ہیئر۔" وہ چیخی اور زخمی کو سہارا دینے کی خاطر اس کو کمر سے تھامنا چاہا۔

"Stay Away From Him" مومن نے آگے بڑھ کر اس شخص کو کھڑا کیا۔ اس کا چہرہ خون سے تر تھا۔ آنکھیں تکلیف سے میچی ہوئی تھیں۔ لیکن سانسیں چل رہی تھیں۔

"اسے ہاسپٹل لے کر جاؤ۔"

"میں اس بلڈوزر کو اپنے نازک کندھوں پر اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتا سوری۔ اسٹریچر منگواؤ۔" مومن نے ناک سے مکھی اڑائی۔ تبھی دو میل نرس ایک اسٹریچر بھگاتے ہوئے وہاں آن پہنچے تھے غالباً لوگوں

نے یہ خدمت خلق انجام دی تھی۔بسمہ شارق تند نگاہوں سے مومن کو زخمی شخص کو اسٹریچر پر ڈالتے دیکھ رہی تھی۔

"تم جانتے ہو مرد ہو کر بھی تمہارے اندر عورتوں والی روح سرائیت کرتی ہے۔" زخمی کو ہسپتال کے اندر لے جایا جارہا تھا۔

"اور تم جانتی ہو تمہاری یہ زبان قینچی سے بھی زیادہ تیز چلتی ہے۔کسی ٹیلر سے کانٹیکٹ کرو کپڑا کاٹنے کے کام آئے گی۔یا پھر میرے پاس ایک نیا مشورہ بھی ہے۔" مومن نے جوشیلے انداز میں اپنا خیال بتایا۔بے تاثر چہرہ تمتما اٹھا تھا۔

"اپنے مشورے تم اپنے پاس رکھو۔مجھے کسی کے مشوروں کی ضرورت ہے نہ مدد کی۔شکریہ!"

"اچھا میں نے تو تمہارے ہی فائدے کی بات کی تھی۔بٹ ایز یو وش۔(لیکن جیسا تم چاہو)" وہ کندھے اچکاتا اس کے آگے چلنے لگا۔بسمہ نے سالم نگاہوں سے اس کی پشت کو گھورا۔

"کیا مشورہ ہے۔؟" وہ سرسری انداز میں کہہ رہی تھی۔مومن نے نچلا لب دبایا۔تو وہ یہ بات قبول کررہی تھی کہ اس کی زبان بہت تیز چلتی ہے۔

"میرا مشورہ ایک محدود مدت تک ہوتا ہے مدت ختم، مشورہ ختم۔" وہ تپی ہوئی کو مزید تپارہا تھا۔

"میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے سے پہلے مجھے بتادو ورنہ کچا چبا جاؤں گی۔"

Aesthetic Novels

"کیوں آدم خور ہو تم جو کچا چبا جاؤ گی۔؟" مومن آگ لگا رہا تھا۔اس کی باتیں جلتی پر تیل کا کام انجام دے رہی تھیں۔

"مومن ابراہیم۔" وہ دانت پیس کر تنبیہہ کرتی نظروں سے اسے وارن کر گئی۔

"اچھا سنو۔ جتنی تمہاری آواز خوبصورت ہے۔(بسمہ نے فرضی کالر جھاڑے) اور جتنی تمہاری زبان تیز چلتی ہے (اس نے آنکھیں گھمائیں) وہ سامنے سگنل دیکھ رہی ہو۔وہاں بیٹھ کر مانگنا شروع کر دو۔قسم سے جھولی بھر جائے گی تمہاری۔" مومن نے اندر کی جانب بڑھتے مڑ کر دور نظر آتے سگنل کی جانب اشارہ کیا۔بسمہ کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا تھا۔اس کے چہرے کے خونخوار تاثرات سے محفوظ ہوتا وہ ایک جانب کھسکا۔

"مومن ابراہیم میں تمہاری جان لے لوں گی۔" وہ چیل کی طرح پنجے جھاڑ کر اس پر جھپٹنے لگی تھی۔مومن نے اس کے حملے کو ناکام بناتے ہسپتال کے اندر کی جانب دوڑ لگائی تھی۔

مومن سے بات کرتا ملک تیز روی سے گاڑی چلا رہا تھا۔وہ دورویہ سڑک سنسان تھی۔صبح کا وقت تھا اور آج دن بھی اتوار کا تھا۔اتوار مطلب سارے کاروباری لوگوں کی چھٹی کا دن۔سڑک کے درمیان میں بنی فٹ پاتھ پر ہرے بھرے درخت لگے نظر آ رہے تھے۔تبھی کافی دور سے اسے گاڑی کی ونڈ سکرین سے اس فٹ پاتھ پر ایک لڑکی بیٹھی دکھائی دی۔ناجانے ایسا کیا تھا جو وہ لڑکی صبح کے اس وقت وہاں تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔فون کے سپیکر سے مومن ابراہیم کی آواز آ رہی تھی۔گاڑی اس لڑکی کے قریب سے گزری۔

ملک نے اس پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالی۔ ایسے ہی کوئی شک سا گزرا تھا۔ دل واہموں میں گھرا تھا لیکن گاڑی آگے بڑھتی گئی۔ اگلے ہی لمحے ٹائروں کی چڑچڑاہٹ کے ساتھ ملک نے گاڑی ریورس کی سانس سینے میں اٹک گیا اگر جو اس کا وہم سچ نکلا؟ ملک نے گاڑی اس لڑکی کے قریب روکی۔

گاڑی کے دروازے کی ٹھک کی آواز پر لڑکی نے چہرہ اٹھایا اور اپنے سامنے کھڑے اس مرد کو دیکھا۔

"جیا سکندر۔" ملک کے لبوں نے حرکت کی۔ جیا اپنی ہی جگہ ساکت ہوئی تھی۔ کیوں؟ وہ ہمیشہ اسے مفلسی کی حالت میں ہی کیوں ملتی تھی؟

"اینجل۔" ملک نے دیکھا اس کی آنکھیں رو رو کر حشر کا سامان کر رہی تھیں۔ سیاہ آنکھوں میں تیرتا پانی سمندر کی سیاہی لیے ہوئے تھا بالکل ایسے ہی جیسے ہیزل گرین آنکھیں کسی گمنام جنگل کا گمان دینے لگتی تھیں۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔؟" ملک نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"وو۔ وہ۔ میں۔ میں یہاں۔" جیا سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ کیا وہ اسے یہ بتاتی کہ اس کے شوہر نے اسے گھر سے دربدر کر دیا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ فٹ پاتھ پر بیٹھی رو رہی تھی۔ ملک نے کرب کی انتہا کو چھوتی جیا سکندر کا کندھا تھپکنا چاہا۔ اس کے چھونے سے جیسے جیا سکندر کو کرنٹ سا لگا تھا۔ وہ اچھل کر اس سے دور ہٹی۔ ملک نے ضبط سے لب بھینچے۔

"کوئی ایسی بات ضرور ہے جیا سکندر جو تمہیں اس فٹ پاتھ تک کھینچ لائی ہے۔" ملک اس کے ساتھ آ بیٹھا۔

"انہوں نے مجھ پر یقین نہیں کیا۔ایک بار بھی نہیں سوچا کہ مجھ پر کیا بیتے گی۔میں کہاں جاؤں گی انہیں زرہ برابر احساس نہیں ہوا۔"وہ ٹرانس کی کیفیت میں بولی تھی۔ساتھ بیٹھا وہ شخص اس کی اذیت کا ازالہ کرتا تھا۔وہ کیسے خاموش رہتی۔؟ملک کے دماغ نے دو جمع دو چار کرتے معاملے کی تہہ تک رسائی حاصل کی تھی۔

"فی الحال تمہارا یہاں بیٹھنا ٹھیک نہیں ہے۔یہ دنیا چیلوں اور کوؤں سے بھری پڑی ہے۔جو تمہیں نوچ کھائیں گے۔مشکل وقت اللہ کی طرف سے آزمائش ہے جیا۔بہادر بنو اور ڈٹ کر ان حالات سے نمٹنے کی کوشش کرو۔بنت حوا کمزور نہیں طاقتوروں پر بھاری ہے۔"جیا نے اس کی بات پر گالوں پر گرتے آنسو پونچھے۔

"ایسے ہی نوچ کھائیں گے کوئی شکار نہیں ہوں میں۔لاوارث ہی سہی لیکن اپنا گھر ہے میرے پاس۔گل زرین سکندر کی آدھی سے زیادہ پراپرٹی کی حقدار ہوں میں۔"وہ لمبی سانس لیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اکلوتی ہو۔؟"ملک نے داد دیتی نگاہوں سے استفسار کیا۔

"اکلوتی تھی نہیں اکلوتی ہوگئی ہوں۔"اس کے لہجے کا اداس پن ملک کا دل چھلنی کر گیا۔

"اب کہاں جاؤ گی۔؟"

"اپنی حویلی۔سکندر حویلی۔"اب کہ لہجے میں مغرور پن در آیا تھا۔

"میں ڈراپ کر دوں۔"ملک نے سنجیدہ انداز میں پیشکش کی۔جیا کشمکش میں گھری اس کی گاڑی کو دیکھنے لگی۔ایسے کیسے کسی اجنبی پر یقین کر جاتی۔لیکن کیا وہ اجنبی تھا؟

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ڈرومت۔ تم میری بہن ہو۔ اور یہ محافظ اپنی چلتی سانسوں تک تمہاری حفاظت کر سکتا ہے۔ تم مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہو۔" جیا اپنی جگہ چور سی ہوئی تھی۔

"بہن!" اس کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

"ہاں تم مجھے اپنا بھائی سمجھ کر بھروسہ کر سکتی ہو۔ کیا نہیں کر سکتی.؟" ملک نے استفہام کیا

"ای۔ ایسی بات نہیں ہے اینجل۔ میں تو بس آپ کو زحمت۔"

"اوہ کم آن جیا چلو بھی اب۔" ملک کی بات پر وہ گہری سانس ہوا کے سپرد کرتی گاڑی میں جا بیٹھی۔ سکندر حویلی وہی جگہ تھی جو جیا سکندر کو اسکیپ فراہم کرتی تھی۔ خیالوں میں گم جیا سکندر ملک کو ایڈریس بتانا بھول چکی تھی۔ ہوش تو تب آیا جب گاڑی ایک دم سے بریک لگنے پر رکی۔ جیا نے آس پاس دیکھا وہ سکندر حویلی کے سامنے تھی۔ وہ تمام خیالات جھٹکتی گاڑی سے اتر کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"حد ہے بندہ جھوٹے منہ اتنی گرمی میں پانی ہی پوچھ لیتا ہے۔" اپنی گاڑی ریورس کرتا ملک منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تھا۔

ماضی:

"ہائے جہانداد ملک واٹ آ پلیزینٹ سرپرائز۔" ایک پچیس چھبیس سالہ لڑکی اس کے قریب صوفے پر آ بیٹھی تھی۔ وہ اس وقت ایک کلب میں بیٹھا ہوا تھا۔ جہانداد ملک نے بیزاری سے اس لڑکی کو خود سے دور

کرتے موبائل پر نظریں جھکائیں۔ وہاں چلتی ریکارڈنگ ان کے چودہ طبق روشن کر رہی تھی۔ اگلے چند لمحات میں وہ اس لڑکی کی جانب پشت کیے کھڑا جھنجھلاہٹ سے کسی سے بات کر رہا تھا۔

"مام آئی سوئیر۔ میں صدف کے ساتھ بہت برا پیش آؤں گا اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئی تو۔ وہ اس دو ٹکے کے لڑکے کے ساتھ اپنے عشق کی داستانیں رقم کر رہی ہے اور آپ دونوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوئے ہیں۔" دوسری جانب سے اپنی بیٹی کے کردار کی گواہیاں دی جا رہی تھیں۔ لیکن وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"فائن اب جو کرنا ہو گا مجھے خود ہی کرنا ہو گا۔ اور ایک آخری بات آپ صوفیہ قریشی کے سلسلے میں ان کے ماں باپ سے بات کریں میں جلد از جلد نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" کہہ کر وہ کال بند کر گیا۔ کلب میں موجود نوجوان نسل سب کچھ بھلائے رنگ رلیوں میں مصروف تھی۔ اسی ماحول کی مصروفیت میں کھو جانے میں اسے دیر نہیں لگی تھی۔

جہانداد ملک کی دھمکی کارآمد ثابت ہوئی تھی۔ انہوں نے صدف کو بلا کر استفسار کیا۔ وہ بلا جھجک اپنی اور واجد کی محبت کو ان کے سامنے رکھ گئی تھی۔ دردانہ بیگم صدمے کی حالت میں اس کی شکل دیکھ کر رہ گئیں۔ وہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی اس کی خواہش کو نظر انداز کر کے وہ اس کا دل نہیں مار سکتی تھیں۔ لیکن جہانداد ملک کی صوفیہ قریشی کے لیے محبت سے بھی وہ واقف تھیں۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

صدف کی واجد سے شادی مطلب صوفیہ اور جہانداد ملک کے رشتے کا خاتمہ تھی۔ آنے والے دنوں اور ہفتوں میں صدف ملک کی شادی صوفیہ قریشی کے بھائی حدید قریشی سے طہ پاگئی تھی۔ واجد سکندر کا رابطہ اپنے گھر والوں سے نہیں ہو پا رہا تھا اور ادھر صدف کی شادی کی تیاریاں دیکھ کر اس کے ہاتھ پیر پھول رہے تھے۔

وہ ایک دن یونیورسٹی سے واپسی پر صدف کے گھر والوں سے بات کرنے کی غرض سے ان کے گھر آیا تھا لیکن گارڈ نے اسے دروازے سے ہی رخصت کر دیا۔ وہ ایک بات جان گیا کہ جب گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی ہی پڑتی ہے۔ لیکن اسے وقت درکار تھا۔

حال:

اس نے دھیرے سے اپنی آنکھوں کے بھاری پپوٹے وا کیے تو سامنے کا منظر واضح ہوا۔ اس نے گردن دائیں جانب موڑنی چاہی لیکن اس نے حرکت نہیں کی۔ سر بھاری تھا منوں بوجھ سے بھی زیادہ بھاری۔

"فریال" اس کے بائیں جانب سے کسی لڑکی کی آواز ابھری۔ اب کی بار اس نے تکلیف سے گردن اس جانب موڑ ہی لی۔ درد تو ہوا تھا لیکن خیر وہ ایک مضبوط لڑکی تھی۔ بس پتہ نہیں اس روز اسے کیا ہوا تھا۔ اچانک سے اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیلتی گئیں۔

"آپ۔ آپ کو کیا ہوا۔؟ یہ چوٹ کیسے لگی۔؟" اس نے حیرت سے اپنے بائیں جانب بیٹھے عبید باجوہ سے استفسار کیا۔ اس کے ماتھے پر پٹی لگی ہوئی تھی اور ایسی ہی ایک پٹی کی مدد سے اس کے بازو کو جکڑ کر کندھے سے باندھا گیا تھا۔

" دیکھ لو تمہاری خاطر میں نے جان کی بازی بھی لگا دی۔" وہ ہنس دیا۔ بسمہ بے ساختہ مسکرا دی۔

" لیکن یہ چوٹ کیسے آئی آپ کو۔؟" وہ پریشان ہو گئی تھی۔

" جب آپ میڈم بے ہوش تھیں۔"

" وہ بے ہوش نہیں تھی نیند میں تھی۔" بسمہ نے عبید باجوہ کو ٹوکا۔ آہ یہ بیسٹیز اور ان کی محبت۔

" اوہ اچھا مجھے تو لگا اس دنیا سے کوچ کر گئی ہو گی۔" بسمہ اور فریال دونوں نے عبید باجوہ کو گھورا۔ وہ گڑبڑا گیا۔

" اچھا اچھا۔ میں تو کچھ بول ہی نہیں رہا۔" وہ ان دونوں لڑکیوں سے لڑائی یا ناراضگی مول نہیں لے سکتا تھا۔ ایک بسمہ شارق تھی جو اس کی بہن جیسی تھی اور دوسری فریال ساجد تھی جو کم از کم اس کی بہن جیسی تو نہ تھی۔

"ویسے بسمہ تمہیں نہیں لگتا ہمیں فریال کو اصل حقیقت بتانی چاہیے۔" کچھ دیر بعد عبید باجوہ کی آواز ابھری۔

"نہیں۔" بسمہ کا بے رنگ چہرہ سپاٹ ہوا تھا۔ فریال نے چونک کر ان دونوں کو دیکھا۔

"آپ دونوں مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں کیا۔؟" اس نے باری باری دونوں کو دیکھا۔

"نہیں۔" بسمہ دوبارہ بولی۔ فریال کا دل چاہا قریب لگا آئی۔ سی۔ یو۔ مونیٹر اٹھا کر اسے دے مارا۔ لیکن دل کی چاہ بھی کبھی پوری ہوئی ہے۔

"کیا صبح ناشتے میں 'نہیں' کھا کر آئی ہو۔" مومن ابراہیم ان کی باتیں سنتا اندر داخل ہوا تھا۔ ہاتھ میں نیلے رنگ کی فائل تھی۔

"نہیں۔ یہ کوئی نئی ڈش ہے کیا۔؟" بسمہ نے آنکھیں ٹپٹپائیں۔ انداز وہی تھا کہ کہہ لو جو کہنا ہے بسمہ شارق کو کون سا کوئی فرق پڑتا ہے۔

"ہاں مومن ابراہیم کی ایجاد کردہ نئی ڈش ہے۔" وہ زیرِلب بڑبڑایا۔

"کچھ کہا تم نے۔؟" فریال اور عبید باجوہ حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"فکر نہیں کریں حضور آپ کی شان میں عرض کرنے کے لیے قصیدہ نہیں کہا۔" اس نے فائل فریال کے بیڈ کی پائنتی پر لگے ٹیبل پر دھری۔ جواباً بسمہ شارق بھی کچھ بڑبڑائی تھی لیکن وہ اگنور کر گیا۔

"آپ کے ڈسچارج پیپرز ریڈی ہو چکے ہیں فریال۔ اب آپ واپس جاسکتی ہے لیکن۔" وہ یونہی لیکن کہہ کر بات ادھوری چھوڑا کرتا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"بسمہ آپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔ عبید باجوہ آپ کو ہاسٹل چھوڑ آئے گا اور آپ کی دیکھ بھال کے لیے مکمل ایک نرس کا انتظام کیا گیا ہے۔ ہم آپ کی ہیلتھ کے متعلق کوئی رسک نہیں لے سکتے۔ گاٹ اٹ۔؟" مومن نے نرمی سے اس کے سر کے عین اوپر مقام پر زوردار دھماکہ کیا تھا۔

فریال جو "مومن ابراہیم" کے خود سے مخاطب ہونے پر کھوئی ہوئی تھی وہیں بسمہ والی بات پر افسردگی چھا گئی۔

"یہ میرے ساتھ کیوں نہیں جاسکتی۔؟" اس نے بسمہ کی جانب اشارہ کیا۔ وہ فریال کے معصومانہ انداز پر فدا ہوتی اس کے ساتھ آبیٹھی تھی۔

"یہ آپ کی ماں ہیں۔؟" پہلا استفسار ہوا۔

"نہیں" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو کیا پھر رشتہ دار ہیں۔؟" دوسرا استفسار ہوا۔

"نہیں کوئی خونی رشتہ تو نہیں ہے۔" وہ منمنائی۔

"پھر یہ آپ کی کیا لگتی ہیں۔؟" تیسرا اور آخری استفسار۔ فریال نے تھوک نگلا۔

"یہ میری بہن ہے۔ (مومن نے آئبرو اچکائے) مم۔ میرا مطلب بہن جیسی دوست ہے۔" وہ بولی۔ مومن نے ٹھنڈی سانس بھری۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"دیکھیں فریال ساجد۔ 'دی کینڈیڈیٹ آف ایم ایس ٹریننگ سینٹر' یہ دوستی ایک جعلی رشتہ ہوتی ہے۔ ایک روز قیام پذیر ہوتی ہے تو بہت جلد اختتام پذیر بھی ہو جاتی ہے۔ اس جذبے کو انسان جب کوئی نام نہیں دے پاتا تو وہ اسے دوستی کے نام سے جاننے لگتا ہے۔ 'دو' یعنی دو لوگ اور 'سَتی' کا مطلب ساتھ یا وفاداری ہے۔ دو لوگوں کے درمیان ایسا جذبہ جو خود پر وفاداری کا ملمع چڑھائے رکھتا ہے۔ لیکن آج کے دور میں کوئی شخص مخلص نہیں، کوئی دوست وفادار نہیں۔ آج کل کی دنیا میں دوستی کے نام پر فریب ملتا ہے۔ فریب یعنی دھوکہ اور دغا۔ ہمارے سینٹر کی ایک قابل شاگرد ہونے کے باعث آپ کو وقتی جذبات سے متاثر ہو کر دوستیاں گانٹھنے کی اجازت ہر گز نہیں ہے۔" آخر کار وہ خاموش ہو ہی گیا۔ فریال کے وجود میں پھریری دوڑی تھی۔ کیا دوستی اتنی بے مول ہوتی ہے۔؟

"واؤ۔ تمھیں تو موٹیویشنل سپیکر ہونا چاہیے تھا۔" بسمہ سے فریال کی حالت دیکھی نہیں گئی۔

"تم سے کسی نے مشورہ نہیں مانگا۔ اپنے کام سے کام رکھو اور تم ان دونوں کے ساتھ نہیں جانے والی میں گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں۔ جلدی آؤ۔" وہ سنجیدگی سے کہتا باہر نکل گیا۔

بسمہ نے آنکھوں میں ابھرتی نمی کو واپس دھکیلا۔ سفاک۔ سنگ دل۔ کھڑوس اور سڑو۔ وہ اس کی شان میں گستاخیاں کر رہی تھی۔

صوفیہ ابراہیم کے حویلی سے چلے جانے کی خبر ابھی تک کسی کو بھی معلوم نہیں ہوئی تھی۔ جہانداد ملک اضطراب کی کیفیت میں ہاتھ ملتے فون پر دوسری جانب جاتی گھنٹی سن رہے تھے۔ کچھ پل بعد فون اٹھالیا گیا ۔

" ہیلو کہاں مر گئے ہو تم ابھی تک تو کام ہو جانا چاہیے تھا۔" جہانداد ملک نے چھوٹتے ہی سوال داغا۔

دوسری جانب کھڑے ندیم دارا نے ایک نظر اپنے عقب میں ڈالی وہاں اداس سی صوفیہ ابراھیم بیٹھی ہوئی تھیں۔

" آپ فکر نہیں کریں مالک بس کچھ دیر مزید لگے گی پھر آپ کا کام مکمل ہو جائے "

"اچھا ٹھیک ہے جلدی کرو۔ اور مجھے کوئی اچھی خبر سناؤ۔" وہ کال کاٹ گئے ندیم نے کھا جانے والی نظروں سے فون کو گھورا۔

"کون سے کام کی بات کر رہے ہو تم لوگ۔؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکیں۔

" ظاہر ہے پارٹ ٹائم قتل و غارتگری کا کام کرتا ہوں۔ ملک کے نام کی سپاری دی ہے مجھے جہانداد نے۔ اب بس ملک کو اس کے انجام تک پہنچانا ہے۔" وہ کڑوے کسیلے لہجے میں بولتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

" جیسے میرے خاندان کو تباہ کیا تھا تم لوگوں نے۔" وہ آہستہ سے بولی تھیں۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

واپسی کا راستہ ہمیشہ کٹھن ہوتا ہے۔وہ بھی اپنا قیمتی اثاثہ سکندر حویلی کے حوالے کر کے آرہا تھا۔جیا سکندر اس کی بہن تھی اور وہ اس کا محافظ۔کیا وہ حقیقت پتہ چلنے پر اسے معاف کر پائے گی؟سوالات اس کے ذہن کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔تبھی اسے کوئی احساس ہوا۔کچھ غیر شناسا سا احساس جو آج سے پہلے کبھی معلوم نہیں ہوا تھا۔

بیک ویو مرر میں تین گاڑیاں اس کے تعاقب میں نظر آنے لگیں۔اس نے گاڑی کی رفتار آہستہ کر دی۔گاڑیاں مزید تیزی سے اس کے قریب آنے کی تگ و دو کر رہی تھیں۔ملک کو اپنے آس پاس خطرہ منڈلاتا محسوس ہوا۔گاڑی کی رفتار ایک دم سے بڑھائی۔تیز بہت تیز لیکن دو گاڑیاں ایک دم سے اس کے آگے آ کر رک گئیں۔اس نے گاڑی کو بریک لگائے۔ٹائروں کی چڑچڑاہٹ سے وہ چاروں گاڑیاں ایک دوسرے کے سامنے تھیں۔یہ سڑک بہت کشادہ تھی۔

ملک نے دیکھا سامنے گاڑی سے دو بندے باہر نکل کر کھڑے ہو چکے تھے۔انہوں نے مکمل سیاہ لباس پہن رکھا تھا۔پھولے مسلز اور تنومند جسم کے مالک۔ملک نے دایاں آئبرو اٹھایا۔اس سے پہلے کہ وہ لوگ اس کی گاڑی کے قریب آتے۔ملک نے پھرتی سے ڈیش بورڈ کے باکس کو کھنگالا۔سامنے خالی ڈبہ اس کو منہ چڑا رہا تھا۔ملک کو یاد آیا وہ اپنی گاڑی لے کر گھر سے نہیں نکلا تھا۔اس کی مطلوبہ شے اس کی اپنی گاڑی میں تھی۔

"ساری مصیبتیں آج ہی کے دن آنی تھیں۔" وہ بڑبڑاتا ہوا باہر نکلا۔آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگایا۔اس نے دیکھا ایک گاڑی اس کے عقب میں بھی کھڑی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"بھائی صاحب گاڑی ہٹائیں۔" اس کی بات پر سامنے کھڑے لوگوں کا قہقہہ بلند ہوا۔ ہاں ویسا ہی جیسا تم مووِیز میں غنڈوں کو لگاتے دیکھتے ہو۔

"کیوں بے تیری بس نکلی جارہی ہے۔" ان میں سے ایک اس کے قریب آیا۔ شانے پر ہاتھ رکھے وہ گویا ہوا۔

"بس تو نہیں لیکن تم لوگوں کی ہوا ضرور نکلنے والی ہے۔" ملک نے اس کا ہاتھ اپنے شانے پر سے ہٹا کر مڑوڑا۔ کڑک کی آواز سے اس کا بازو شاید شانے سے جدا ہوا تھا۔ ایک زوردار چیخ۔۔ اور خون اس کے منہ سے فوارے کی صورت بہہ نکلا۔

"کیوں نکل گئی ہوا۔؟" ملک نے اس کے سینے پر اپنا بھاری بوٹوں والا پیر رکھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"اے ے۔" دوسرا شخص چیختا ہوا آگے بڑھا۔

"سوری میں یہاں تمہیں اے۔بی۔سی نہیں سکھا سکتا۔" ملک نیچے جھکا۔ اس شخص کا نشانہ چوکا۔

"تیری تو۔" ملک کے جسم میں بجلی دوڑی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور پے در پے مکوں اور گھونسوں سے مقابل شخص کا منہ توڑ دیا۔ ایک اس کو چھونے کی غلطی کر بیٹھا تھا تو دوسرا اس کے بارے میں الفاظ کا چناؤ غلط کر رہا تھا۔

"کوئی اور بھی ہے کیا۔؟" ملک نے باقی رہ جانے والوں کو للکارا۔ ان تینوں سیاہ شیشوں والی گاڑیوں سے یکے بعد دیگرے کئی ویسے ہی بندے باہر نکلے تھے۔

"او تیری۔" ملک دل میں بولا۔ خطرے کو خود دعوت دے کر وہ پچھتا رہا تھا۔

تبھی گولیوں کی آواز ہوا میں ابھری۔ ان گنت گولیاں۔ ملک نے نگاہ اپنے ارد گرد دوڑائی وہاں تین سے چار گارڈ ڈھیر ہوئے پڑے تھے۔ ملک نے آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھا۔ یہ کیسے ہوا؟

"بھائی۔" کسی کی چیخ یک دم کراہ میں بدل گئی۔ ملک کا دل ایک لمحے کے لیے سکڑ کر پھیلا۔ 'بھائی' یہ لفظ اسے صرف ایک شخص بول سکتا تھا۔

"یہ امتحان نہ لئیں میرے اللہ۔" اس کے دل نے صدا بلند کی۔ اس کے سامنے کوئی شخص گھٹنوں کے بل گرا تھا۔

ملک کی نگاہ اس کی پھٹی ہوئی قمیض پر گئی۔ اس نے گولی لگنے والے فرد کو نیچے گرنے سے پہلے ہی تھام لیا تھا۔

"ن۔ ندیم۔" ملک نے اپنی بانہوں میں زندگی کی آخری سانسیں بھرتے ندیم کو دیکھا۔ وہ یہاں کیوں آیا تھا۔ اور کیا ان تمام کو مارنے والا بھی ندیم تھا۔؟ لیکن ایک بات ملک کو پریشان کر گئی کہ وہ اسے لگنے والی گولی کے سامنے کیوں آیا تھا۔؟ وہ شخص کیا تھا۔ جہانداد کا رائٹ ہینڈ یا اس کو بچانے آنے والا فرشتہ۔؟

وہاں سے باقی کے تمام لوگ رفو چکر ہوئے تھے۔ جانتے جو تھے اب ان کی خیر نہیں۔ ملک نے سالم نگاہوں سے سامنے دور جاتی گاڑیوں کو دیکھا۔ وہ اپنا وقت ضائع کیے بغیر ندیم کو گاڑی میں ڈالتا ہاسپٹل کی جانب روانہ ہوا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ماضی:

"یہ کیسی باتیں کر رہے ہو قاسم ایسے کیسے تم اپنی بیٹی کو بھگا کر میری بیٹی کا نکاح چاہتے ہو۔ ہوش میں تو ہو تم۔ تمہاری وہ غدار بیٹی تمہارے منہ پر کالک مل کر چلی گئی اور تم یوں بیٹھے ہو۔ کیا عزت غیرت سب مر گئی ہے تمہارے اندر۔" اس وقت جہانداد ملک اور قاسم ملک صوفیہ قریشی کے ماں باپ کے سامنے بیٹھے تھے۔ ان کی باتیں قاسم اور جہانداد ملک کو جھنجھوڑ رہی تھیں۔

"دیکھیں جو ہوا اسے بھول جائیں حدید کو صدف (بدبخت) سے بہتر کوئی بھی مل سکتی ہے۔ آپ جہانداد اور صوفیہ کا رشتہ تو خراب مت کریں۔" وہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑے ہوئے تھے۔ لیکن سامنے ان کے چہرے سے انکار واضح تھا۔

"صوفیہ اور حدید کا نکاح اسی تاریخ پر ہو گا۔ لیکن تمہارے بیٹے کے ساتھ نہیں۔" وہ دوٹوک بول رہے تھے۔ جہانداد ملک کی آنکھیں آگ اگلنے لگیں۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے انکل۔ صوفیہ میری منگ ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ میں مر جاؤں گا لیکن اپنی منگ نہیں چھوڑوں گا۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"زبان سنبھال کر بات کرو ملک۔ بہن ہے وہ میری۔" حدید قریشی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو وہ بھی اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ دروازے کی اوٹ میں چھپ کر سارا منظر دیکھتی صوفیہ قریشی کی ہتھیلیاں پسینے سے تر تھیں۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

وہ حدید کے ساتھ ہوئی جھڑپ پر تن فن کرتا ڈرائنگ روم سے باہر نکلا تھا۔ وہاں چھپ کر کھڑی صوفیہ قریشی کو دیکھتے اس کے قدم تھم گئے۔ آس پاس کی دنیا کو ساکت کر کے وہ صوفیہ کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ وہ نظریں چرا گئی۔ وہ یہی تو کرتی آئی تھی۔

"پندرہ سال۔ پندرہ سال دیے تھے میں نے تمہیں خود سے محبت کرنے کے لیے۔" وہ اس کے سامنے سراپائے سوال بنا کھڑا تھا۔

"میری محبت میں، میری دعاؤں میں کون سی کمی رہ گئی صوفیہ کہ تم نے میری محبت کو بھاڑ میں جھونک کر میری ہی بہن کو بھگانے کا پلین ترتیب دیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم دونوں کی شادی کی شرط ہی ان دونوں کا بندھن تھی۔؟" وہ نظریں جھکائے ہوئے تھی۔ کانفیڈینٹ اور بولڈ صوفیہ قریشی کہیں دور جا سوئی تھی۔

"بولو جواب دو مجھے۔" جہانداد ملک نے اسے شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

"میں نہیں کرنا چاہتی تم سے شادی۔ بار بار کی کہی ایک ہی بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی جہانداد ملک۔ میں نفرت کرتی ہوں تم سے شدید نفرت آج سے نہیں اس گھڑی سے جب تمہارا نام مجھ سے جوڑا گیا۔ ہر اس لمحے سے جس میں مجھے تمہارے ساتھ منسوب کیا گیا۔" وہ اپنا جواب سناتی وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

"ایک ایک کو دیکھ لوں گا میں کوئی نہیں بچے گا میرے عتاب سے۔" وہ دھاڑتا ہوا انہیں اپنے ارادے سے آگاہ کر رہا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"کیا ہوا حدید ابھی تک پہنچا نہیں۔" ان کی بات پر قریشی صاحب نے نفی میں سر ہلایا۔ ہر کوئی پریشان تھا۔ نکاح میں وقت کم رہ گیا تھا۔ صوفیہ قریشی سٹیج پر براجمان راہ تک رہی تھی۔ اس کے ساتھ براجمان ابراہیم داؤد سامنے پریشان حال کھڑے گھر والوں کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن آنے والا آ کر ہی نہیں دے رہا تھا۔

حدید قریشی کی غیر موجودگی میں ہی صوفیہ قریشی کو ابراہیم داؤد کے عقد میں دے دیا گیا۔ وہ صوفیہ قریشی سے صوفیہ ابراہیم بن گئی تھی۔ اتنے قیمتی لمحات میں اپنے بھائی کی کمی کو محسوس کرتی صوفیہ ابراہیم آنسوؤں میں رخصت ہوئی تو وہیں حدید قریشی کی گمشدگی کا سراغ لگانے کے لیے قریشی صاحب نے اپنے بندے اس کی تلاش میں لگائے تھے۔

حدید قریشی کی تلاش اگلے ہی دن ختم ہوئی تھی لیکن ملنے والا حدید قریشی نہیں بلکہ اس کی لاش تھی۔

حال:

گاڑی میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ دونوں نفوس چپ سادھے بیٹھے تھے۔ بسمہ شارق کھڑکی سے باہر دوڑتے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ کیا اس کا باپ واقعی اسے مارنے کی کوشش کر سکتا تھا۔؟ وہ سوچ کر رہ گئی۔ مومن نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا وہ ایک ہاتھ تھوڑی تلے رکھے نظریں دوسری جانب ٹکائے ہوئے تھی۔ آہ وہ بات کیوں نہیں کر رہی تھی۔؟ مومن سوچ کر رہ گیا۔

"تم نے غلط کہا تھا مومن ابراہیم۔" مومن نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔ ابھی ہی تو وہ اس کے بولنے کی خواہش کر رہا تھا لیکن کیوں؟

"کیا غلط کہا تھا میں نے۔؟" مومن نے پوچھا۔

"یہی کہ دوستی فریب کا دوسرا نام ہے۔ غلط کہا بالکل غلط کہا۔" بسمہ نے اپنا رخ اس کی جانب موڑا۔ باہر سیاہ سڑک کے اوپر بچھے نیلے آسمان پر ہلکی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔

"کیسے ؟"

"تم نے کہا دوستی کا خول وفاداری ہے۔ جبکہ ایسا نہیں ہے آج کی دنیا میں دوستی وہ واحد جذبہ اور احساس ہے جو دو انسانوں کو آپس میں باندھے رکھتا ہے۔ یہ محبت یا نفرت نہیں دوستی ہی ہے جو آج کی دنیا میں بھی انسان دوسروں پر بھروسہ کر جاتا ہے۔" وہ دھیمی آواز میں کہہ رہی تھی۔ مومن غور سے اسے سنتا گیا۔

"تم کہتے ہو دوستی ایک جعلی رشتہ ہے۔ اگر یہ رشتہ جعلی ہوتا تو تم ملک سر سے اتنے وفادار کیسے ہوتے۔؟" سوالیہ آنکھیں بھوری آنکھوں میں گاڑ دیں۔

"وہ میرے دوست نہیں ہیں۔ میرے بھائی ہیں۔ ایک باپ ہیں اور ایک فرشتہ ہیں۔ اینجل۔" مومن جب بھی اس کا ذکر کرتا تھا یونہی لہجے میں مٹھاس در آتی تھی۔

"لیکن خونی رشتہ تو کوئی نہیں ہے ناں۔؟ اور جب تم اس جذبے کو نام نہیں دے پا رہے تو تم اسے بھائی چارہ کہہ رہے ہو۔ اور جانتے ہو بھائی چارہ کی بنیاد کیا ہے۔ برابری اور مساوات۔ ایک دوجے کو کمتر نہ جاننا۔ خود

پر ترجیح دینا۔ اور سب سے بڑھ کر اس کا خیال رکھنا۔ یہ بھائی چارہ ہے۔ برابری ہے۔ اور اسی کا دوسرا نام دوستی ہے۔ دوستی معنی وفاداری اور ساتھ۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔

"میں نہیں جانتا تھا تم اتنی گہری بات بھی کر سکتی ہو۔ بائے داوے ہر انسان کا پوائنٹ آف ویو مختلف ہوتا ہے۔ جیسے میرا تم سے مختلف ہے۔" وہ کندھے اچکا گیا۔ بسمہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"ہر انسان کا پرسپیکٹو مختلف ہو سکتا ہے لیکن دل سب کا ایک ہی ہوتا ہے مومن ابراہیم۔ کسی بھی چیز کے دل کو اچھا لگنے کے لیے وجہ کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور تمہاری لوجک اور تھیوری میں جھول ہے۔"

"اوکے آئی سرینڈرڈ۔" مومن نے سر ہلایا۔ وہ اس کی بات سے متفق نظر آتا تھا۔ بات وہی تھی دل سب کا ایک ہی ہوتا ہے ایک ہی جیسے جذبات پاتا ہے۔ ایک ہی طرح کی محبت کرتا ہے بس کچھ لوگ اس میں فرق کرنے لگتے ہیں۔

باہر آسمان مکمل سیاہ ہو گیا تھا۔

"تمہیں یقین نہیں ہے ناں تو تم مجھ سے دوستی کر کے دیکھ لو۔" بسمہ نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔

مومن نے حیرت سے دیکھا سفید مخروطی انگلیاں اس کی جانب تھیں۔ وہ اسے دوسری مرتبہ دوستی کی آفر کر رہی تھی۔ بسمہ کچھ بولنے لگی جب ڈیش بورڈ پر رکھے مومن ابراہیم کے موبائل نے بیپ کی تھی۔ میسج ٹون۔

مومن نے گاڑی سڑک کے ایک جانب روکی۔ بارش شروع ہو چکی تھی۔ بسمہ اب تک اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ دوستی کی جانب بڑھایا جانے والا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا تھا۔ اس کے دل کو کچھ ہوا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

مومن نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔ نمبر شناسا تھا ایسا کہ بس کانٹیکٹ لسٹ میں محفوظ پڑا ہوا خیر۔ اس نے میسج کھولا۔

"ملک کو بچاؤ مومن۔ جہانداد ملک نے اس پر قاتلانہ حملہ کروایا ہے۔" فقط دو سطریں۔ مومن کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔ گاڑی میں حبس بڑھنے لگی۔ بسمہ نے اس کی پیشانی پر نمودار ہوتے پسینے کے قطرے دیکھے ۔پھر اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

"از ایوری تھنگ آلرائیٹ۔؟" مومن نے نم ہوتی آنکھوں سے بسمہ کو دیکھا اور پھر وہ نظریں موبائل پر ٹکا گیا۔ ایک موہوم سی امید دل میں جاگی تھی۔ دل میں ہاں دل میں جہاں محبت جنم لیتی ہے۔ بسمہ ٹھیک تھی اس نے اعتراف کیا۔

ہر موبائل میں ایک فائنڈ مائی ڈیوائس ایپلیکیشن موجود ہوتی ہے۔ انہوں نے بھی اسے ڈاؤنلوڈ کر رکھا تھا۔ اس پر مومن ابراہیم اور ملک کے موبائل کا آئی۔ ایم۔ ای۔ آئی۔ نمبر لنکڈ تھا۔ مومن کی انگلیوں نے ان تمام میں سے ایک کو دبایا۔

نقشہ کھلا اور فون کا آئیکن ابھرتا ایک جگہ سرخ بتی جلانے لگا۔ مومن نے دیکھا وہ اسلام آباد کا ایک معروف ہاسپٹل تھا۔

"مومن۔؟"

"بب۔ بھائی پر۔ مرڈر۔ اٹیمپٹ ہوا ہے۔" اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

"اوہ میرے خدایا۔۔وہ ٹھیک ہیں ناں؟"مومن نے لب کاٹے اور کال ملائی۔دوسری جانب گھنٹی جارہی تھی۔تیسری بیل پر کال اٹھالی گئی۔

"کیوں فون کیا ہے۔؟"انمول کا لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا۔مومن نے خیالات جھٹکے۔

"ہیلو۔انمول بھائی پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے اور وہ اس وقت ہاسپٹل میں ہیں۔"اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتا بسمہ نے تپ کر اس سے موبائل چھینا اور کال کاٹی۔

"یوڈفر۔تم پاگل ہوگئے ہو۔؟انمول کو بتانے کی کیا ضرورت تھی وہ گھر پر اکیلی ہیں اگر انہیں کچھ ہو گیا تو۔؟"بسمہ نے اسے لتاڑا۔مومن نے گہری سانس خارج کی۔وہ انہیں بتانا چاہتا تھا۔بالکل ویسے ہی جیسے ایک عرصہ پہلے ملک کو گولی لگنے کی اطلاع دی تھی۔لیکن وہ تب پہلے سے جانتی تھیں۔چند پُرسکون سانسیں لینے کے بعد اس نے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کرکے اپنی منزل پر ڈالی۔

"سر کو کچھ نہیں ہوگا مومن وہ ٹھیک ہوجائیں گے۔"بسمہ نے اسے تسلی دی۔وہ سر ہلا گیا۔

"میں بھائی کو کبھی کچھ ہونے ہی نہیں دوں گا"وہ اپنے دل میں دعا گو تھا۔

____

کمرہ سہہ پہر کی چھنتی روشنی کے باعث نیم اندھیر تھا۔کسی کے ہچکیوں میں رونے کی آوازیں کمرے کی درودیوار سے سر پٹک کر واپس آتی تھیں۔وہ اوندھے منہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔رو رو کر برا حال ہوچکا تھا۔دفعتاً وہ اٹھی۔بیڈ پر بیٹھے اس نے سامنے نظر آتی دیوار کو تکا۔کھڑکی سے آتی روشنی اس دیوار کو منور

کیے ہوئے تھی۔ سامنے دیکھتے ہی اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہاں سے تصاویر غائب تھیں۔ محض چند ایک تصاویر بچی تھیں۔ اسے یاد آیا چند ماہ پہلے وہ وہاں بہت سی تصاویر چھوڑ کر گئی تھی۔ لیکن اب؟

وہ آنسو پونچھتی کمرے سے باہر نکل آئی۔ نیچے دالان میں ایک پینتس چھتیس سال کی ملازمہ صفائی کر رہی تھی۔

"باجی جی آپ آنے سے پہلے بتا دیتی میں پوری حویلی کی اچھے سے صفائی کر دیتی۔" وہ اس کی جانب دیکھ کر بولی۔

"میرے کمرے میں کون گیا تھا۔؟" وہ ہاتھ باندھے ملازمہ کے سامنے کھڑی تھی۔ چہرہ بے تاثر تھا۔

"ج۔جی آپ کے کمرے میں۔ قسم لے لیں باجی جی ہم نے کسی کے لیے بھی حویلی کے دروازے نہیں کھولے۔ یہاں کوئی نہیں آیا۔" وہ ہاتھ جوڑ گئی۔

"میں شک نہیں کر رہی میری کچھ چیزیں مسنگ تھیں اس لیے پوچھا۔" وہ صفائی دیتی کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"آپ کو بھوک لگی ہے؟ میں کچھ بنا دوں۔" جیا نے نفی میں سر ہلایا۔

"ویسے باجی جی آپ اپنا گھر کیوں چھوڑ آئی ہیں۔؟" وہ ٹوہ لے رہی تھی۔ ہر ملازم ایسے ہی کرتا ہے۔ اپنے مالک کی باتیں سن کر پھیلانا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہوتا ہے۔

"کیوں آپ کو اچھی نہیں لگ رہی؟ اور میرا گھر وہ نہیں یہ ہے۔" جیا نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"توبہ باجی جی۔ میں تو بس ایسے ہی بول رہی تھی۔" وہ واپس اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ جیا نے چائے کی کیتلی چڑھائی۔ اس ملازمہ کا نام نجمہ تھا۔ وہ اور اس کا شوہر پچھلے دس بارہ سالوں سے حویلی میں موجود انیکسی میں مقیم تھے۔ حویلی کی اور اس میں موجود اس کی چیزوں کی حفاظت ان کے ذمے تھی۔ وہ دونوں قابل اعتبار ملازم تھے۔ جیا کا ذہن پھر سے تصویروں کی جانب چلا گیا۔ آخر اس کے کمرے میں کون آیا تھا۔؟

مومن ابراہیم کی بات سن کر انمول کو اپنے ارد گرد دھماکے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ کیوں آخر کیوں وہ خود کو اتنی تکلیف پہنچاتا تھا؟ اسے انمول کا یا خود سے جڑے رشتوں کا رتی برابر بھی احساس نہیں تھا۔ اپنی اور ملک کی باتیں اس کا وجود جھنجھوڑ رہی تھیں اگر جو اسے کچھ ہو گیا۔ وہ صرف سوچ سکی۔

اسے وہاں بیٹھے کچھ دیر ہی گزری تھی جب باہر دروازے پر بیل بجی۔ وہ کھڑی ہوئی۔ پانی سے دھوئے ہاتھ خشک ہو رہے تھے۔ برتن سنک میں ویسے ہی دھرے ہوئے تھے۔ اس نے بھاگ کر دروازہ کھولا۔ سامنے مومن ابراہیم کھڑا تھا اور اس کے ساتھ وہی سرمئی آنکھوں والی لڑکی۔

"مم۔ مومن۔ ملک کہاں ہے وہ ٹھیک ہے ناں۔؟" اس کی آواز میں بے چینی تھی۔ خوف تھا۔ ڈر تھا۔ مومن کے دل کو کچھ ہوا۔

"وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ میں انہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔" مومن نے اسے تسلی دی۔ لیکن وہ مزید بھڑک گئی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"جج۔ جھوٹ۔ جھوٹ بولتے ہو تم۔ جھوٹے ہو۔ تمہارے ہوتے ہوئے ملک وہاں ہسپتال میں ہے۔ مجھے اس کے پاس جانا ہے خدارا مجھے وہاں لے جاؤ۔" وہ چیختی ہوئی مومن پر چڑھ دوڑی۔ بسمہ خاموش تماشائی بنی کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ انمول ملک مومن کے قریب کھڑی تھی۔ بسمہ کے وجود میں بھانبڑ جلنے لگے۔

"میں پہلے بھی آپ کو ایک دفعہ ہسپتال لے جانے کی غلطی کر چکا ہوں انمول۔ مزید میں کوئی غلطی دوہرا کر بھائی کی ناراضگی مول نہیں لے سکتا۔ معذرت میں آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔" وہ سر جھکائے ہوئے تھا۔

"اگر ملک کو کچھ ہوا تو میں تمہاری جان لے لوں گی مومن ابراہیم۔" انمول نے اسے پیچھے کی جانب دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑایا تھا۔ لیکن منہ سے کچھ نہیں بولا وہ اسے یہ نہیں کہہ پایا کہ وہ آہستہ آہستہ اس کی جان ہی تو لے رہی تھی۔ اس کی سانسیں اس پر خود ہی تنگ پڑ رہی تھیں۔

"انمول آپ میرے ساتھ آئیں۔ سر کو کچھ نہیں ہو گا۔" بسمہ نے انمول کو تھاما۔ لیکن وہ اسے دور جھٹک گئی۔ مومن نفی میں سر ہلاتا واپسی ہو لیا۔ وہ یہاں بسمہ شارق کو چھوڑنے آیا تھا۔ اب اسے ہسپتال جانا تھا۔

"مومن مارک مائی ورڈز۔" وہ اب بھی چیخ رہی تھی۔ بسمہ نے دروازہ بند کر دیا۔ اور اسے لے کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ناجانے کیوں چند لمحات قبل حسد کا عنصر نمایاں ہوا تھا۔ خیر یہ تو تب تب ہوتا تھا جب مومن ابراہیم کے دل کی بات آتی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ ہسپتال پہنچا تھا۔ مومن ابراہیم کا حال کسی دیوانے کے سا معلوم ہو رہا تھا ۔ریسیپشن ڈیسک پر اپنے مطلوبہ شخص کا پوچھ کر وہ فوراً ایک راہداری میں گم ہو گیا۔ سامنے ہی بینچوں کے قریب ملک اضطراب کی کیفیت میں ہاتھ ملتا ادھر سے ادھر گھن چکر بنا گھوم رہا تھا۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔" اس نے اپنے رب کا شکر ادا کیا۔ ملک کے قدم کسی شخص کے احساس سے تھمے تھے۔ اس نے رک کر اپنے بائیں جانب طویل راہداری میں دیکھا وہاں مومن ابراہیم کھڑا تھا ہاتھ پہلوؤں میں گرائے۔ پھر وہ آگے بڑھا اتنا کہ ملک کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ ملک کا دل ایک بار پھر پسیج گیا۔

"مومن۔ میرے بھائی۔" اس نے مومن کو شدت سے گلے لگا یا۔ بس پسلیاں ٹوٹ جانے کی کسر باقی تھی۔

"بب۔ بھائی آپ ٹھیک ہیں۔؟" اس کی گھٹی گھٹی آواز نکلی۔ ملک نے اسے زور سے پکڑا ہوا تھا۔

"ہاں اب میں ٹھیک ہوں۔" اس نے کسی بچے کی طرح مومن ابراہیم کا ماتھا چوما۔ مومن کا چہرہ خون چھلکانے لگا تھا۔

"کیا ہوا تھا بھائی آپ خیال کیوں نہیں رکھتے۔؟" وہ مستفسر ہوا۔

"آج اس لمحے جب تمہارا تصور بھی قیامت تھا تو مجھے احساس ہوا کہ مومن ابراہیم ملک کے لیے کتنا ضروری ہے۔ کس حد تک یہ بندہ چاہتا ہے تمہیں۔ تمہارا بچھڑنا میری جان لے لے گا مومن۔" مومن نے حیرانی سے ملک کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

"آپ نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا تھا بھائی۔" وہ اپنے رب کا شکر گزار تھا۔

"اس ہمیں میں کون کون شامل ہے تمہارے۔؟" ملک نے سخت لہجہ اپنایا۔

"وو۔وہ۔" مومن گڑبڑا گیا تھا ایک بار پہلے بھی وہ ایسے ہی لاجواب ہوا تھا۔

"جواب دو مومن۔"

"انمول اور بسمہ۔" آنکھیں میچ کر کھولیں۔

"آہ مومن میں تمہیں کیا بولوں۔؟" وہ شدید ڈسٹرب ہوا تھا۔وہ کتنا پریشان ہو رہی ہوں گی۔

"دیکھیں بھائی وہ بیوی ہیں آپ کی ان کو خبر ہونی چاہیے۔اور میں کون سا انہیں ہسپتال لے آیا ہوں۔" مومن کو یاد آیا کیسے وہ پچھلی بار اس سے ناراض ہوا تھا۔

"میرا ڈر نہ ہوتا تو وہ بھی کر جاتے۔" ملک نے تنک کر کہا۔مومن کچھ کہنے لگا۔

تبھی ایک ڈاکٹر ان کی جانب آیا اس کے ساتھ تین میل نرس بھی تھیں۔وہ شکل سے ہی کوئی بڑا ڈاکٹر معلوم ہو رہا تھا۔مومن کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔اگر ملک ٹھیک تھا تو ہسپتال میں کون تھا۔؟

"پیشں ٹ کی حالت بہت نازک ہے۔بلیڈنگ بہت زیادہ ہو چکی ہے۔آپ دعا کریں۔" وہ اپنی سناتے وہاں سے چلے گئے۔

"پیشنٹ کون؟"

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ندیم دارا۔" اور مومن ابراہیم کو لگا ہسپتال کی پوری چھت اس کے سر پر آن گری ہو۔ اس نے منہ کھولے حیرت سے ملک کو دیکھا آیا جاننا چاہ رہا ہو کیا سچ میں؟ مومن کی نگاہوں کا مفہوم سمجھتے ملک نے ساری کتھا اس کے گوش گزار دی۔

ماضی:

"ہوش میں تو ہو تم۔ ایک کا قتل کر آئے ہو دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کر رہے ہو۔ چاہتے کیا ہو تم۔؟" قاسم ملک سامنے کھڑے اپنے پچیس سالہ بیٹے کو ڈانٹ رہے تھے۔ جہانداد ملک سر جھکائے کھڑا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا قتل تھا۔ یہیں سے شروعات ہوئی تھی۔

"مجھے صوفیہ کی خاطر جن لوگوں کا قتل کرنا پڑا میں انہیں اپنے رستے سے ہٹانے میں دریغ نہیں کروں گا۔" وہ جنونی ہو رہا تھا۔

"صوفیہ نہیں صوفیہ ابراہیم۔ اور تم کرو گے قتل باپ کے نام کے سوا تمہارے پاس ہے ہی کیا۔؟ آخر کون سی طاقت پر اتنا اترا رہے ہو۔" دردانہ بیگم اس کے روبرو آئی تھیں۔ جہانداد ملک کی رگوں میں لفظ "طاقت" خون بن کر اترا تھا۔

اس کی انا پر کاری وار کیا گیا تھا۔ وہ خاموش رہنے والوں میں سے نہیں تھا۔ انہوں نے جہانداد ملک کو ہلکا لے لیا تھا وہ جانتے نہیں تھے کہ جہانداد ملک کی دشمنی کی قیمت ہر ایک فرد کو چکانی پڑے گی۔ کیونکہ دشمنی میں ملک ہر حد سے گزر جایا کرتا تھا۔

Aesthetic Novels

پاکستان پہنچ کر واجد سکندر نے سب سے پہلے صدف ملک سے نکاح کیا تھا۔اس کے نکاح میں گواہان کے طور پر معید سکندر اور اس کے کچھ دوست شامل تھے۔معید سکندر کی موجودگی میں نکاح ہوا تو وہ ان دونوں کو گھر لے کر آئے تھے۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم واجد۔ہم نے تمہیں بیرون ملک پڑھنے کے لیے بھیجا تھا اور تم وہاں سے نکاح کر کے آگئے۔؟" گل زرین سکندر ہتھے سے اکھڑ گئے تھے۔ان کی اپنی اولاد انہیں دغا دے جائے گی۔یہ قطعی نہیں سوچا تھا۔

"وہاں سے نہیں بابا جان میں نے پاکستان آکر نکاح کیا ہے اور بھائی جان ہمارے نکاح کے گواہ ہیں۔" واجد سکندر کی بات پر صوفے پر آرام سے بیٹھا معید سکندر الرٹ ہوا تھا۔وہ بے یقینی کے عالم میں اپنے چھوٹے بھائی کی شکل دیکھ کر رہ گیا جو اپنے مقدمے میں اسے بھی گھسیٹ لایا تھا۔

"اللہ نے دو بیٹے دیے وہ بھی ایک سے بڑھ کر ایک۔" وہ وہاں سے یہ جا وہ جا ہوئے تو نائلہ جعفری کا قہقہہ چھوٹا۔باقی سب بھی دھیرے سے ہنس دیے۔ظاہر ہے واجد، گل زرین صاحب کی زوجہ کا لاڈلا بیٹا تھا تو ایسے کیسے اس کی بات نہیں مانی جاتی تھی۔خوشیاں ان کی منتظر تھیں۔

حدید قریشی کی موت کی خبر صوفیہ ابراہیم پر قہر بن کر ٹوٹی تھی۔اس کے پاس ماں باپ کے بعد ایک وہ رشتہ تھا جو اس کا اپنا تھا۔اب وہ کیا کرے کدھر جائے؟ جہانداد ملک کے ارادے اس کے ماں باپ کو

ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔ وہ لوگ اپنی جان کے لیے دوسرے ملک فرار ہو گئے۔ ابراہیم داؤد کی ہمدردیاں صوفیہ ابراہیم کے گھاؤ پر مرحم خیزی کر رہی تھیں۔ ابراہیم کی محبت اور توجہ نے صوفیہ ابراہیم کو سنبھال لیا تھا۔

جہانداد ملک کو اس کے والد نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے اس قتل کے کیس سے بچنے کے لیے روپوش کروا دیا تھا۔ لیکن جانے سے پہلے وہ ایک بات کہہ گئے تھے کہ ان کی واپسی سب پر بھاری پڑے گی۔ اور بات جب انا پر آجائے تو وہ نسلیں تباہ کر دیتی ہے۔

حال:

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

دن ڈھل آیا تھا۔ سورج اپنی کرنوں سے ہر شے کو چمکا کر اب شبِ نیند سونے جا رہا تھا۔ ہر چرند پرند اپنے نشیمن کو پرواز کر رہے تھے۔ ایسے میں اس بھورے رنگ سے بنے گھر کے دروازے کے سامنے کھڑا وہ شخص دروازے پر لگی گھنٹی بجا رہا تھا۔ وہ کافی دیر سے وہاں کھڑا تھا جس کا احساس اس کی پیشانی پر ہلکے پسینے کے قطروں سے ہو رہا تھا۔ جولائی کا نصف چل رہا تھا ظاہر ہے پتنگوں کو بھی پر لگ جاتے ہیں اس گرمی میں۔

دروازے کے باہر کے منظر کو چھوڑ کر اگر اندر آؤ تو وہ اپنی کمرے سے نکل کر باہر کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ صوفیہ ابراہیم۔ ندیم دارا کل انہیں ان کے کمرے میں چھوڑ کر جا چکا تھا۔ وہ رات میں بھی گھر نہیں تھا اس بات کا پتا انہیں رات کے کھانے میں چلا۔ شاید اب وہ آگیا تھا۔ وہ ساری رات بے چین رہی تھیں۔ ملک کی خاطر۔ ندیم نے اس کے ساتھ کیا کیا وہ نہیں جانتی تھیں۔

"تم۔!" دروازے پر ملک تھا۔ انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ اسے بہت عرصے بعد دیکھ رہی تھیں۔ ایک سال بعد نہیں دو سال بعد یا شاید تین سال بعد۔

"آپ کا بیٹا آپ کو لینے آیا ہے چلیں گی نہیں۔؟" وہ مدھم مسکراہٹ سے بولا۔ ہاں صوفیہ ابراہیم اس کی سگی ماں سے بڑھ کر تھیں۔

"مم۔ماہیر میں آتی ہوں۔" وہ دوبارہ اندر غائب ہو گئیں۔ واپسی پر ان کے شانوں پر ایک چادر تھی۔ جھریوں زدہ چہرہ پر سکون تھا۔ ایسا سکوت بہت دنوں بعد ان کے چہرے پر آیا تھا۔

وہ دونوں اس گھر سے دور ہوتے گئے۔ بھورے رنگ والا گھر اداس کھڑا رہ گیا۔

'صوفیہ ابراہیم نے بولا تھا ان کا بیٹا ان کو لینے ضرور آئے گا۔ اور وہ آیا تھا۔'

ندیم دارا جو انہیں جہانداد ملک کی قید سے نکال کر لایا تھا۔ ان کا بیٹا بن کر۔

ماہیر سکندر جو انہیں اس گھر سے لے کر جا رہا تھا۔ ہاں وہ دونوں بھی ان کے بیٹے جیسے تھے۔

اور ان کا سگا بیٹا۔ مومن ابراہیم۔؟

وہ خوش تھیں۔ وہ شکر گزار تھیں۔ دل پر سکون تھا اور چہرے پر طمانیت اور اطمینان چھلک رہا تھا۔

شاک کی کیفیت سے نکل کر اگلا مرحلہ دکھ کا تھا۔ جان لیوا دکھ۔ انسان کے دکھ کو زائل ہونے کا پروسیس ایک طویل عرصے پر محیط ہوتا ہے۔ وہ آج آفس نہیں گیا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے ہر شے اس کے ہاتھ

سے پھسلتی جارہی ہو۔اس کی سوچیں اس کا دماغ مفلوج کررہی تھیں۔کیاواقعی وہ تصاویر سچ تھیں۔؟دل نے صدالگائی۔ہاں اگرچہ اس شخص کا چہرہ واضح نہ تھالیکن وہ تصاویر جیاہی کی تھیں۔دماغ نے تصحیح بھی کردی۔

کمرہ بے شک کشادہ تھالیکن گھٹن تھی کہ بڑھتی ہی جارہی تھی۔وہ صوفے پر سر پیچھے پھینکے بیٹھا سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہاتھاجب ملازمہ نے آکر معید سکندر اور ثانیہ بیگم کی واپسی کی اطلاع دی۔وہ دونوں واپس آچکے تھے بالاج سگریٹ جھٹکتا اٹھ کھڑا ہوا۔ماؤتھ فریشنر سپرے کرکے وہ نیچے کی طرف بڑھ گیا۔

" السلام علیکم " بالاج نے ان کے قریب کھڑے ہوتے سلام کیا۔وہ دونوں صوفے پر بیٹھے تھے۔

" واعلیکم السلام۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"سفر کیسا رہا آپ دونوں کا۔کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟"

"ہمارا سفر تو ٹھیک تھا برخوددار تم بتاؤ۔یہ آنکھوں میں سرخی اور ان کے نیچے حلقے کیوں آگئے ہیں؟" معید سکندر اس کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے۔وہ نظریں چرا گیا۔

"میں ٹھیک ہوں" وہ سرد مہری سے بولا۔

"جیا کہاں ہے بالاج اسے بلاؤ۔نائلہ نے اس کے لیے تحائف بھجوائے ہیں۔"اب کی بار ثانیہ بیگم بولی تھیں۔بالاج کا دل بے قابو ہوا اگر جو ان دونوں کو معلوم ہوا کہ جیا گھر پر نہیں ہے تو وہ کیا توجیہہ پیش کرے گا؟

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"کچھ پوچھ رہی ہے تمہاری ماں جواب دو اسے۔"معید سکندر اس کے روبرو آ کھڑے ہوئے۔ ان کا بیٹا ان سے قد میں تین انچ لمبا تھا۔ ان سے بالاج کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی ایسی ہی حالت اس کی پانچ سال پہلے بھی ہوئی تھی۔ مگر تب حالات اور معاملات مختلف تھے۔

"گھر پر نہیں ہے وہ۔" وہ سر جھکا گیا تھا۔ ہمت نہیں تھی ان کو دیکھنے کی۔ ہمت لاتا بھی کہاں سے جیا کے بارے میں سوچنا بھی محال ہو رہا تھا۔ وہ اتنے سال اس کے پاس رہی تھی۔ بالاج نے اسے ہر سرد گرم سے بچایا تھا تو وہ کب اور کیسے بہک گئی؟

" کہاں ہے وہ۔؟ بالاج سکندر میں نے پوچھا تمہاری بیوی کہاں ہے؟"معید سکندر جیسے ضبط کیے کھڑے تھے۔

"وہ اپنے گھر جا چکی ہے وہیں جہاں اسے ہونا چاہیے تھا۔ اب وجہ بھی اسی سے جا کر۔"

" چٹاخ۔" معید سکندر کا ہاتھ اٹھا اور بالاج کے سرخ و سپید چہرے پر اپنی چھاپ چھوڑتا چلا گیا۔ ثانیہ بیگم دہل کر اٹھی تھیں۔ آخر کو بالاج ان کا لختِ جگر تھا۔

" تمہیں کیا لگتا ہے ہمیں معلوم نہیں وہ اس گھر سے خود گئی ہے یا نکالا گیا ہے اسے۔ اب تم اپنے ماں باپ سے جھوٹ بولو گے۔"معید سکندر نے اپنے نحیف ہاتھوں سے اسے گریبان سے پکڑا۔

" جواب دو ہمیں بالاج ایسی کون سی قیامت آگئی تھی جو تم نے میری بیٹی کو گھر سے نکال دیا۔" ثانیہ بیگم با قاعدہ رونے لگے تھی۔ وہ اس سب سے لاعلم نہیں تھے پتہ تو انہی تب ہی چل گیا تھا جب جیا سکندر نے اپنا

Aesthetic Novels

قدم گھر سے باہر نکالا تھا۔ دروازے پر معمور گارڈ نے انہیں فوری اطلاع دی تھی لیکن اندر کی وجہ سے وہ لاعلم تھے۔

"تم اپنے سٹینڈرڈ سے کتنا گر گئے ہو بالاج سکندر۔ تم سے بڑا بے غیرت انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ میں پوچھتا ہوں آخر کیا وجہ تھی جو تم نے اتنا گھٹیا کارنامہ سرانجام دیا۔ اپنی ہی عزت کو ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکالتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی؟" لیکن وہ کچھ نہیں بولا۔

" بالاج تم جیا کو واپس لاؤ گے ورنہ مجھے اپنی ماں مت کہنا۔" ثانیہ بیگم اسے وارن کر رہی تھیں۔

" وہ خود اس گھر سے گئی ہے واپس بھی خود ہی آئے گی" اس کی آواز نم تھی۔ وہ دونوں تڑپ اٹھے لیکن یہ وقت سختی دکھانے کا تھا۔ بالاج سکندر بوجھل قدموں سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ دونوں اس کی پشت تکتے رہ گئے۔ آخر ایسی کیا وجہ تھی کہ ان کا بیٹا اس قدر ٹوٹ رہا تھا۔

میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں۔ تو بالاج کیونکر انہیں بتاتا کہ جیا سکندر اس گھر سے کیوں گئی تھی۔ وہ خود کو تنہا تصور کر رہا تھا۔ بیوی سے بڑھ کر کوئی دوست وفادار نہیں ہو سکتا لیکن اسے تو اس نے بھی دھوکہ دے دیا تھا۔ وہ یہ کیوں بھول رہا تھا کہ وہ عاشق تھا۔ بے وفائی کا دکھ تو ہر عاشق جھیلتا ہے۔ ہر محبت کرنے والا گلے شکوے کرتا ہے مگر وہ ایک شوہر بھی تھا۔ وہ ایک روایتی مرد تھا ایسا مرد جو ہر معاشرے میں پایا جاتا ہے۔ ایسے مرد کی بیوی ہونا عورت کے لیے اعزاز ہے کیونکہ وہ مرد اگر محبت کرنے پر آئے تو اس سے بڑھ کر عورت کا مضبوط سائبان کوئی نہیں ہوتا۔ بالاج سکندر نے بے شک جیا سکندر کو چاہا تھا لیکن وہ وعدہ خلافی کر گیا تھا۔ کوئی شک نہیں تھا کہ پچھتاوا اس کا مقدر بن جاتا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"پچھتاوا مائی فٹ۔ میں بالاج سکندر رہوں ایک دھوکے باز لڑکی کی خاطر خود کو تباہ نہیں کروں گا۔" وہ سنک پر جھکا چہرے پر پانی کے چھینٹے مار رہا تھا۔

وہ ایک ملازم کے ہمراہ اس عالیشان بنگلے میں داخل ہوا تھا۔ بنگلہ اس کے مالک کی امارت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ ہر جانب چمکتے دھمکتے فرنیچر کی جگہ پُر تھی۔ وہاں ایک سوئی تک کی قیمت بھی ڈالرز میں ہونا تھی۔ اس نے گمان کیا۔

"آپ یہاں تشریف رکھیں۔ سر کچھ ہی دیر میں آتے ہوں گے۔" ملازم اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر یہ جاوہ جا ہوا۔ وہ اس وقت سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔ سیاہ شرٹ کے اوپر سیاہ ہی رنگ کی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ وہ کچھ دیر ارد گرد نگاہ دوڑاتا رہا۔ جب اسے یقین ہو چلا کہ اب کوئی ملازم اس طرف نہیں آئے گا تو وہ باہر نکلا۔ سامنے ہی بڑا سا دالان تھا۔ آہ یہ حرام کا پیسہ۔ وہ دبے قدموں اوپر سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ سیڑھیوں پر اوپر تک سرخ قالین بچھا ہوا تھا۔ بلآخر وہ سیڑھیاں چڑھتا دائیں جانب موجود راہداری میں سے ایک کمرے میں گم ہو گیا۔

اس کا شکار اس کے سامنے تھا اور وہ چیل کی طرح اس پر جھپٹنے کو تیار۔ اس نے مڑ کر دروازہ دھیرے سے لاک کیا۔

"میرا کوٹ لاؤ ادھر۔" کرخت آواز میں سامنے موجود ہستی نے حکم جاری کیا۔ اس نے آئی برو اچکا کر اسے دیکھا۔ یقیناً وہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی ملازم ان کے کمرے میں داخل ہوا ہے۔ وہ ٹائی کی گرہ کستا آئینے

میں نمودار ہوتا اپنا عکس دیکھ رہا تھا۔ کوئی کوٹ لے کر ان کے قریب آیا۔ انہوں نے اپنے دونوں بازو پیچھے کی جانب بڑھائے جب کسی نے انہیں اپنی مضبوط گرفت میں لیا۔

"آہ۔ کون ہو۔۔" ان کی چیخ مقابل نے اپنی ہتھیلی کی مدد سے منہ میں ہی دبائی تھی۔

"موت کا پروانہ۔" فقط تین حروف اور شارق کبیر کا سانس جیسے سینے میں اٹکنے لگا۔

"اووں۔ اووں۔" وہ ہاتھ چھڑوانے کی تگ و دو کر رہے تھے۔ مقابل نے جھٹکا دے کر ان کا رخ موڑا۔ وہ ایک بار پھر سے کراہے۔

"بدبختو کہاں مر گئے ہو سب۔؟" وہ دوبارہ چیخنے لگے تھے اونچی آواز نے ان کے سامنے کھڑے لڑکے نے تکان سے انہیں دیکھا۔ وہ اپنے ملازمین کو بلا رہے تھے جنہیں انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے رکھا ہوا تھا لیکن اس وقت ان کے پاس کوئی نہ تھا۔

"چیختے بہت ہو تم۔ منہ بند کرو اپنا ورنہ سارا احرام کا پیسہ ٹھونس کر بند کروا دوں گا۔" وہ بے زاری سے گویا ہوا۔ شارق کبیر خاموش ہو گئے۔ وہ اس وقت اپنی ایک پائی بھی گنوانے کے حق میں نہیں تھے۔

"کون ہو تم اور تمہیں یہاں گھسنے کس نے دیا۔؟" وہ آہستہ آواز میں بولے تھے۔

"میرا نام مومن ابراہیم ہے۔ یہ نام میرے باپ نے رکھا تھا۔ مومن۔ وہ جو ظالموں پر بھاری ہے۔ اور مجھے یہاں یہ لے کر آیا ہے۔" اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ایک کارڈ ان کی آنکھوں کے سامنے پیش کیا۔ وہ دراصل وزیٹنگ کارڈ تھا جس کا استعمال اپائنٹمنٹ کے طور پر کیا جاتا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"اور تمہیں کس نے خبر دی کہ میں آج صبح گھر پر ہوں۔؟" وہ نیوز کاسٹنگ کر رہے تھے جیسے۔ مومن ابراہیم کا پارا ہائی ہوتا جارہا تھا۔ بیٹی کم تھی جو اب باپ بھی۔ ہنہ۔

"رات تم کلب میں نہیں پائے گئے۔ چچ چچ تمہاری بیٹی تمہیں کنگال کر گئی مسٹر کبیر۔ عیاشیوں کے لیے پیسے کی قال پڑ گئی ہو گی ناں اس لیے فضول میں بہانے کی بجائے ٹک کر گھر میں بیٹھے ہوئے ہو۔" مومن نے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے کمرے میں موجود بڑے سے صوفے پر بٹھایا۔

"اب بتاؤ یہاں کیوں آئے ہو۔؟" ان کے انداز میں شان تھی۔ وہ صوفے پر بیٹھتے ہی اکڑ گئے تھے۔ مومن اور شارق کبیر کے درمیان فقط ایک میز تھی شیشے کی چمکتی ہوئی میز۔

"بتاتا ہوں۔ نمبر ایک کہ تم نے ملک کے ساتھ غداری کی۔ اور غداری کی سزا موت ہے۔" مومن نے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک گن نکال کر ٹیبل پر رکھی۔ شارق کبیر کی سٹی گم ہوئی۔

"دوسرا۔ تم نے بسمہ پر حملہ کروا کر اس کی جان لینے کی کوشش کی نتیجتاً ایک عزیز زخمی ہوا۔" اس نے ایک چاقو نکال کر سامنے پڑی میز پر دھرا۔ شارق کبیر کے اب صحیح معنوں میں ہوش اڑے تھے۔

"تیسرا اور سب سے بڑا کارنامہ تم نے ملک پر حملہ کروا کر کیا ہے۔ نتیجتاً ہمارے دوست کو گولی لگی۔" مومن نے ایک چابک نکال کر ان دونوں چیزوں کے ساتھ رکھا۔ شارق صاحب کا گلا خشک ہو گیا۔

"پپ۔ پانی۔ پانی۔" اُنہوں نے سائیڈ ٹیبل کی جانب اشارہ کیا۔ مومن نے ایک آنکھ سے پانی کو دیکھا اور دوسری انہیں پر گاڑھے رکھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"اوہ۔ تو تمہیں لگتا ہے میں اتنا بیوقوف ہوں۔ ادھر میں پانی پکڑوں اور ادھر تم مجھ پر حملہ کر دو

چچ۔ چچ۔" مومن نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم سب کر سکتے تھے لیکن بسمہ اور ملک کی جان لینے کی کوشش کا حق تمہیں حاصل نہیں تھا۔" مومن نے اب کی بار اپنے ہاتھ کا مکا بنا کر اس پر پھونک ماری۔ کھڑکی سے آتی صبح کی روشنی میں کوئی سلور رنگ کی شے چمکی تھی۔ فسٹ رنگز۔ دائیں ہاتھ کی تین انگلیوں میں وہ فسٹ رنگز پہنے ہوئے تھا۔

"اب بتاؤ تمہارا ٹیسٹ کیسا ہے۔؟" وہ اس پر جھکا۔ شارق کبیر بے ساختہ صوفے میں دھنس گئے۔ انہیں اپنے سے چھوٹے لڑکے سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ان سے سامنے پڑی چیزوں کے متعلق ان کا ٹیسٹ پوچھ رہا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"تم (گالی) بچو گے نہیں میرے ہاتھوں سے۔ آہ!" مومن نے ایک زوردار پنچ ان کے چہرے پر دیا۔ ناک سے نکسیر پھوٹی اور وہ ایک جانب لڑھک گئے۔ مومن نے آنکھیں میچ کر کھولیں۔ اسے مارنے کا حکم تو تھا لیکن جان سے مارنے کا نہیں۔

"ہیے۔ اٹھو۔" اس نے پانی کا بھرا جگہ ان پر انڈیلا۔ وہ بوکھلا کر ادھر ادھر تکنے لگے۔

"د۔د۔ دیکھ لوں گا میں تمہیں اور تمہارے اس ملک کو بھی۔" مومن نے استہزایہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"پہلے آئینے میں اپنی شکل تو دیکھ لو۔ ہاہا"

"تم۔۔" وہ کچھ بولنے لگا جب مومن نے شش کہتے اسے خاموش کروایا۔

"آئندہ اگر تم نے ایسی واہیات حرکت کی تو تم میرا شیطانی روپ دیکھو گے۔ آج کے بعد بسمہ یا ملک اور ہمارے کسی بھی فرد کے قریب بھی بھٹکے تو مومن ابراہیم تمہاری روح تک چھلنی کر دے گا۔"اس نے شارق کبیر کے جبڑے اپنی مٹھی میں لیے۔اوپر ناک سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔

"بسمہ بسمہ۔ آخر رشتہ کیا ہے تمہارا اس کے ساتھ۔میری بیٹی کا نام لیتے ہوئے تمہارے اندر کا مومن نہیں جاگ رہا۔"مومن ابراہیم کی آنکھیں ابل باہر آئیں۔وہ ان دونوں کو کس نظر سے دیکھ رہے تھے۔ لاحولا ولا قوۃ۔

"اے۔ مسٹر کبیر ہر دوسرے بندے کو اپنے جیسا سمجھ لیا ہے کیا۔؟"

"سمجھا نہیں ہے لیکن ہر مرد ایک جیسا ہوتا ہے۔ہو سکتا ہے کہ تم بھی میری بیٹی میں۔۔۔"مومن نے ان کے منہ پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کی۔

"بسمہ شارق مجھے عزیز ہے اس لیے نہیں کہ میں اس میں انٹرسٹڈ ہوں بلکہ اس لیے کہ وہ ایک لڑکی ہے۔ اور کسی کی بہن بیٹی ماں کی عزت مومن ابراہیم کو سب سے زیادہ عزیز ہے۔اس میں عزتِ نفس باقی ہے۔ بسمہ شارق عظیم ہے اس لیے کہ وہ تم جیسے شخص سے نفرت کرتی ہے۔وہ تمہاری شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتی۔"مومن کہہ کر خاموش ہوا۔شارق کبیر کا چہرہ اہانت کے مارے سرخ پڑ گیا لیکن وہ ڈھیٹ تھے۔ ایک ڈھیٹ بیٹی کے باپ تھے۔

"چلو ایک ڈیل کر لیتے ہیں۔؟"

"کیا۔؟"مومن نے پوچھا۔اب وہ کیا نیا شوشہ چھوڑنے والے تھے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"تم بسمہ شارق رکھ لو اور مجھے میری دولت لٹا دو۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ مومن ابراہیم کہ میری بیٹی مجھے کنگال کر کے میری دولت ہتھیا کر لے گئی تھی۔ تم وہ پراپرٹی مجھے واپس لا دو تو میں بسمہ کی جان چھوڑ دوں گا۔ ورنہ ہو سکتا ہے کسی دن وہ تمہیں اس زمین پر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔" ان کا انداز کاروباری تھا۔ جیسے کوئی سوداگر بولی لگاتا ہے۔

"یو باسٹرڈ۔" مومن نے ایک مزید مکا ان کے بائیں گال پر جڑا۔ اب کی بار منہ سے خون نکلا تھا۔

"تم جیسا گھٹیا باپ میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا جو دولت کی خاطر اپنی سگی اولاد کا سودا کرنے لگے۔ اس دولت اس زمین کے دو ٹکڑوں کے پیچھے ہو تم۔ لالچی کمینے۔ تمہیں جتنی دولت چاہیے ناں وہ تمہارے منہ پر مار دوں میں کیونکہ دولت جان نہیں خرید سکتی۔" وہ پھنکارتا ہوا باہر نکلنے لگا جب پیچھے سے شارق کبیر کی آواز ابھری۔

"وہ میری بیٹی ہے۔ شارق کبیر کی بیٹی۔ ایک گناہگار زانی کی بیٹی۔ کرپٹ انسان کا خون ہے وہ۔ اسے مجھ سے لاکھ نفرت سہی۔ وہ مجھے اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے کی خواہش ہی کیوں ناں رکھتی ہو۔ لیکن وہ ایک بیٹی ہے اور ایک بیٹی کیا کر سکتی تم سوچ بھی نہیں سکتے مومن ابراہیم۔" وہ تن بدن میں آگ لیے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ پھر وہ رکا نہیں دو دو سیڑھیاں ایک ساتھ پھلانگتا وہ دالان عبور کرتا باہر نکل گیا۔ پیچھے شارق کبیر اسے تکتے جھکتے اپنی دردوں پر مرہم رکھ رہے تھے۔

ماضی:

بیٹے کی لاوبالی طبیعت میں سدھار آتے دیکھ کر گل زرین سکندر نے صدف اور اس کے رشتے کو دل سے قبول کر لیا تھا۔وہ باپ تھے اپنی اولاد سے کب تک ناراض رہتے۔؟

ان دونوں بھائیوں کی شادی اکٹھی ہوئی تھی۔معید سکندر اور ثانیہ کی رخصتی کے ساتھ ساتھ واجد اور صدف واجد سکندر کا ولیمہ۔وہ خوش تھے بلآخر انہیں اپنے صبر کا پھل مل چکا تھا۔محبت وقت مانگتی ہے اور گزرتے ہر لمحے کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ان کی زندگی ایک خوبصورت ڈگر پر چل نکلی تھی۔جہاں ہر طرف بہار اور ہر سو خوشیوں کا بسیرا تھا۔

جہانداد ملک کی واپسی دو سالوں بعد ہو چکی تھی۔ماں کی دہائیوں اور باپ کی دھمکیوں کے آگے وہ سر جھکا گیا اور یوں اس کی شادی اپنی دور پرے کی رشتہ دار ساحرہ سے ہوئی تھی۔اس وقت اس کی عمر ستائیس برس تھی۔اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے نوازا تھا۔وہ ابھی تک لندن میں ہی رہائش پذیر تھا۔بدلہ لینے کا جنون آج بھی اس کے دل و دماغ میں زندہ تھا۔اس کے دشمن اس سے دور تھے۔اسے معلوم ہوا تھا کہ کسی بھی کام کو کرنے میں طاقت درکار ہوتی ہے اور۔پیسہ وقت کی ضرورت ہوتا ہے۔اس سے بڑی طاقت اس دنیا میں کوئی نہیں۔اس کی اولین ترجیح اپنی طاقت کو بڑھانا تھا جس کے لیے اس کا شمار بڑی سے بڑی غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ہونے لگا۔وہ اس دلدل میں دھنستا چلا گیا۔ساحرہ ملک سے اس کو کبھی دلی محبت

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

نہیں ہو سکی تھی۔ والدین کی زندگی میں وہ اپنا بدلہ پورا نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن ایک بات طے تھی اس کو برباد کرنے والوں نے کتے کی موت مرنا تھا۔

"تمہیں اللہ کا واسطہ ہے دادا اس معصوم کو اتنی بڑی سزا مت دو۔" ساحرہ ملک چیخ رہی تھیں۔

"تمہیں میرے معاملات میں دخل اندازی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں جو ایک بار ٹھان لوں وہ کر کے دکھاتا ہوں۔" اس وقت اس کی عمر تیس سال تھی۔

"دادا وہ کسی کی بیوی ہے، کسی کے بچے کی ماں ہے اس کو برباد مت کرو خدا کا قہر نازل ہو گا تم پر۔" آنسو ان کے گالوں کو بھگو رہے تھے لیکن وہ اس وقت اس جلاد صفت انسان سے کسی کی بخشش مانگ رہی تھی۔

"چٹاخ۔" متوقع تھپڑ سے وہ لڑکھڑائی تھیں جہانداد ملک نے انہیں بالوں سے جھپٹا۔

"گھٹیا عورت خود کیا ہو تم۔ میرے معاملات میں بولنے کی اوقات نہیں ہے تمہاری۔۔" وہ دھاڑے اور تن فن کرتے کمرے سے نکل گئے۔

"مم۔بب۔۔" دروازے کے پیچھے چھپی دو اڑھائی سالہ انمول نے آواز لگائی۔ غزالی آنکھوں میں خوف کے ڈورے ہلکورے لے رہے تھے۔

"انمول میری جان۔" ساحرہ ملک نے اسے اپنے سامنے کیا وہ ڈر کے مارے کانپ رہی تھی کیونکہ وہ آج کی انمول سے مختلف تھی۔

"مم۔ با۔ با بلے اے۔ بابا۔" (ماما بابا برے ہیں بابا) وہ اپنی طوطلی زبان میں اپنی سمجھ کے مطابق بول رہی تھی۔

جو شخص اس کی ماں کو اذیت پہنچانے کا سبب بن رہا تھا وہ انمول ملک کی نظر میں برا تھا۔ ساحرہ ملک انمول کی پیٹھ تھپکتی کچھ دیر پہلے جہانداد ملک کی باتوں کو سوچ رہی تھیں۔ وہ فون پر کسی سے بات کر رہے تھے ان کی باتوں میں صوفیہ ابراہیم کا نام واضح تھا۔ وہ اس بات سے انجان نہیں رہ پائی تھیں کہ صوفیہ ابراہیم کے لیے طلوع ہونے والا سورج بری نوید لے کر آنے والا تھا۔

واجد سکندر کی پہلی اولاد ماہیر سکندر کی صورت اس دنیا میں آئی تھی۔ وہ ہیزل گرین آنکھوں والا شہزادہ سب کا لاڈلا تھا۔ وہ نفرت سے دور پیار کیے جانے کے قابل تھا۔ اس کی پیدائش کے ایک سال بعد معید سکندر کے ہاں اللہ کی نعمت آئی تھی۔ بالاج سکندر سنہری آنکھوں والا مغرور شہزادہ۔ سکندر حویلی کے مکینوں کو تمام خوشیاں نصیب تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ماہیر اور بالاج کی دوستی مثالی بنتی جا رہی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بنا لقمہ تک نہیں نگلتے تھے۔ وہ دوست نہیں تھے بلکہ ایک جان ایک روح تھے۔

ایک شام جب سورج مغرب کی جانب روانہ ہوا تو اس پوش ایریا میں کھڑی سکندر حویلی کے قریب واقع پارک میں کسی کی چیخ بلند ہوئی۔

Aesthetic Novels

"آآآآ۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔ تبھی ایک جانب کھڑے اس آٹھ سال کے بچے نے اپنا بلا زمین پر پھینکا۔ وہ ہوا میں بلند ہو کر دوبارہ زمین بوس ہو گیا۔ وہ تیر کی تیزی سے روتے بلکتے بچے کے قریب آیا تھا۔ جس کے گرد چودہ پندرہ سالہ لڑکے جمگھٹا بنائے کھڑے تھے۔

"اے ے۔ میرے بھائی سے دور ہو جاؤ۔" اس نے انگلی اٹھا کر وارننگ پیش کی۔

"نہیں تو کیا کرلے گا تو چھوٹو۔" وہ لڑکے قہقہہ لگا کر ہنسے۔ لڑکے نے جھک کر مٹھی میں مٹی بھری۔ اس مٹی میں کنکر بھرے ہوئے تھے۔ اور پھر اس نے وہ مٹی ان سب کی آنکھوں میں پھینکی۔ اب کی بار اس پارک میں مختلف چیخیں بلند

ہوئی تھیں۔ سبز آنکھوں والا بہادر بچہ دوسرے بچے کو لے کر بھاگا۔ اور پھر اس نے پارک کے گیٹ پر آ کر دم لیا۔ سنہری آنکھوں میں آنسو لیے بالاج سکندر ماہیر سکندر سے لپٹ گیا۔

"اگر تم نہ آتے تو وہ گندے بچے مجھے مار دیتے۔"

"میرے ہوتے ہوئے کوئی میرے بھائی کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔" اس نے بالاج کی پیٹھ تھپک کر خود سے دور کیا۔ وہ اب بھی سرخ ہوتی آنکھوں میں آنسو جمع کیے کھڑا تھا۔

"ارے روؤ مت۔ تم مرد ہو اور مرد کبھی روتے نہیں ہیں۔ تم ہر مشکل وقت میں مجھے آواز دو گے۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ کھڑا ہوں گا۔" ماہیر سکندر اور وہ دونوں اب اپنے گھر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ یہ پارک ان کا پسندیدہ تھا۔ جب بھی کوئی ایک دوسرے سے ناراض ہوتا تو وہ یہیں تھا۔ انہیں معلوم تھا دوسرا وہاں ضرور آئے گا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

حال:

جولائی کی گرمی اور اوپر سے چولہے کے باعث کچن میں بن جانے والی حبس- اس نے کبھی اپنی حویلی میں رہ کر کاموں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اور اب یہاں چولہے پر چائے کی کیتلی چڑھائے بیٹھی تھی۔ ملک کی اطلاع اسے صبح مومن کے ہاتھ ملی تھی کہ وہ ٹھیک ہے۔ انمول کا دل ابھی تک ڈر سے لرز رہا تھا لیکن وہ بے حس بنی چائے میں الائچی ڈال رہی تھی۔

اس کے عقب میں بنے لیونگ روم میں جھانکو تو وہاں تمہیں دو نفوس بیٹھے نظر آئیں گے۔ نارنجی اور سفید رنگ کے امتزاج میں ملبوس بسمہ شارق اور ایک سفید پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس صوفیہ ابراہیم۔ بسمہ شارق کا حلیہ عام دنوں سے مختلف تھا۔ آج اس نے انمول کی طرح پیروں کو چھوتی شرٹ پر ٹراؤزر زیب تن کیا تھا۔ وہ دوپٹہ شانوں پر پھیلائے ہوئے تھی جبکہ ٹریننگ سینٹر میں رہتے ہوئے اسے سرگرمیوں کے لحاظ سے آرام دہ کپڑے پہننے کو ملتے تھے۔ بہرحال وہ شکر مند تھی کہ اس کی ٹریننگ درمیان میں روک دی گئی ۔ لیکن آخر کب تک۔

اس کے برعکس صوفیہ ابراہیم اس کے دائیں طرف بیٹھی میٹھی میٹھی نظروں سے اس سرمئی آنکھوں والی لڑکی کو دیکھ رہی تھیں انہیں تو جیسے بسمہ شارق کی شکل میں بیٹی مل گئی تھی۔

" تمہاری امی کہاں ہوتی ہیں؟" وہ اس سے مخاطب ہوئیں۔ وہ تینوں کافی دیر سے بیٹھی باتیں کر رہی تھیں جب انمول چائے بنانے کا کہتی وہاں سے اٹھ گئی۔ اب وہ دونوں وہاں موجود تھیں۔

" وہ اس دنیا میں نہیں ہیں آپ نے کیوں پوچھا۔؟"

"تمہاری ماں بہت عظیم عورت ہو گی جس نے تمہاری ایسی تربیت کی۔" بسمہ کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔

" کیا میں نے کچھ غلط کہ۔۔" صوفیہ معافی مانگنے لگی تھیں۔

"اپنی تربیت میں نے خود کی ہے آنٹی۔ میری ماں مجھے پیدا کرتے ہی اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔" وہ ہاتھوں کی انگلیاں مسل رہی تھی۔اس کی آواز کچن میں کھڑی انمول تک بھی پہنچی تھی۔ کپوں میں چائے ڈالتے اس کے ہاتھ کانپ اٹھے۔

" انمول یہ دیکھو تمہاری ماما کو کیا ہو گیا۔" اس کے ذہن میں جہانداد ملک کا کہا جملہ گونجا۔

" میری ماں کے خون کا بدلہ آپ کو چکانا ہو گا بابا" وہ دل میں پھنکاری۔ آنکھوں میں نفرت واضح تھی۔ہاں وہ جانتی تھی کہ اس کی ماں کا قاتل اس کا اپنا ہی سگا باپ ہے۔وہ خاموش تھی کیونکہ وہ انمول ملک تھی۔ اپنے رب اور باپ کے سوا کسی تیسرے سے نہ ڈرنے والی۔ خشیت الٰہی اس کے دل میں تھا۔ اور باپ کا ڈر فطری نہیں تھا۔وہ اپنے باپ سے ڈرتی تھی۔ وہ قتل کیے جانے سے ڈرتی تھی۔ وہ ڈرتی تھی کہ جہانداد ملک کسی دن اسے بھی اس کی ماں کی طرح زینوں سے دھکا دے کر مار دیں گے اور یقیناً یہ ان کے لیے مشکل نہ ہو گا۔

"ایسا نہیں کہتے اس سب میں میرے رب کی مرضی تھی۔ تمہاری ماں اس دنیا میں نہیں تو کیا ہوا آج سے تم میری بیٹی ہو۔"

" اور وہ۔ آپ کا ہلاکو خان۔ کیا وہ بانٹ لے گا آپ کے پیار کو مجھ سے۔" وہ ہنسی۔اس کی مسکراہٹ پیاری تھی۔

" میرا ہلاکو خان۔" وہ ماں تھیں۔ آنکھیں گرم سیال سے نم ہوئیں ان آنکھوں کی ٹھنڈک اب مومن ابراہیم کا دیدار تھا۔

دروازے پر بیل بجی بسمہ شارق اٹھ کر باہر کی جانب بڑھی۔انمول چائے ٹرے میں رکھے لارہی تھی۔اس نے دروازہ کھولا سامنے ہی بلیک سوٹ میں ملبوس مومن ابراہیم کھڑا تھا۔اس نے بسمہ کو دیکھا۔وہ نارنجی سوٹ میں سورج کی پھوٹتی کرن لگ رہی تھی۔اس پر مشرقی لباس جچ رہا تھا۔

" السلام علیکم!" مومن غش کھاتے کھاتے گرا۔سلام کی امید اسے اس لڑکی سے نہ تھی۔

" واعلیکم السلام۔" وہ آہستہ آواز میں بولا۔ذہن میں ابھی تک شارق کبیر کی باتیں گونج رہی تھیں۔بسمہ نے اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔نگاہیں اس کے چہرے پر جمائے رکھیں۔وہ منہ میں کچھ گنگناتے ہوئے راہداری میں آگے بڑھا۔وہاں سے لیونگ روم میں بیٹھے افراد نظر نہیں آتے تھے۔راہداری عبور کی اور وہ ایک دم ٹھہر گیا۔ساری دنیا ساکت ہوئی تھی۔ہر نفس نے دم سادھ لیا۔

یہ ملن تھا۔مومن ابراھیم اور اس کی بدقسمت ماں کی پہلی ملاقات۔وہ اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ہل پایا۔صوفیہ ابراہیم۔اس کے باپ ابراہیم داؤد کی بیوہ۔مومن نے انہیں تصویروں میں دیکھا تھا۔لیکن وہ شبابی سے اسلافی تک کا سفر تہہ کر چکی تھیں۔چہرہ آج بھی ویسا تھا بس جھریاں اپنا جال بچھائے بیٹھی تھیں۔بال

Aesthetic Novels

دوپٹے کے ہالے سے جڑوں کی سفیدی دکھلا رہے تھے۔ وہ انہیں کبھی پہچان نہیں پاتا لیکن ان کی گہری بھوری آنکھیں۔ آہ۔ اس کا دل سیپارہ ہوا۔ ٹکڑوں میں بٹا ہوا دل۔ اور ریزہ ریزہ ہوتا وہ شخص مومن تھا۔

"مومن میرے بیٹے۔" صوفیہ کی آواز حلق میں اترتے آنسوؤں نے بند کی۔ مومن کا دل ان کی آواز سننے کو تڑپنے لگا۔

"ما۔ما۔ں" اس کے لب وا ہو گئے۔ آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر ہلکی ہلکی بیئرڈ میں جذب ہوا تھا۔ صوفیہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو چکی تھیں۔ بسمہ اور انمول کی نظریں ان ماں بیٹا پر تھیں۔ مومن ابراہیم کا دل دھڑکنا بھول چکا تھا۔ کتنا بدقسمت تھا وہ جس نے بچپن سے ماں کا لمس محسوس نہیں کیا تھا وہ انہیں دو قدم کی دوری پر دیکھتے ہوئے بھی دیری کر رہا تھا۔ لعنت ہو مومن تم پر!

"ماں!" وہ آگے بڑھا اور ماں کی پیشانی چوم لی۔ جس لمس کو وہ آج تک اپنی پیشانی پر محسوس نہیں کر پایا تھا وہ لمس جو ماں اپنے بچے کو بخشتی ہے وہ اتنا بڑا ہو گیا تھا کہ اپنی ماں کی پیشانی چومے انہیں اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھا۔

"آپ کہاں تھی ماں؟ آپ اپنے بیٹے کے ساتھ نہیں تھیں۔ آپ کو مجھ سے جدا کرنے کا حق کسی کو نہیں تھا۔ ایک ماں سے اس کی اولاد چھیننے کا حق کسی کو نہیں ہوتا۔ مومن ابراہیم سے بڑا بدقسمت اس دنیا میں کوئی نہیں۔" وہ رو رہا تھا۔ اور بسمہ شارق پہلی بار اسے روتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کا رندھا ہوا لہجہ سب کی آنکھیں نم کر گیا۔ اس کے جملے بے ربط تھے۔ صوفیہ ابراہیم کی ہچکی بندھ گئی۔

"میرے بیٹے۔ میری جان میرا مومن۔ ماں صدقے۔" صوفیہ ابراہیم نے اسے اپنے سامنے کھڑا کرتے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں تھاما۔

"میں نے آپ کو بہت مس کیا ہے ماما۔ میں نے آج تک آپ کے لمس کو محسوس نہیں کیا۔" وہ کسی بچے کی طرح شکوے کر رہا تھا۔ صوفیہ ابراہیم نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور مومن ابراہیم کو لگا جیسے پوری دنیا کے گلے شکوے مٹ گئے ہوں۔ ہر شے بارش کے بعد کے موسم کی طرح دھل گئی ہو۔ یقین کرنا مشکل تھا کہ جس ہستی کا انتظار اس نے تئیس سال کیا تھا وہ اس کے سامنے کھڑی تھیں۔

"آئیں اندر چلتے ہیں مجھے آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" وہ انہیں اپنے مضبوط بازوؤں کے حلقے میں لیے اپنے سابقہ کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

بسمہ اور انمول کا بھی سکتہ ٹوٹا تھا۔

"ہر شخص کی کہانی ایک سی کیوں ہوتی ہے۔" بسمہ صوفے پر بیٹھی۔ اگلے ہی پل چہرہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔ وہ رونے لگی تھی لیکن کیوں؟ انمول بھی یک دم پریشان ہوئی۔

"بسمہ کیا ہوا ہے تمہیں؟ ایسے روؤ تو مت کچھ بتاؤ تو سہی۔" اس نے بسمہ کے چہرے سے ہاتھ ہٹائے۔ اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔

"مومن بہت لکی ہے جسے اس کی ماں آج تئیس سال بعد زندہ سلامت مل گئی ہے انمول لیکن میں اپنی ماں کہاں سے لاؤں۔؟ میری اور اس کی کہانی مختلف نہیں ہے بس فرق صرف اتنا ہے کہ اس کی ماں کو اس سے جدا کرنے والا جہانداد ملک تھا تو میری ماں کو مجھ سے میرے رب نے چھین لیا۔" انمول نے ترحم سے اسے

دیکھا۔اس بچی نے بھی کبھی اپنی ماں کا لمس نہیں پایا تھا۔انمول ملک خود کو خوش قسمت تصور کرنے لگی تھی کہ وہ تین سال تک اپنی ماں کے سائے تلے رہی تھی۔

"تم نے ٹھیک کہا تمام کہانیاں ایک جیسی ہوتی ہیں۔میری اور تمہاری کہانی بھی مختلف نہیں ہے بسمہ شارق۔"انمول سرد لہجے میں بولی۔کچھ ایسا تھا جو بسمہ شارق کے بہتے آنسو تھم گئے۔اس نے ناسمجھی سے انمول کو دیکھا۔اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔؟"

"اس دنیا میں روز لاکھوں مرتے اور لاکھوں بچے ہی جنم لیتے ہیں۔ان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی ماں کو کھو دیتے ہیں۔اور ان میں سے دلیر وہ ہوتے ہیں جو یہ جان جاتے ہیں کہ ایک ماں کو ہم سے دور کرنے والا ستر ماؤں سے بھی زیادہ ہم سے پیار کرتا ہے۔وہ زمانے میں رہنا سیکھ جاتے ہیں۔تم دلیر بچوں کی فہرست میں آتی ہو۔تم نے کبھی اپنے باپ کے ماحول کا اثر خود پر نہیں پڑنے دیا۔تم نے ٹھیک کہا تمہاری تربیت بسمہ شارق نے کی ہے۔لیکن لاعلمی سب سے بڑا عذاب ہے بسمہ۔تمہاری ماں کبھی مری نہیں تھی نہ ہی وہ تمہیں پیدا کر کے تنہا چھوڑ کر چلی گئی۔اس پہیلی کا جواب تمہیں تمہارا اپنا آپ دے گا۔"اس اپارٹمنٹ کی پوری چھت بسمہ شارق پر گری تھی۔اس نے بے یقینی سے سر اٹھایا۔آنسو بہت دیر کے خشک ہو چکے تھے۔انمول افسردگی سے میز پر دھرا چائے کا کپ اٹھا رہی تھی۔چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی اور انمول ملک کو ٹھنڈی چائے ہی پسند تھی۔پسند کہو یا عشق۔

دوران قبل:

وہ دونوں ہاسپٹل کے ٹھنڈے کاریڈور میں بیٹھے تھے۔ اندر ندیم دار ازیر علاج تھا۔ اس کا بچنا ناممکنات میں سے تھا۔ لیکن امید اور کوشش پر ہی یہ دنیا قائم ہے۔

" وہ وہاں کیوں آیا اور اگر آپ کو مارنے آیا تھا تو آپ کی جگہ اس نے گولی کیوں کھائی اس سب کا جواب مجھے آپ سے چاہیے بھائی۔" مومن کا لہجہ بہت کچھ جتا تا ہوا تھا۔

" یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔" ملک نے لاعلمی دکھائی۔

کچھ دیر بعد دو ڈاکٹر ان کی جانب آتے دکھائے دیے۔

"پیشنٹ کی کنڈیشن کیسی ہے ڈاکٹر۔؟" ملک نے پوچھا۔ مومن انگلیوں پر سیکنڈ گننے لگا۔ ایک دو۔ اور ابھی اِنَّ لِلّٰہِ وَ۔۔۔

" ہی از فائن ناؤ۔ گولی نکال دی تھی جس کی وجہ سے وہ خطرے میں تھے لیکن اب آپکی دعائیں رنگ لائی ہیں جو وہ خطرے سے باہر ہیں۔ آپ دونوں میں سے ملک کون ہے۔؟"

"میں ہوں ملک" ملک آگے بڑھا۔

"آپ کو پیشنٹ بلا رہے ہیں لیکن کوشش کی جائے کہ آپ کی کسی بات سے انہیں دکھ یا صدمہ نہ پہنچے۔" مومن شدید بدمزہ ہوا۔ جتنا ندیم دار اکر چکا تھا اس کا بس چلتا تو وہ اسے دکھ اور صدمے کی بجائے اوپر پہنچا دیتا۔

اگلے منظر میں ملک ندیم دارا کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔

" مم۔مجھے معاف کر دیں بھائی میں نے بہت سے غلط کام کیے ہیں لیکن کبھی آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ آپ کا ایک احسان ہی میرے کندھے جھکا دیتا ہے بھائی۔" وہ بمشکل اپنے ہاتھ جوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ملک نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔وہ آگے بولنے لگا۔

" بہت سی ایسی باتیں ہیں جن پر سے راز کا پردہ اٹھنا بہت ضروری ہے بھائی۔"آئی سی یو مانیٹر پر اس کی دل کی دھڑکن چل رہی تھی۔نہ نارمل نہ شدید۔

"بولو۔میں سن رہا ہوں " اس نے ندیم کی ہمت بندھائی۔

"صوفیہ ابراہیم میرے گھر پر موجود ہیں۔میں نے کبھی خود سے وعدہ کیا تھا کہ صوفیہ ابراہیم کی قید کی زنجیر میں کاٹوں گا اور خود سے کیے ہوئے وعدوں کا پورا ہونا دل سے منوں بوجھ اٹھ جانے کے برابر ہے۔" ملک اپنے آس پاس کا ہوش بھول بیٹھا۔وہ صرف اسے سن رہا تھا۔کیا واقعی صوفیہ ابراہیم کی قید ختم ہو گئی تھی؟ کیا مومن کی بدقسمت ماں آزاد تھیں۔؟ یہ بات جلد از جلد مومن کو بتانی چاہیے۔اسے اپنی ماں عزیز تھی ماں کسے عزیز نہیں ہوتی؟

"میں جانتا ہوں کہ یہ بات پتہ لگوانا آپ کے لیے قطعاً مشکل کام نہیں ہے لیکن میں ایک اور آسانی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ پر حملہ جہانداد ملک نے نہیں شارق کبیر نے کروایا تھا۔ آپ کے نام کی سپاری تو مجھے ملی تھی۔ لیکن میں اپنے وفادار لوگوں سے غداری نہیں کرتا۔" اس کا اشارہ ملک کی جانب تھا۔وہ دماغ میں ریاضی کے سوالوں کی طرح دو جمع دو کر رہا تھا۔

"تم بھی میری طرح کے ایک بھیڑیے ہو ندیم۔ مجھے وفادار بھیڑیے پسند ہیں لیکن اپنے ماں باپ کے وفادار۔" ہیزل گرین آنکھوں میں سرخی اتری۔

" جانتا ہوں اور بہت سی جگہوں پر آپ کا گناہ گار بھی ہوں۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔ اب مجھے اپنے ایک سوال کا جواب آپ سے چاہیے۔" ندیم دارا نے اسے دیکھا۔

" پوچھو میں تمہیں جواب دوں گا۔"

" میرا باپ سلیم اور جہانداد ملک اچھے دوست تھے۔ وہ دونوں لندن میں اکھٹے پڑھا کرتے تھے۔ ہر گناہ میں برابر کے شریک۔ وہ دونوں بے مثال تھے۔ لیکن پھر جہانداد ملک کی غداری اور برین واشنگ کی بنا پر میرا باپ اس کے ہاں کام کرنے لگا۔ وہ چوبیس گھنٹے جہانداد ملک کے ساتھ ہوتا تھا۔ میری ماں اس کو لاکھ سمجھاتی لیکن وہ ایک عیاش مرد تھا۔ وہ کتوں کی طرح دن رات جہانداد ملک کے تلوے چاٹتا تھا۔ تم بھی اچھے سے جانتے ہو میرے باپ کو، آخر اس رات اس ٹرک میں کوئی اور نہیں بلکہ سلیم تھا۔ یہ شاید اس کی زندگی کا بڑا گناہ تھا لیکن پھر اس نے اپنے گناہوں کی سزا پائی۔ ایک دن وہ غائب ہو گیا۔ وہ یہاں پاکستان میں غائب ہوا تھا۔ ان دنوں میں امریکہ ہوا کرتا تھا۔ مجھے لگا کہ جیسا نداد ملک نے اسے بھی مروا دیا۔ لیکن نہیں بھائی۔ جہانداد ملک کے ہاتھوں میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ اپنے بچپن کے دوست کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ اس نے سلیم کو غائب ضرور کروایا تھا لیکن اس نے میرے باپ کی جان نہیں لی۔ اب میرا سوال یہ ہے بھائی کہ۔ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے میرے باپ کو کہاں کیا ہے۔؟ کون سے بل یا کون سے ملک میں اسے چھپا رکھا ہے آپ نے" وہ جو ریلیکس انداز میں اپنے بوٹ کی نوک سے فرش

کھرچ رہا تھا۔ ایک دم اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھٹتی گئیں۔ سوال غیر متوقع تھا اور مرحلہ حیرانی کا۔ ندیم دارا اپنے سوال کے جواب کا منتظر تھا تو ملک کے پاس جیسے الفاظ ختم ہو چکے تھے۔

ماضی:

یہ منظر لندن کے ایک ہسپتال کا تھا۔ وہ دونوں پریشان حال کاریڈور میں کھڑے دعا گو تھے۔ اندر آپریشن تھیٹر میں ان کی بیٹی صوفیہ ابراہیم داخل تھیں۔

"ابراہیم سے بات ہوئی آپ کی۔؟" ان کی ماں نے استفسار کیا۔

"اس سے رابطہ نہیں ہو پا رہا۔ لیکن وہ جلد ہی پہنچ جائے گا" ابراہیم داؤد کسی میٹنگ کے سلسلے میں ملک سے باہر گئے ہوئے تھے۔ ان سب کو وہیں چھوڑ کر اگر تم ہاسپٹل کے عقب میں بنے اس کمرے تک آؤ تو سورج کی روشنی چوکھٹ سے گزرتی اس شخص کے چہرے پر گر رہی تھی۔

" تمہیں جیسا کہا گیا ہے تم وہی اس کے ماں باپ سے کہو گی ورنہ انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔" جہانداد ملک اپنے ہاتھ میں ایک نومولود بچے کو اٹھائے سامنے کھڑی نرس سے مخاطب تھے۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

جہانداد ملک نے زہر خند نگاہوں سے اس بچے کو دیکھا۔ آج اللہ نے صوفیہ ابراہیم کو اولاد نرینہ سے نواز تھا۔ لیکن جہاندار ملک انہیں ان کی اولاد کی شکل دیکھنے کو بھی ترسانے والے تھے۔ اولاد کو چھین لینے سے ماں کی حالت ایک مردہ جیسی ہو جاتی ہے تو وہ بھلا کیونکر نا یہ کام انجام دیتے۔

دوسری جانب ایک نرس ان کے والدین کے سامنے کھڑی تھی۔

" آئی ایم سوری آپ کی بیٹی نے ایک مردہ بیٹے کو جنم دیا ہے۔" ان دونوں کے کندھے ڈھلک گئے۔ وہ شاک کی کیفیت میں اس نرس کو دیکھ رہے تھے۔ یقین کرنا مشکل تھا کہ ان کا نواسا اس دنیا میں آنے سے قبل مر چکا تھا۔ کیا واقعی؟

" اور میری بیٹی۔؟" ان کا دل دھڑکا۔

"ان کی حالت بہت کریٹیکل تھی اس لیے انہیں بیسٹ ٹریٹمنٹ کے لیے دوسرے ہسپتال شفٹ کیا گیا ہے۔"

"واٹ! آپ ایسے کیسے ہماری بنا اجازت اسے کہیں بھی بھیج سکتے ہیں۔؟" انہوں نے پورا ہسپتال سر پر اٹھالیا تھا۔ اگلے چند لمحات میں یہ خبر ان پر پہاڑ بن کر ٹوٹی تھی کہ ان کی بیٹی لاپتہ ہو چکی ہے۔

یہ وقت شام کا تھا۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں کھڑے تھے۔ ہاتھوں میں ایک نومولود کا بچہ اٹھائے وہ جھنجھلا کر فون پر آتی کال کاٹ رہے تھے۔

"ارے بس بس بابا کی جان۔" بچہ حلق پھاڑ کر رونے لگا۔ ابراھیم داؤد اسے خاموش کروانے کی تگ ودو کر رہے تھے۔ تبھی وہ خاموش ہو گیا۔

"بابا کی جان کا کوئی پیارا سا نام بھی تو ہونا چاہیے ناں؟" وہ اسے پچکار رہے تھے۔

"مومن۔ہاں مومن ابراہیم نام ہو گا آج سے میرے بیٹے کا۔" انہوں نے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ بچہ سکون سے آنکھیں موند گیا۔

"مومن کیونکہ مومن کبھی جھکتا نہیں۔مومن کیونکہ مومن ظالموں پر بھاری ہو گا۔مومن کیونکہ میرا مومن سچا ہو گا۔وہ ہمیشہ حق کے ساتھ کھڑا ہو گا۔" وہ اسے پکارتے ہوئے سلانے کی کوشش کر رہے تھے۔کچھ ہی دیر میں وہ بچہ نیند کی وادیوں میں اترتا چلا گیا۔

ہاں وہ مومن ابراھیم تھا ابراھیم داؤد اور صوفیہ ابراہیم کی سگی اولاد۔

جہانداد ملک نے محض ایک نرس کو خریدا تھا لیکن ابراھیم داؤد نے پورے ہسپتال کو خریدا ہوا تھا۔

جو بچہ جہانداد ملک کے پاس گیا وہ لاوارث تھا۔لے پالک تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

" تمہیں شرم نہیں آئی جہانداد ملک۔ایک ماں سے اس کی اولاد چھینتے ہوئے تمہارا دل نہیں کانپا۔؟" ساحرہ بیگم نے ترحم سے بیڈ پر پڑے اس بچے کو دیکھا۔

" آہستہ بولو ساحرہ۔وہاج اٹھ جائے گا۔" وہ اس بچے کا نام بھی رکھ چکے تھے۔

" میں چیخ چیخ کر سب کو بتاؤ گی کہ تم نے صوفیہ ابراہیم سے اس کی اولاد چھینی ہے۔" وہ چیختی ہوئی کمرے سے باہر نکلی تھیں۔جہانداد ملک بھی ان کے پیچھے دوڑے۔

"رک جاؤ ساحرہ ورنہ میں بہت برا پیش آؤں گا۔" انہوں نے ساحرہ کو سیڑھیوں پر جالیا۔

"کیا کرو گے تم۔ مارو گے مجھے مار دو لیکن۔"

" میں ایک سیکنڈ سے پہلے تمہیں ان زینوں سے دھکا دے کر مار سکتا ہوں اور رہی بات اس بچے کی تو جواباً میں سب کو بتاؤں گا کہ ساحرہ ملک وہاج ملک کو جنم دیتے ہوئے چل بسی۔ چچ۔ چچ۔" ساحرہ نے بھڑک کر ان کا گریبان جکڑا اور اس سے پہلے کہ وہ ایک تھپڑ جہانداد ملک کو دے مارتیں۔

جہانداد ملک نے اپنی کہی بات پر عمل کرتے ہوئے انہیں پیچھے کی جانب دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑائیں اور نا جانے کتنی ہی سیڑھیاں گرتی اپنے ہوش و حواس سے بے گانہ ہو گئیں۔

انہوں نے داخلی دروازے پر کسی کی پرچھائی ابھرتی محسوس کی۔

" انمول۔" وہاں اڑھائی تین سال کی انمول کھڑی تھی۔ وہ اپنی جگہ پر جامد ہو گئے۔ وہ تو آیا کے ساتھ پارک گئی تھی پھر یہاں کیسے ؟

"ساحرہ۔" چہرے پر افسوس اور کرب کے ملے جلے تاثرات لاتے وہ ساحرہ کی جانب بڑھے۔

" ساحرہ اٹھو ساحرہ۔ انمول یہ دیکھو تمہاری ماما کو کیا ہو گیا۔" انہوں نے ساحرہ کا گال تھپتھپایا۔ لیکن وہ اب اس دنیا میں نہیں تھیں۔

" بابا۔" انمول رونے لگی تھی۔ بابا نام کی پکار میں کتنی شدت تھی۔ جہانداد ملک کو اپنی غلطی کا احساس جی بھر کر ہوا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

صوفیہ ابراہیم کو ہسپتال سے نکلوانے کے پیچھے ابراہیم داؤد کا ہاتھ تھا لیکن کب اور کیسے صوفیہ ابراھیم لاپتہ ہوئی یہ ان کے گمان میں نہیں تھا۔ انہوں نے ہر جگہ، ہر ممکن شخص سے استفسار کر لیا تھا لیکن بے سود۔ اب تو انہیں یقین ہو چلا تھا کہ اس سب کے پیچھے بھی جہانداد ملک کا ہاتھ ہو گا۔ ابراھیم داؤد لندن سے امریکہ شفٹ ہو گئے تھے۔ بیوی کی جدائی کا غم انہیں نگل رہا تھا لیکن انہوں نے اپنی کوشش ترک نہیں کی تھی۔

"دروازہ کھولو۔ کوئی ہے پلیز میری مدد کرو۔" وہ دروازے کو پیٹتی اپنی مدد کے لیے کسی کو پکار رہی تھیں۔ ان سے ان کی اپنی اولاد چھین لی گئی۔ وہ پچھلے ایک ہفتے سے یہاں قید تھی۔ قیدہاں جہانداد ملک کے بنائے پنجرے میں قید۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

ایک دم دھاڑ سے دروازہ کھلا اور جہانداد ملک اپنی پوری وجاہت کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ وہ ان پر چیخی تھیں۔ چلائی تھیں۔ لیکن وہ بس خاموشی سے انہیں تکتے رہے۔

"میں نے تمہیں ٹوٹ کر چاہا تھا صوفیہ۔ ہمیشہ تمہارے نام کے ساتھ اپنا نام رکھا اور تم نے کیا کیا مجھے توڑ دیا۔ میرا وجود چھلنی کر کے تم اس ابراہیم سے شادی کر گئی۔" وہ خاموشی سے انہیں سننے لگیں۔

"مجھ سے بچپن میں ایک غلطی ہوئی تھی صوفیہ کہ میں نے تم سے منگنی کی۔ جس کی سزا اب تم بھگتو گی۔" وہ خاموش ہوئے۔ صوفیہ ابراہیم کے لب کچھ بولنے کو پھڑ پھڑا رہے تھے۔

"میری اولاد کہاں ہے جہانداد ملک۔؟ کیا کیا ہے تم نے اس کے ساتھ۔؟" انہوں نے جہانداد کو گریبان سے جکڑا۔ وہ قہر آلودہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔ یہ وہ چہرہ تھا جس کی تمنا کبھی انہیں تھی۔ لیکن وہ دھوکے باز نکلی تھیں۔ اور ان کی سزا موت ہونا تھی۔

"تمہاری اولاد مطلب تمہارا بیٹا اس وقت میرے پاس ہے وہاج ملک نام رکھا ہے میں نے اس کا۔ سوچو جس شخص کی تم شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی اس کا نام اپنی اولاد کے ساتھ کیسا لگ رہا ہے۔؟" صوفیہ کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا۔ کیا ابراہیم انہیں بھول گیا تھا۔

"بولو جواب دو مجھے۔ کیسا لگ رہا ہے اس قید میں رہ کر۔ میری محبت کی قید میں رہتی تو بہاریں تمہارا نصیب بنتی لیکن یہ سزا تم نے خود چنی ہے۔ میں جہانداد ملک آج اسی لمحے صوفیہ 'ابراہیم' کی محبت سے دستبردار ہوتا ہوں۔" اور اسی لمحے صوفیہ ابراہیم کا وجود پتھر ہو گیا۔ انہیں غم نہیں تھا انہیں صدمہ تھا۔

"تم ہوتے کون ہو ایک ماں سے اس کی اولاد چھیننے والے۔ کس حق سے تم نے میرے بیٹے کو مجھ سے جدا کیا جہانداد ملک۔"

"تم نے کس حق سے میری محبت کی تزلیل کی تھی صوفیہ 'ابراہیم'۔ میری محبت روندے جانے کے قابل تو نہ تھی۔" ان کی آواز میں لرزپن تھا۔ لہجہ ہارا ہوا۔

جہانداد ملک وہاں سے نکل گئے۔ صوفیہ ابراہیم تنہا رہ گئیں۔ اس سیاہ کال کوٹھری میں اکیلی۔ اور یہ وہ دن تھا جب صوفیہ ابراہیم کی زبان پر تالا لگ گیا۔ جس کی کنجی ان کی اولاد تھی۔

"میرا بیٹا ایک دن مجھے یہاں سے نکالے گا۔" الفاظ ان کی زبان پر رقم کر دیے گئے۔ دن گزرے، مہینے نکلے اور سال بیتے لیکن صوفیہ ابراہیم کی قید کبھی ختم نہیں ہوئی۔

حال:

وہ صوفیہ ابراہیم کی گود میں سر رکھے لیٹی ان سے باتیں کر رہی تھی۔ اسے صوفیہ ابراہیم کی صورت ایک ماں مل گئی تھی۔ بسمہ شارق کا دل خوش تھا۔ صوفیہ ابراہیم اس کے بال سہلا رہی تھیں۔

"عمر کیا ہے تمہاری۔؟" وہ مستفسر ہوئیں۔

"اکیس سال۔ خیریت؟" بسمہ نے جواب دیا۔ وہ مسکرائی تھیں۔ وہ جب مسکراتی تھیں تو ان کی آنکھیں چھوٹی ہو جاتی تھیں۔

"ابھی تک شادی نہیں کی تم نے۔" بسمہ کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اکیس سال۔ کیا یہ کوئی عمر تھی شادی کی۔

"اکیس سال کوئی عمر نہیں ہوتی شادی کی۔" اس نے بتانا ضروری سمجھا۔

"ہاں لیکن خوبصورت اور پیاری لڑکیوں کا زیادہ دیر تنہا رہنا بھی اچھا نہیں ہے۔" انہوں نے اس کے بال ماتھے سے ہٹائے۔ وہ کھکھلا دی۔ خوبصورت اور پیاری۔ ہاں وہ تھی اتنی پیاری۔

"بالکل۔ آپ اس کی شادی کیوں نہیں کروا دیتیں۔" مومن ہاتھ میں جوس کا گلاس تھامے کمرے میں داخل ہوا۔

"ہینڈسم اور خوبصورت لڑکوں کا کنوارا رہنا بھی اچھی بات نہیں ہے ماما اس کے لیے بھی کوئی لڑکی ڈھونڈیں۔" وہ مومن کو دیکھ صوفیہ ابراہیم سے مخاطب ہوئی۔

"تم دونوں لڑنا تو بند کرو میں نے تو ایک بات کی تھی۔ ویسے ایک لڑکی ہے میری نظر میں تمہارے لیے۔" مومن کے سائیڈ ٹیبل پر گلاس رکھتے ہاتھ رکے۔ کانوں کی لوئیں تک سرخ ہوئی تھیں۔

"آپ اپنی نظروں کو قابو میں رکھیں۔ بہت سی لڑکیوں پر ٹک رہی ہیں میرے خیال میں۔ مجھے کسی سے شادی نہیں کرنی نہ آج نہ زندگی میں پھر کبھی۔" اس کا انداز ایک دم سے سنجیدہ ہوا تھا۔ بسمہ نے بغور جائزہ لیا وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ کمرے سے باہر نکلا تھا۔

'اس سب کی وجہ آپ ہیں انمول۔ کاش آپ اس کا محبت سے بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیتیں۔' بسمہ شارق دل میں انمول سے مخاطب تھی۔ صوفیہ ابراہیم ماں تھیں اپنے بیٹے کی خوشیاں دیکھنا ان کا حق تھا لیکن یہاں بیٹا ہی کترا رہا تھا تو وہ بیچاری کیا کرتیں۔

"تم مومن کو سمجھاؤ بسمہ وہ شاید تمہاری بات مان جائے۔" انہوں نے بسمہ سے کہا۔ آنکھوں کی جوت ایک دم بجھ گئی تھی۔ بیٹے ماں کا احساس کیوں نہیں کرتے۔

"آپ ٹینشن مت لیں ماما۔ وقت لگے گا لیکن وہ سنبھل جائے گا۔"

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"اسے سنبھالنے کی خاطر کسی دوسرے وجود کا ہونا ضروری ہے بیٹا۔ جو اس کا ہیلر ہو۔ جو اس کے ٹوٹے ہوئے دل کو ہیل کر سکے۔" بسمہ کا دماغ مومن کی جانب جا چکا تھا۔ وہ آج بھی انمول سے محبت کرتا تھا۔ لیکن کہتا نہیں تھا۔ پہلی محبت کبھی بھلائی نہیں جا سکتی۔ وہ کم ہو سکتی ہے وقت کے ساتھ لیکن بھولنے کے لیے نئی زندگی کا ملنا ضروری ہے۔

مومن ہزار دعوے کرلے لیکن حقیقت وہی تھی جو کچھ عرصہ پہلے تک تھی۔

کمرہ نیم تاریک تھا ایسے کہ وہاں موجود واحد کھڑکی میں سے روشنی آتی اسے منور کر رہی تھی۔ کمرے کے وسط میں تمہیں کوئی شخص کرسی پر بیٹھا نظر آئے گا۔

"دد۔ دیکھو مجھے چھوڑ دو۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ کیوں تم لوگوں نے مجھے یہاں باندھ رکھا ہے۔؟" وہ کرسی کے ہتھوں پر بندھے اپنے ہاتھ کھولنے کی کوشش کرتا چیخ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں پر بھی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر تازہ زخموں کے نشان تھے۔

کھڑکی کے قریب کوئی کھڑا اپنا سانس باہر کی کھلی ہوا کے سپرد کر رہا تھا۔ کھڑکی سے باہر دیکھو تو تمہیں وہاں چند ٹوٹے پھوٹے گھروں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اس کا مطلب وہ گنجان علاقہ تھا۔ دفعتاً وہ شخص مڑا۔ دور سے دیکھنے پر ہی ہیزل گرین آنکھیں سرخ معلوم پڑ رہی تھیں۔ وہ آگے آیا اور پاس رکھی پانی کی بالٹی اس شخص پر انڈیل دی۔

"کون ہو تم۔" وہ شخص دھاڑا۔

"پہچان جاؤ گے۔" اور وہ تو آواز سے ہی پہچان گیا تھا کہ مقابل شخص ہے کون۔

" م۔ملک۔تت۔تم۔"ملک نے اس کی آنکھوں پر سے پٹی اتاری۔

" ملک نہیں ماہیر سکندر۔ جیا سکندر کا بھائی۔" اس شخص کا سانس سوکھنے لگا۔ حلق تر کرتے اس نے دوبارہ ملک کی جانب دیکھا۔

" مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا۔؟" ملک نے اس کو دونوں جبڑوں سے پکڑا۔اس شخص کی حیرت مزید بڑھتی گئی۔

"وہ تصاویر بالاج سکندر تک کیسے پہنچیں؟ جب میں نے تمہیں وارن کیا تھا کہ سکندر ہاؤس کے مکینوں سے دور رہنا تو تم کیوں باز نہ آئے۔؟" اس نے دریافت کیا۔ آواز میں غصہ تھا۔

" میں نہیں جانتا۔ جس مرضی کی قسم لے لو۔ میں نے کوئی تصویریں بالاج کو نہیں دیں۔ ناں ہی میں نے سکندر ہاؤس کے لوگوں پر نظر رکھی ہے۔ ہوا کیا ہے کچھ تو بولو۔؟" وہ ایک بار پھر سے چیخنے لگا۔

" تم نے نہیں دی تو کس نے دی ہیں۔؟ تمہارے علاوہ کون ہے اس کھیل میں شامل؟ آخر وہ شخص ہے کون جس نے میری بہن کو اس کے گھر سے دربدر کیا۔ میں تمہاری جان لے لوں گا وہاج ملک بتاؤ مجھے۔" ملک کی آواز دیوار سے سر پٹک کر واپس آنے لگی۔ وہاج کو اپنی موت قریب کھڑی قہقہہ لگاتی محسوس ہوئی۔

" میں نہیں جانتا میں تو جیا تک سے نہیں ملا۔ مجھ سے بے شک میرے باپ جہانداد ملک کی قسم لے لو۔" وہ ہاتھ بھی جوڑ سکتا تھا لیکن فی الوقت وہ بندھے ہوئے تھے۔ وہ مرنا نہیں چاہتا تھا اور ملک کے ہاتھوں ہرگز نہیں۔ ہر ذی روح کی طرح اسے بھی اپنی جان پیاری تھی۔

"کم از کم قسم تو اپنے سگے باپ کی کھا لیتے تم۔" ملک کے لہجے میں ناگواری تھی۔ وہاج ملک چونک گیا۔

" کیا بکواس ہے یہ؟"

"بکواس نہیں حقیقت کہو وہاج ملک۔ اور وہ یہ کہ جہانداد ملک تمہارا باپ نہیں تمہارا باپ کوئی اور ہے۔ اس نے صرف تمہیں ایک پالتو کتے کی طرح پالا ہے جبکہ سچ کچھ اور ہے۔" وہ جیب سے کچھ نکال رہا تھا۔

" کبھی تم نے کہا تھا کہ مجھے اپنی اوقات نہیں بھولنی چاہئیے۔ واقعی ہر انسان کو اپنی اوقات نہیں بھولنی چاہیے۔ اپنا اصل لے کر اس دنیا میں آئے ہو تو جاؤ گے بھی اپنے اصل کے ساتھ۔ تمہیں تمہارا اصل یہ بتائے گا۔" اس نے ایک خاکی رنگ کا لفافہ اس کے سامنے لہرایا۔ دوسرے ہاتھ میں کچھ اور بھی تھا۔ کوئی شیشی۔ اور یہاں وہاج ملک کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ زیرِ لب بڑبڑانے لگا۔ دعاؤں کا ورد۔

"پلیز پلیز ملک۔ میں نے کچھ نہیں کیا میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر تم کہو گے تو میں جیا سے بھی معافی مانگ لوں گا۔ بس ایک آخری دفعہ مجھے معاف کر دو۔ پلیز۔" وہ بھیک مانگ رہا تھا۔ ملک کو یقین ہو چلا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا۔ اگر تصویریں بالاج تک پہنچانے والا وہاج ملک نہیں تھا تو اسے اس دوسرے شخص کا سراغ لگانا تھا۔ اس نے تیزاب کی بھری شیشی دیوار میں دے ماری۔ کانچ ٹوٹا اور نتھنوں کو جلا کر راکھ کر دینے والی خوشبو پورے کمرے میں پھیلنے لگی۔

"آخری بار وہاج۔۔ یہ آخری دفعہ تھا اس کے بعد تمہارا کھیل ختم۔" اس نے وہ لفافہ وہاج ملک کے منہ پر مارا۔

"میرے ہاتھ تو کھولتے جاؤ۔" اسے باہر کی جانب بڑھتے دیکھ وہ پیچھے سے چلایا تھا۔

"نوکر نہیں ہوں میں تمہارا۔" وہ جھلا کر کہتا باہر نکل گیا۔ اندر پورے کمرے میں تیزاب کی اٹھتی تعفن زدہ خوشبو پھیلنے لگی۔ وہاج سے سانس لینا محال ہو رہا تھا۔

ماضی:

معید سکندر کو اللہ تعالیٰ نے ایک پیاری سی گڑیا عطا کی تھی جس کا نام انہوں نے منہا سکندر رکھا۔ ماہیر سکندر کے گیارہ سال بعد واجد سکندر کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نوازا۔ چند ماہ کی جیا سکندر اپنی معصومیت سے سب کا دل موہ لیتی۔ بالاج سکندر اسے گھنٹوں بیٹھ کر تکا کرتا تھا۔ وہ تھی ہی اتنی پیاری۔ ماہیر سکندر اور بالاج کی دوستی وقت کے ساتھ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھی تھے۔

"بالاج تم مجھ سے ایک وعدہ کرو گے۔؟" ایک دن وہ ایسے ہی اس سے بول اٹھا۔

"ہاں کیوں نہیں میں وعدہ کروں گا۔" اس کی عمر دس سال تھی جبکہ ماہیر اس سے ایک سال بڑا تھا۔

"تو پھر وعدہ کرو تم کبھی بھی جیا کو رونے نہیں دو گے۔ بلکہ ہمیشہ اس کا خیال رکھو گے۔ بتاؤ تم بنو گے ناں اس کے محافظ۔"اس کے باپ نے بتایا تھا کہ وہ جیا کا بھائی ہے اور اس کا محافظ۔ وہ یہی سب بالاج سے بھی ایکسپیکٹ کر رہا تھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں میں کہ تمہاری بہن کا خیال رکھوں گا۔" دس سالہ بالاج نے گیارہ سالہ ماہیر سکندر کے ہاتھ سے ہاتھ ملایا۔

یہ واقعہ چند روز بعد کا تھا جب ایک آفیشل ڈنر سے واپسی پر واجد سکندر اور صدف ملک جان کی بازی ہار گئے۔ اگر تم اس رات کو اس سنسان سڑک پر لے کر آؤ تو تمہیں وہاں روتا بلکتا بچہ نظر آئے گا۔ وہ اپنے ماں باپ سے اٹھنے کی فریاد کر رہا تھا۔ لیکن وہ جان سے جا چکے تھے۔ ایک ٹرک نے بری طرح ان کی گاڑی کچل ڈالی تھی۔ ماہیر سکندر اس رات بچ گیا تھا۔ کیسے؟

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

کچھ لمحے قبل ان کی گاڑی خراب ہوئی۔ تو وہ دونوں باپ بیٹا باہر نکل آئے۔ ماہیر سکندر سڑک کے درمیان میں کھڑا شرارتیں کر رہا تھا جبکہ واجد سکندر گاڑی پر جھکے اسے چیک کر رہے تھے۔ تب بھی یہ واقعہ پیش آیا۔ اس بچے کی زندگی جیسے ختم ہوتی جا رہی تھی اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے ماں باپ کو تڑپ تڑپ کر مرتے ہوئے دیکھا تھا۔

اس دن اس رات سے اس کی آنکھوں میں جنون سوار ہوا۔ بدلہ لینے کا جنون۔ انتقام کی آگ جو کبھی بجھتی نہیں ہے۔ اس جہاں میں تو کبھی نہیں۔

'انتقام اس کی خواہش نہیں جنون تھا۔'

جہانداد ملک وہاں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے زبردستی ماہیر سکندر کو اپنے ساتھ گھسیٹنا شروع کی۔ وہ سڑک پر اوندھے منہ گرا ان کے ساتھ کھنچا چلا جا رہا تھا۔ لیکن وہ ظالم تھے۔ بے حد جابر۔

"تمہارے ماں باپ نے اپنی غداری کی سزا پالی بچے۔ اب تمہاری باری۔ جانتے ہو میرے نزدیک غداری کی سزا کیا ہے۔ موت صرف موت۔ لیکن تمہارا وقت بہت دور ہے۔" وہ اسے اپنے ساتھ لے گئے۔

اپنے بھائی اور بھاوج کی موت کی خبر معید سکندر پر قہر بن کر ٹوٹی تھی۔ وہ ڈھے گئے تھے۔ اس دن ان کی کمر توڑ دی گئی۔ اوپر سے ماہیر سکندر کی گمشدگی کی خبر زخم گہرا کر رہی تھی۔ پولیس کا کہنا تھا کہ وہ بچہ انہیں کی مانند ٹرک تلے کچلا جا چکا ہے لیکن کسی نے ان کی بات پر یقین نہیں کیا۔ وہ لوگ سکندر ہاؤس شفٹ ہو گئے۔ سات ماہ کی جیا کو کچھ خبر نہ تھی۔ بس وہ ماں کا لمس محسوس نہ کر کے روتی تھی اور اس کا رونا بالاج کو چڑ دلاتا تھا۔ وہ اس سے نفرت کرنے لگا تھا۔ کیونکہ وہ ماہیر سکندر سے مشابہت رکھتی تھی۔ اور آنے والے اٹھارہ سال بالاج سکندر نے ماہیر سکندر کی نذر کیے تھے۔

جہانداد ملک اسے لے کر لندن آئے تھے وہ پاکستان رہنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ انہوں نے اس کے ڈاکیومنٹ میں اسے ایک نئی شناخت دکھائی تھی۔

"ملک"

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اس کا نام ماہیر سکندر سے بدل کر ملک رکھ دیا گیا اور پھر وہ نام تاحیات ماہیر سکندر کے ساتھ منتھی رہا تھا۔ لندن پہنچنے تک ماہیر سکندر صدمے سے خاموش رہا تھا۔ جب ہوش آیا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ سفاک انسان اس کا سگا ماموں ہے۔ وہ اس کے سامنے گڑگڑایا۔ رویا لیکن انہوں نے اس کی ایک نہ سنی۔

"کیا تم واپس جانا چاہتے ہو۔؟" انہوں نے ایک روز اسے پیار سے پچکارتے سوال کیا۔

"ہہ۔ہاں آپ آپ مجھے میرے گھر واپس بھیج دیں پلیز ماموں پلیز۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔" اس نے جھٹ اثبات میں سر ہلایا۔ وہ کچھ ہی دنوں میں بیزار ہو گیا تھا۔ سارا دن اور رات وہ ایک ہی کمرے میں بند رہتا۔

"اگر تو تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں واپس جانے دوں تو تمہیں میرے ساتھ رہنا پڑے گا۔" انہوں نے اسے امید تھمائی۔

"کب تک۔؟" وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کتنے دن کتنے ہفتے۔؟ لیکن۔۔

"دس سال تو کہیں نہیں گئے ملک۔" وہ مسکرائے۔ اور ماہیر سکندر پتھر کا ہو گیا۔

"تم واپس جا کر کیا کرو گے؟ ماں باپ تمہارے مر چکے ہیں پیچھے کیا بچا ایک بہن تو وہ بھی دیکھنا اپنی ماں کے نقشِ قدم پر چلے گی۔" وہ صحیح کہہ رہے تھے کہ اس کا پیچھے کوئی نہ تھا ماسوائے ایک بہن کے۔ اسے کافی دن گزر چکے تھے یہاں پر۔ اب تک تو اس کے گھر والے اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک چکے ہونگے۔ وہ ریلیکس ہو گیا۔ اسے اپنی بہن کی فکر ختم ہوئی۔ کیونکہ وہ اسے مضبوط انسان کے حوالے کر کے آیا تھا۔ اس کے حوالے جسے چٹان جتنا مضبوط خود ماہیر سکندر نے بنایا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اس کا پر سکون انداز جہانداد ملک کو کھٹکا ضرور لیکن وہ اسے وقت کے بدلتے حالات کی نظر کر گئے۔ ہو سکتا ہے وہ ان کی بات سمجھ گیا ہو۔ انہوں نے ماہیر سکندر کا داخلہ لندن کے ہائی سکول میں کروایا تھا۔ وہ اس کی تعلیم و تربیت کرنے والے تھے بالکل ویسے ہی جیسے انہوں نے وہاج ملک کی کبھی کرنا تھی۔

انہوں نے ملک کے کہنے پر اسے گھر کے اندر نہیں رکھا تھا بلکہ وہ اپنی مرضی سے سرونٹ کوارٹرز میں رہتا تھا۔ وہ بھی مطمئن ہو گئے۔ کم از کم انہیں اس کی شکل نہیں دیکھنا پڑے گی۔ رات کو ملک دیر تک باہر رہتا تھا لیکن انہوں نے کبھی وجہ جاننے کی کوشش نہیں کی ویسے بھی وہ اسے لندن کے ماحول میں رنگنا چاہتے تھے۔

موسم بہت خوبصورت تھا۔ کافی دنوں بعد آج دھوپ نکلی تھی یا یوں کہا جائے کہ وہ آج ملک کا دیدار کرنے نکلی تھی۔ وہ جب سے آیا تھا آج باہر نکلا تھا۔ وہ لان میں پڑی چیئرز پر بیٹھا آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ سامنے ٹیبل پر چائے کا کپ پڑا تھا۔ پاس ہی اس کا جرنل رکھا ہوا تھا۔ جب کوئی شے اس کے کان سے چھوئی۔ اس نے کان کی لو جھٹکی شاید کوئی کیڑا تھا۔ وہ دوبارہ اپنی موج میں ڈوب گیا۔ اب کی بار کوئی شے اس کی گردن کو چھوئی تھی پھر آہستہ آہستہ اس کے بالوں کی جانب بڑھنے لگی۔

"یا اللہ۔" وہ کرنٹ کھا کر اٹھا۔ کپڑے جھاڑے لیکن وہاں کچھ نہ تھا۔

"ہی ہی ہی۔" کسی بچے کی کھکھلاہٹ کی آواز اسے اپنے عقب سے سنائی دی۔ وہ مڑا۔ ہیزل گرین آنکھیں سامنے موجود ہستی کو دیکھ کر سکڑی تھیں۔ اس نے ابھی تک اسے نہیں دیکھا تھا۔

"مجھے تم تنگ کر رہی تھی۔؟"اس نے پوچھا۔مقابل ہستی اپنی غزالی آنکھوں میں دنیا جہاں کی معصومیت سموئے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں وہ تم تھی۔مجھے کیوں تنگ کیا۔؟"ملک نے اسے گھورا۔وہ آرام سے ٹیبل پر چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔اس کا ہاتھ پھسلا اور اگلے ہی لمحے چائے کا سارا کپ ملک کے جرنل پر سلامی عرض کر رہا تھا۔

"یو سلی گرل یہ کیا کیا تم نے۔"ملک نے اسے بازو سے پکڑ کر دور جھٹکا۔وہ گھاس پر گری تھی۔لیکن زارو قطار رونے کا شغل شروع کر چکی تھی۔ملک نے تکان سے اسے دیکھا۔یہ جرنل اس کے لیے بہت قیمتی تھا جو یہ نامعلوم لڑکی خراب کر چکی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"ہئے۔اب رو کیوں رہی ہو۔؟"ملک نے اسے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ممکن تھا کہ وہ رو رو کر ندیاں بہا دیتی۔

"تم گندے ہو تم نے مجھے تھپڑ مارا۔میں بابا کو بتاؤں گی۔"وہ رو رہی تھی۔ساتھ میں اپنی کہنی سہلا رہی تھی۔اس نے ہاف سلیوز شرٹ پہن رکھی تھی۔

"تو تم چغل خور ہو میری چغلی کھاؤ گی۔"ملک نے اس کا ہاتھ پکڑا۔اب اس کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔

"نہیں وہ کیا ہوتا ہے میں نے تو آج تک نہیں کھائی۔۔۔آ تم نے مجھے تھپڑ مارا تھا۔بابا۔بابا۔" بات کرتے کرتے اسے یاد آیا کہ ملک نے اسے تھپڑ بھی مارا ہے۔لیکن اس نے تو کوئی تھپڑ نہیں مارا تھا اسے۔

"آ آ آ۔ بچ۔" ملک کے ہاتھ کی دو انگلیاں اگلے ہی لمحے اس کے ننھے منھے دانتوں میں تھیں۔ نوکیلے دانت اسے اپنی جلد میں پیوست ہوتے محسوس ہوئے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ ایک سیر تھا تو دوسری سوا سیر انمول ملک تھی۔

اگلے منظر میں وہ چھوٹا پٹاخا جہانداد ملک کے بازوؤں میں دبکی بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ اور ملک ان کے سامنے کھڑا تھا۔ سر جھکائے نہیں گردن اکڑا کر۔

"آئندہ میری بیٹی کو ہاتھ بھی لگایا ناں ملک تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" وہ اسے ڈانٹ رہے تھے۔ لہجے میں مصنوعی پن تھا کیونکہ وہ جانتے تھے غلطی انمول کی ہی ہوگی۔

"اپنی بیٹی سے کہیں اپنے دانتوں کو قابو میں رکھے اچھے بھلے انسان کو چودہ ٹیکے لگوانے کا سبب بن سکتی ہے یہ۔" انمول ملک نے غصے سے اسے دیکھا۔ اس کی بات پر جہانداد ملک نے اپنی ہنسی دبائی۔ جبکہ ملک کے نقوش تن گئے تھے۔ وہ شخص ہنس رہا تھا۔ وہ کیسے برداشت کر جاتا۔

وہ جہانداد ملک کی ضد پر ایک کراٹے کلب جوائن کر چکا تھا۔ وہاں کا کوچ بہت اچھا تھا۔ ملک کو وہاں کا ماحول جہانداد ملک کے گھر سے قدرے بہتر تھا۔ وہ دن کو سکول سے آنے کے بعد یہیں آجاتا تھا۔ ایک تو گھر پر جہانداد ملک اور دوسرا ان کی پٹاخا بیٹی۔

اس کا بس چلتا تو وہ اس آفت کی پڑیا کو اٹھا کر کسی دوسرے جہاں پٹک دیتا۔ لیکن کاش۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

آج وہ جہانداد ملک کے کہنے پر ان کے ساتھ ایک سائٹ پر آیا تھا۔نیوی بلو پولو شرٹ پر بلیک جینز پہنے وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔وہ اس وقت چودہ سال کا تھا۔

"سلیم۔میری گن لاؤ ادھر۔" سلیم فوراً سے حاضر ہوا۔انہوں نے وہ بندوق ملک کی جانب بڑھائی۔وہ چند لمحے اس بندوق کو دیکھتا رہا۔

"گولی آپ کو مارنی ہے؟" اور جب بولا تو آواز کھردری تھی۔لہجہ بے لچک۔

"تمہارا نشانہ بہت کچا ہو گا اسے درست کروانا ہے ورنہ کیسے لڑ پاؤ گے اپنے دشمنوں سے۔" ملک نے گن تھامی۔اور جہانداد ملک کی ہدایت کے مطابق نشانہ باندھا۔وہ چودہ سالہ ماہیر سکندر بندوق چلانا سیکھ رہا تھا۔

"شوٹ۔!" انہوں نے بلند آواز لگائی۔ملک کا ہاتھ ٹریگر پر گیا۔اس نے ٹریگر دبایا گولی ٹھاہ کی آواز سے نکلی تھی لیکن سامنے موجود اپنے ٹارگٹ پر نہیں لگی۔جہانداد ملک نے دیکھا وہاں تعینات گارڈ زمین بوس ہو رہا تھا۔ملک کے چہرے پر زہرخند مسکراہٹ بکھر گئی۔اس کا نشانہ کچا نہیں تھا وہ اپنا ٹارگٹ جانتا تھا۔جہانداد ملک کا ملازم ملک کے ہاتھوں زخمی ہوا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

وہ اپنے کمرے میں بیٹھا پڑھائی کر رہا تھا۔اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی جس کی وجہ سے وہ کلب نہیں گیا تھا۔وہ کب سے اپنا دھیان کتابوں پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔جب اسے احساس ہوا۔کسی کی موجودگی کا احساس اور ایک مخصوص خوشبو۔اس نے ادھر سے ادھر جھانکا کمرے میں کوئی نہ تھا۔شاید اس کا وہم تھا۔

لیکن اگر وہ کھڑکی سے باہر دیکھتا تو جان پاتا کہ وہ تین فٹ تین انچ کی لڑکی کھڑکی سے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ملک کو متوجہ نہ پا کر وہ مایوس سی واپس لوٹ گئی۔ وہ ایسا ہی تھا جب بھی گھر ہوتا انمول ملک کو منہ بھی نہ لگاتا اور ایک وہ تھی جو اس کے پیچھے پیچھے ہوتی تھی۔

پھر سارا دن ملک کو وہی احساس رہا۔ جیسے کسی کی نظریں اس پر کھب چکی ہوں۔ جہانداد ملک نے آج اسے گھر کے اندر کھانے کی دعوت دی تھی۔ وہ ٹھکرا نہیں سکا۔ احترام اس پر فرض تھا۔

اس وقت وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا جہانداد ملک کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جب کسی بلی کے میاؤں میاؤں کی آواز اسے اپنے قریب سے سنائی دی۔ لیکن اس گھر میں تو کوئی بلی نہ تھی۔

اس نے دیکھا دروازے کی اوٹ میں چھپی وہ منہ پر دونوں ہاتھ رکھے رازدارانہ انداز میں ایسے آوازیں نکال رہی تھی۔ ملک کو اس کی چالاکی سمجھ آئی۔ وہ ڈبل گیم کھیلتا کچن میں بڑھ گیا۔ وہاں موجود پینٹری کے باہر کی جانب کھلتے دروازے سے ہو کر وہ اندرونی دروازے سے دوبارہ اندر آیا۔ انمول پریشان سی ڈائننگ ہال میں اسے ڈھونڈ رہی تھی۔ یہ کہاں گیا؟

"اوئی ماں۔" اس کا کان بہت برے طریقے سے مڑوڑا گیا۔ وہ چلا اٹھی۔

"تو یہ تم تھی جنگلی بلی۔" اس نے اور زور سے اس کا کان مڑوڑا۔ غزالی آنکھوں میں آنسو جمع ہوتے گالوں پر بہہ نکلے۔ سرخ آنکھیں گالوں پر آنسو۔ ملک کا دل اس کے رونے پر دھڑکا۔ وہ الٹے پاؤں واپس مڑا۔ وہ وہاں نہیں رک سکتا تھا۔ وہ لڑکی اسے سٹک کر رہی تھی۔ اور وہ اس کے جال میں بچھ کر اپنا ہدف کھونا

نہیں چاہتا تھا۔اس کی آنکھیں بلاشبہ ماہیر سکندر کو زیر کرنے کی طاقت رکھتی تھیں۔وہ پلٹتا گیا۔کھانا۔جہانداد ملک اور اپنا آپ وہ سب بھول رہا تھا۔یاد تھا تو بس وہ سرخ متورم غزالی آنکھیں۔

"اسکی آنکھیں مجھے مدہوش کررہی ہیں۔کیوں؟۔"وہ سٹڈی ٹیبل پر سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔چہرے پر پریشانی اور عاجزی تھی۔اس کی غزالی آنکھوں سے وہ ہوش گنوائے جارہا تھا۔آخر کیوں؟اس نے خود سے سوال کیا۔

اس کے پاس جواب نہیں تھا۔

یا وہ خود کو وہ جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔

اس کا پورا بدن پسینے میں شرابور ہورہا تھا۔اس کے دائیں اور بائیں مختلف لڑکے کھڑے پسینے سے تر تھے۔سامنے ہی کوچ انہیں ٹریننگ دے رہا تھا۔

"آج وہ صاحب نہیں آئے۔"ٹریننگ میں بریک کے دوران ملک نے کوچ سے پوچھا۔

"معلوم نہیں کوئی پریشانی ہوسکتی ہے۔"وہ کندھے اچکا گئے۔وہ صاحب روزانہ کچھ دیر کے لیے وہاں آتے تھے۔اکیلے آتے تھے تنہا ہی جاتے تھے۔آج وہ نہیں آئے تھے لیکن کیوں۔؟

وہ ابھی یہی سوچ رہا تھا جب کوئی شخص ایمرجنسی میں کلب کے اندر داخل ہوا۔اس کے بازوؤں میں ایک بچہ تھا جو بری طرح سے رو رہا تھا۔اتنا بڑا بچہ وہ کیسے اپنے بازوؤں میں اٹھائے ہوئے تھے؟

وہ سیدھا ملک کی جانب آئے۔ کوچ انہیں دیکھ رہا تھا۔

"ملک میرے پیارے بیٹے کیا تم میری مدد کرو گے۔ مجھ پر ایک احسان کر دو۔" انہوں نے منت کی۔ ملک پریشان ہوا۔

"کیسی مدد۔؟" بچہ ان کی بانہوں میں روٹھا ہوا تھا۔ جیسے وہ اپنے باپ کی کسی بات سے متفق نہ ہو۔

ملک کی نظریں اس خوبصورت ترین بچے سے اس کے باپ کی جانب گئیں۔ کوچ اور ملک ان کی آمد کی وجہ سمجھ چکے تھے۔

حال:

وہ آج تین دن بعد اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تھا۔ آنکھیں رت جگے کی نشاندہی کر رہی تھیں۔ وہ سیدھا چلتا ہوا راہداری میں آگے آیا۔ وہاں صوفے پر صوفیہ ابراہیم بیٹھی تھیں۔ اور ان کی گود میں سر رکھے مومن ابراہیم لیٹا ہوا تھا۔ صوفیہ ابراہیم کی انگلیاں اس کے سر میں حرکت کر رہی تھیں۔

وہ آگے بڑھا اور سلام کیا۔ دونوں نے ہی محبت سے جواب دیا تھا۔ اس کی متلاشی نظروں کو ادھر ادھر گھومتے دیکھ مومن نے اپنی ہنسی دبائی۔

" وہ اپنے کمرے میں ہیں بھائی۔" وہ سرسری انداز میں گویا ہوا۔ملک مسکرا کر سر جھٹکتے اس کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔مومن نے نظریں اٹھا کر اپنی ماں کا نورانی چہرہ دیکھا۔وہ آنکھوں میں فکر لیے اسے دیکھ رہی تھیں۔

" کیا ہوا؟" آنکھوں میں سوال تھا اور لہجہ خوشگوار۔

" جینا سیکھ چکے ہو تم۔" وہ سانس خارج کرتی بولی تھیں۔شاید یہ سوال تھا۔

" میں زندگی گزارنا سیکھ چکا ہوں ماں۔زندگی جینے اور گزارنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔وہ شخص جو ابھی مجھ سے اور آپ سے مل کر گیا ہے ناں وہ مجھے اس دنیا میں سب سے محبوب ہے۔وہ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر اگر مومن ابراہیم کی حفاظت کرتا ہے تو مومن ابراہیم بھی اس کی حفاظت کے لیے جان دے بھی سکتا ہے اور لے بھی سکتا ہے۔ملک میرے بھائی ہی نہیں ہیں بلکہ آپ کے شوہر کے بعد انہوں نے مجھے بچے کی طرح پالا ہے۔وہ مجھ سے سات سال بڑے ہیں اور مومن ابراہیم کا بس چلے تو وہ یہ سات سال ان پر سے وار دے۔مجھے ان سے محبت ہے لیکن وہ اس محبت سے کہیں زیادہ محبت انمول سے کرتے ہیں اور مومن ان کے لیے ایک چھوٹی سی قربانی نہ دے پاتا یہ کس کتاب کی تحریر ہے ماں؟میں ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں جانے دینا چاہتا۔میں اگر آج ان سے کہوں کہ مجھے فلاں شے چاہیے تو وہ اپنا آپ نچھاور کر کے مجھے لا کر دیں گے۔لیکن میں ایسا نہیں چاہتا اس دنیا میں رہنے کے لیے انسان کو اپنا دل مارنا پڑتا ہے اور میں اپنا دل ایک عرصہ ہوا مار چکا ہوں۔سوچِل ماں۔آپ کا بیٹا تنہا ہی اچھا ہے۔"صوفیہ ابراہیم نے شدت جذبات سے اس کی پیشانی چومی۔وہ مسکرا دیا۔

"اٹھیں اب آپ چل کر آرام کر لیں۔" مومن نے ہاتھ بڑھا کر انہیں بھی اپنے ساتھ کھڑا کیا۔

"لیکن مجھے بھوک لگی ہے۔" مومن ابراہیم کی ماں اسی کی طرح معصوم تھیں۔

"آپ آرام کریں میں خود آپ کے لیے مزے دار سا کھانا بناتا ہوں۔" وہ انہیں لے کر کمرے کی جانب جا رہا تھا۔

"ماشاءاللہ میرا بیٹا تو کک بھی ہے۔"

"الحمدللہ۔" اس نے سر کو خم دیتے ہاتھ سینے پر باندھا۔

ڈائننگ ہال میں معید سکندر اور ثانیہ بیگم بیٹھی کھانا کھا رہے تھے جب بالاج سکندر سیڑھیاں اترتا ان کی جانب آیا۔ وہ ایش گرے سوٹ میں ملبوس تھا۔ بال سلیقے سے سیٹ کر رکھے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ آج آفس کو اپنا دیدار کروانے والا ہے۔

"السلام علیکم۔" اس نے سلام کیا لیکن سامنے دونوں نفوس کھانے میں مگن تھے جیسے اسے دیکھا تک نہ ہو۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

"بابا آج ہماری فارن پارٹی کے ساتھ میٹنگ ہے کیا آپ ہمیں جوائن کریں گے۔؟" لہجہ عام سا تھا۔ معید سکندر نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا بلکہ فون نکال کر چند بٹن دبائے اور دوسری جانب جاتی گھنٹی سنتے رہے۔

"ہیلو عباد میں نے تمہیں کہا تھا کہ آج کی تمام میٹنگز کینسل کروا دو۔ کیا تم پھر سے بھول گئے۔؟"

"اچھا آج ہماری کوئی میٹینگ نہیں ہے۔؟ دیٹس گڈ۔ اور ہاں لائر سے بات ہوئی تمہاری کب تک واپس پاکستان آ جائے گا وہ۔"معید سکندر اپنے سیکرٹری سے مخاطب تھے۔ ان کا آفیشل لائر اس وقت بیرونِ ملک تھا۔

"ہمم ٹھیک ہے آئندہ کوئی بھی ایرہ غیرہ میٹنگ رکھنے کا بولے تو اسے اس کے حقائق پڑھ کر سنا دینا۔ خدا حافظ۔"انہوں نے کال بند کی۔ اور دوبارہ کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔

"یہ سب کیا تھا بابا۔ اب آپ اپنے بیٹے کو غیروں میں شمار کرنے لگے ہیں۔"وہ بے یقین تھا۔

"ہمارا بیٹا چند دن پہلے کہیں کھو گیا ہے۔ یہ جو ہمارے سامنے کھڑا ہے نا یہ بالاج سکندر ہے ایک انا پرست مرد۔ بالاج تم نے تو ان مردوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا جو روز اپنی بیویوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتے ہیں۔ ارے تم سے وہ لاکھ گنا بہتر ہیں جو بیویوں سے ہزار نالاں سہی پر انہیں باہر کی ہوا نہیں لگنے دیتے۔ نا جانے ہماری تربیت کہاں دفن ہو گئی ہے۔ یہ میرے بندھے ہوئے ہاتھ دیکھ لو بالاج سکندر ہمیں ہمارا بیٹا اور بہو لٹا دو۔"ثانیہ بیگم بالاج سے مخاطب ہوئیں۔ وہ چپ چاپ ان دونوں کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ اثبات میں سر ہلاتا باہر نکل گیا۔

مختلف سڑکوں پر گاڑی دوڑاتے اس کا دل کیا یہ گاڑی کہیں ٹھوک دے لیکن وہ حرام موت گلے نہیں لگانا چاہتا تھا۔ جیا سکندر کے جانے کا دکھ اسے اندر ہی اندر ختم کر رہا تھا۔

"کوئی سمجھتا کیوں نہیں ہے آخر میں کسے اپنا حال دل بیان کروں۔؟" اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ ہر کوئی اسے غلط سمجھ رہا تھا۔ وہ کیسے کسی کو بتاتا کہ وہ اندر سے کس ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا تھا۔ اس نے جیا پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کیا تھا اس کی حقیقت جو بے شک اس کا ماضی تھی اس نے بالاج سکندر کو بری طرح سے متاثر کیا تھا۔ وہ انسان تھا دوسرے انسانوں کی طرح اسے بھی ہیلنگ کی ضرورت تھی۔ کچھ وقت لگنا تھا اسے ہیل ہونے میں۔

اس کا دھیان فون کی بجتی گھنٹی کی جانب متوجہ ہوا۔ سکرین پر گڑیا کالنگ لکھا جگمگا رہا تھا۔ اس نے کال یس کرتے فون کان سے لگایا۔

"السلام علیکم منہا کیسی ہو۔؟" اس نے اپنا لہجہ حتی الامکان درست کرنے کی کوشش کی۔

"واعلیکم السلام بھائی۔ یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ آپ نے جیا کو۔۔" اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ کال کاٹ چکا تھا۔ اس کی بہن بھی اسے غلط کہہ رہی تھی۔

"آ آ آ۔!" اسٹیرنگ وہیل پر جمے اس کے ہاتھوں کی نسیں ابھر رہی تھی۔ وہ اس وقت ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔ وہ کسی سے اپنا دکھ شئیر نہیں کر سکتا تھا وہ کسی کو اپنا درد بیان نہیں کر سکتا تھا۔ بھائیوں جیسا دوست وہ آج سے اٹھارہ سال پہلے کھو چکا تھا۔ اس کے بعد نہ کوئی اس کا دوست بنا نہ ہی بھائی۔ وہ تنہا تھا اس دنیا میں تنہا آیا تھا تو اسے رہنا بھی تنہا ہی تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ سامنے سے کوئی شے اڑتی ہوئی آکر اس کے چہرے پر لگی تھی جسے وہ بروقت کیچ کر گیا۔ سامنے ہی وہ بیڈ پر بپھری بیٹھی ہوئی تھی۔ اس پر حملہ آور شے پلو تھا۔

"میں کسی افریقہ کے جنگل میں تو نہیں گھس آیا۔؟" اس نے کان کی لو کھجائی۔ ناجانے کیوں لیکن آج اس کی شامت پکی تھی۔

"نہیں میرے مجازی خدا آپ افریقہ کے جنگل میں نہیں بلکہ انمول ملک کے چنگل میں پھنس چکے ہیں۔"

"ہاہاہا۔" اس سے پہلے انمول مزید کوئی وار اس پر کرتی وہ اپنے دایاں کان پکڑ گیا۔

"آئی ایم سوری۔" وہ کان پکڑے کھڑے اس سے معافی مانگتے ہوئے بہت کیوٹ لگ رہا تھا۔ لیکن یہ وقت انمول کے لیے نرمی دیکھانے کا نہیں تھا۔

"ہنہہ۔ کہاں تھے تم پچھلے تین دنوں سے۔؟ میں پوچھتی ہوں کون ہے وہ۔؟" انمول لڑاکا عورتوں کی طرح کمر پر ہاتھ رکھے اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ ملک کو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کر کے وہ جواب کی منتظر کھڑی تھی۔

"وہ کون۔؟" ملک نے پوچھا۔

"وہی جس کے پاس جا کر تمہاری مصروفیات طویل ہو جاتی ہیں۔" وہ طنزیہ گویا ہوئی۔ ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"میری ہر مصروفیت کی وجہ تو آپ ہیں۔ سب آپ سے شروع اور آپ پر ختم۔ نہ کوئی دوسرا نہ تیسرا۔" اس نے انمول کو کندھوں سے تھامے خود کے قریب کیا۔ انمول کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

"جھوٹے ہو تم۔"

"ادھر دیکھیں میری طرف مجھے آج تک کسی دوسرے کا خیال نہیں آیا اور نہ ہی آئے گا اس قدر چاہا ہے میں نے آپ کو۔" ملک کی آواز شیریں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"مم۔ میں بہت ڈر گئی تھی ملک۔ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں شاید زندہ نہ رہ پاتی۔ میرے جینے کی وجہ تو تم ہو۔" وہ ایک دم سے سسکتے ہوئے اس کے سینے سے جا لگی۔ وہ ایک بار پہلے بھی اس کے گلے لگی تھی لیکن تب اور آج میں فرق تھا۔ ملک نے اس کے بال سہلائے۔ دور اندر اس کا دل کانپ گیا تھا۔ اگر اس کی وجہ سے انمول کو کچھ ہو جاتا تو؟

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"آپ کہیں تو اپنی ہر آتی جاتی سانس بھی آپ کے پاس گروی رکھوا دوں۔ جس پر ہر اختیار اور طاقت صرف آپ کی ہو زوجہ۔ اب سے یہ جان بہت انمول ہو گئی ہے کیونکہ یہ آپ کے جینے کی وجہ ہے۔" وہ اپنی ٹھوڑی اس کے سر پر ٹکائے ہوئے تھا۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ اسے منا چکا تھا۔ اور وہ ہمیشہ کی طرح مان چکی تھی۔ انمول کا روٹھنا حق تھا تو ملک کا منانا فرض تھا۔

"آئندہ تم کچھ ایسا نہیں کرو گے جس سے تمہیں تکلیف ہو۔" وہ آرڈر دے رہی تھی۔ ملک نے اثبات میں سر ہلایا۔

"نہ ہی کوئی بات چھپاؤ گے مجھ سے۔" وہ پیچھے ہٹی اور انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔

"کھلی ہوئے کتاب کی طرح آپ پر آشکارا ہو جاؤں گا۔" وہ اس کی ہر بات پر سر ہلا رہا تھا۔ انمول مسکرا دی۔ وہ شخص اسے سکون بخشتا تھا۔

"ملک۔" وہ فکرمندی سے گویا ہوئی۔

"جی زوجۂ ملک۔" استحقانہ انداز۔

"کوئی پریشانی ہے کیا؟ تمہاری آنکھیں اداس ہیں۔ یہ تمہاری مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دے رہیں۔" ملک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ وہ عورت اس کی بیوی تھی اس سے وہ کوئی بات نہیں چھپا سکتا تھا۔ پچھلے تین دنوں کی ساری کتھا وہ اس کے سامنے بیان کر رہا تھا۔ اور وہ غور سے اسے سن رہی تھی۔ جہاں محبت ہو وہاں یقین اسے انمول نے تھمایا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

وہ دھلے دھلائے چہرے کے ساتھ کمرے سے باہر نکلی تھی۔ اوپن کچن میں مومن ابراہیم کھڑا کٹنگ بورڈ پر کچھ کاٹ رہا تھا۔ اس نے ایک نظر بسمہ کو دیکھا اور دوبارا اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ بسمہ فریج کے قریب آئی۔ پانی کی بوتل نکال کر گلاس میں پانی پیا اور پھر مومن کو دیکھنے لگی۔ وہ سبزیاں کاٹنے کے ساتھ چولہے پر رکھی ہنڈیا کا بھی خیال کر رہا تھا۔ چہرے پر نو لفٹ کا بورڈ لگا ہوا تھا۔

"میں کوئی مدد کروا دوں؟" وہ زیادہ دیر چپ نہ رہ سکی۔ مومن ابراہیم کی خاموشی اسے بہت کھٹکتی تھی۔ ہمیشہ۔

"واہ آج سورج کہاں سے طلوع ہوا ہے جو بسمہ شارق اپنی مدد کی آفر ہمیں کر رہی ہیں۔؟" وہ طنزیہ گویا ہوا۔

" جب لڑکا اتنا ہینڈسم ہو گا تو کون کمبخت اپنی مدد کی آفر نہیں کرے گا۔" وہ ہنس کر کہہ گئی۔ مومن نے اسے سخت نگاہوں سے گھورا۔

" مائنڈ یور لینگویج مس بسمہ۔" وہ چھری کٹنگ بورڈ پر پٹکتا چولہے کی جانب متوجہ ہوا۔ بسمہ آگے بڑھ کر پیاز کاٹنے لگی جو ابھی مومن آدھے ادھورے چھوڑ کر گیا تھا۔

" انسان میں اتنی نازک مزاجی بھی نہیں ہونی چاہئیے۔" مومن نے اس کے سوں سوں کرنے پر چوٹ کی۔ لیکن بسمہ نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ پیاز کاٹنے کی وجہ سے اس کی آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔ آنکھوں کے سامنے چھاتا پانی اس کے کام میں رکاوٹ پیدا کر رہا تھا۔

" آؤچ۔" ان دیکھی میں وہ تیز چھری سے اپنے بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کاٹ چکی تھی۔ مومن فوراً سے پلٹا۔

" یہ کیا کیا بیوقوف لڑکی! "اس نے بسمہ کا ہاتھ پکڑا جہاں سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ اسے سنک تک لے جاتے دھونے لگا۔ اس کے ہر انداز میں فکر تھی۔

بسمہ کو درد ہو رہی تھی لیکن وہ خاموشی سے مومن کو دیکھتی رہی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"زخم کافی گہرا ہے" مومن نے اسکی انگلی اپنے ہاتھ میں دبائی۔ خون رک گیا لیکن چھوڑے جانے پر وہ پھر سے بہنے لگتا۔ آخر کچھ دیر بعد وہ رک چکا تھا۔ کوئی کہہ سکتا تھا کہ وہ لڑکی مارشل آرٹس سے تعلق رکھتی ہے۔ اتنا نازک پن۔

"دھیان کہاں تھا تمہارا آخر؟" وہ اس کے زخم پر پھونک رہا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی کچھ نہ بولی۔ مومن خود کو اس کی نظروں کے حصار میں محسوس کر سکتا تھا۔

"اوہ ہیلو۔ یوں ندیدوں کی طرح کیوں مجھے تاک رہی ہو۔ کیا کبھی کوئی اتنا پیارا لڑکا نہیں دیکھا۔؟" مومن کی تیز آواز پر اس کا سکتہ ٹوٹا۔ وہ شرمسار ہوئی لیکن وہ بسمہ شارق تھی۔

" ہینڈسم تو بہت دیکھے ہیں لیکن اتنا پیارا لڑکا ایک واحد ہی ہے" اس نے اپنا ہاتھ مومن کی گرفت سے آزاد کروایا۔ زخم پھر سے درد کرنے لگا تھا۔ ناجانے اس کے ہاتھ میں ایسا کیا جادو تھا جو درد کچھ پل کے لیے ہی سہی لیکن رک چکا تھا اور اب پھر سے زخم میں درد کی ٹیس اٹھنے لگی تھی۔

" لو یہ لگالو۔" مومن نے ایک ٹیوب اس کی جانب بڑھائی۔

" اس کی ضرورت نہیں ہے یہ زخم تو خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے بھلا جسمانی زخم بھی روح پر لگے گھاؤ سے زیادہ تکلیف دہ ہوسکتے ہیں۔" بسمہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"لیکن یہ تمہیں اذیت دیں گے۔ زخموں کو زیادہ دیر تک کھلا نہیں چھوڑنا چاہیے ورنہ یہ ناسور بن جاتے ہیں جتنی جلدی ہو سکے ان پر مرہم لگا لینی چاہئیے۔" وہ نرمی سے سمجھا رہا تھا۔ بسمہ نے اس کے ہاتھ سے ٹیوب نہیں پکڑی۔

"اور اگر کوئی مرہم رکھنے والا موجود نہ ہو تو۔؟" وہ سوال کر گئی۔ لیکن اسے یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ اس نے ہمیشہ اپنے زخموں کو کریدتے خود کو تکلیف سے دوچار کیا تھا۔ اس کے پاس کوئی شخص نہ تھا جو اس کی حالت پوچھ سکتا۔ تو وہ کیوں اتنا نرم بن رہا تھا اور کیوں وہ اس کے سحر میں جا رہی تھی۔؟

"تو خود اپنے زخموں پر مرہم لگانا سیکھ جاؤ۔" مومن نے اس کے دائیں ہاتھ میں وہ ٹیوب تھمائی۔ بسمہ کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔ اس نے سرد سانس اندر کھینچی۔

"یہ زخم بہت جلد ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ بس کچھ پل، کچھ دن کی اذیت اور پھر وہ مندمل ہوتے ہوئے ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ ظاہری طور پر بہت کچے ہوتے ہیں۔" اس نے ٹیوب سے تھوڑی سی مقدار میں سفید رنگ کی مرہم نکالی اور زخم پر لگائی۔ جلن بڑھنے لگی۔

"انسان کو خود سے محبت ہونی چاہیے۔ اگر تمہیں خود سے محبت ہوتی تو کبھی خود کو اذیت نہ دیتی بلکہ اپنی تکلیف کو دور کرتی۔ یہ جسم یہ روح اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اسے سوئی سے چھونے کا بھی حق نہیں ہمارے پاس۔" وہ واپس اپنے کام کی جانب متوجہ ہوا۔ بسمہ سر جھٹکتی اپنے کمرے میں جانے لگی۔ اسے تنہائی چاہیے تھی۔ رونے کے لیے۔ دل کا غبار نکال کر اسے ہلکا کرنے کے لیے۔ اسے تنہا رہنا پسند تھا۔

"بسمہ۔" مومن کا انداز سنجیدہ تھا۔ وہ پلٹی نہیں بس ہمم کہہ کر اسے بولنے کا اشارہ کیا۔ ایک ہاتھ انگلی کے زخم پر گردش کر رہا تھا۔

"اپنی سیاہی کو اتنا مت پھیلاؤ۔ انسان غلط ہوتے ہیں اور جو غلط نہیں ہوتے وہ انسان نہیں ہوتے۔ دنیا کا سائیکل ایسے ہی چلتا ہے۔ کبھی خود کو اپنی سیاہی میں مت گھلنے دینا ورنہ یہ تمہیں سر تا پیر سیاہ بنا دے

گی۔ایسے انسان کی کوئی زندگی نہیں ہوتی۔یاد رکھنا۔"مومن نے جلتے پیازوں میں پانی کا چھڑکاؤ کیا۔شرر کی آواز کچن میں ہر سو پھیل گئی۔بسمہ وہاں سے بھاگ کر اپنے کمرے میں آئی۔فون اٹھایا اور واٹس ایپ کھولا۔وہاں چیٹ لسٹ میں سب سے اوپر ایک میسج جگمگا رہا تھا۔

"اگر تو تم چاہتی ہو وہ اپنی زندگی جیے۔۔۔"اس سے آگے کا پیغام چیٹ کے اندر موجود تھا اس نے وہ پیغام کھول کر نہیں دیکھا تھا۔دور اندر وہ اس پیغام کا مفہوم اور مطلب سمجھتی تھی۔اب وقت تھا کہ جواب دیا جاتا۔ وہ خود غرض ہو رہی تھی۔خیر آج کی دنیا میں تو ہر بندہ خود غرض ہے۔اس کی سیاہی اس کے ناخنوں سے جڑ پکڑ رہی تھی۔

بوجھل قدم کبھی انسان کو آگے نہیں بڑھنے دیتے۔بوجھ زنجیر کی طرح انہیں زندگی کی ہر دوڑ میں جکڑ کر منہ کے بل گرا دیتا ہے۔اور اگر یہ بوجھ دل پر پڑ جائے تو دل کو بنجر کر دیتا ہے۔ایسے بوجھ کو دل پر حاوی نہیں ہونے دینا چاہیے۔وہ بھی اس وقت بوجھل قدموں سے جہانداد ملک کی حویلی میں داخل ہوا تھا۔اسے آج یہ حویلی پرائی معلوم ہوئی۔وہ آگے بڑھتا ہوا ایک کھلے سے دالان میں آرکا۔وہیں پر جہانداد ملک ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے۔اس نے آنکھوں میں سرخی لیے انہیں دیکھا۔

"یہ کوئی وقت ہے گھر آنے کا۔؟فون کہاں پر ہے تمہارا کتنی کالز کی ہیں میں نے تمہیں کوئی احساس ہے۔"احساس کی بات کون کر رہا تھا جو دوسروں کے دل گدھ کی طرح نوچ کھاتا تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"مر نہیں گیا تھا میں زندہ سلامت آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ بتائیں اب کون سا کام پر گیا آپ کو مجھ سے۔" وہ سرد مہری سے بولا۔ جہانداد ملک نے اس کی آواز صاف محسوس کی تھی۔ لیکن وہ انجان بنے رہے۔

"ہاں ایک ضروری کام ہے مجھے تم سے۔ ندیم دارا کا پتا لگوانا ہے وہ کہاں ہے اور کیوں ہے یہ سب تم بتاؤ گے مجھے۔ جتنا جلدی ہو سکے یہ کام کرو۔" وہ حکم دے رہے تھے۔ وہاج کی آنکھوں میں شرارے پھوٹنے لگے۔

"میں آپ کا ملازم نہیں ہوں۔ یہ کام آپ کے چیلوں کے کرنے والے ہیں۔" اس کی بدتمیزی پر جہانداد ملک بل کھاتے رہ گئے۔

"ملازم نہیں لیکن بیٹے ہو تم میرے۔"

"بدقسمتی سے۔" اس نے آنکھیں گھمائیں۔

"کیا کہا؟ دوبارہ کہنا زرا۔" ان کی بات پر وہاج کا دل کیا جیب سے وہ لفافہ نکال کر ان کے منہ پر مارے لیکن وہ ابھی جہانداد ملک کے منہ نہیں لگنا چاہتا تھا۔

"میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔" وہ تنبیہہ کرتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ جہانداد ملک کی حیرانی بجا تھی۔ ان کی اولاد نے آج تک ان سے بدتمیزی نہیں کی تھی تو آج کیا وجہ بنی تھی؟ وہ سوچنے لگے۔

انہوں نے ایک مرتبہ پھر سے ندیم کا نمبر ٹرائی کیا لیکن آگے سے جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔

"کیا مصیبت ہے۔" انہوں نے زور سے موبائل صوفے پر دے مارا۔ ندیم ان کا فون نہیں اٹھا رہا تھا اوپر سے سونے پر سہاگا کہ وہ حویلی بھی نہیں آیا تھا نہ ہی اس کی لوکیشن کا کوئی سراغ مل رہا تھا۔ اب انہیں اپنے نئے بندے کام میں لانے تھے۔ ان کے پاس غلاموں کی کمی نہیں تھی۔

"ہیلو۔ تمہیں ایک آدمی کا نام اور ضروری معلومات شئیر کی ہیں۔ کل تک مجھے اس کے پیدا ہونے سے لے کر اب تک کی تمام ہسٹری چاہیے۔" وہ اپنے بندے کو فون کال پر نئے کام سے نواز رہے تھے۔ وہ ہر شے سے لاعلم تھے۔ اور لاعلمی سب سے بڑا عذاب ہے۔

\-----------

وہ مومن کو کال پر گھر آنے کا بول چکی تھی۔ اسے فریال اور باجوہ سے ملنے سینٹر جانا تھا۔ وہ آج بہت دنوں بعد ان دونوں سے ملنے جانے والی تھی۔ اکیلی جا نہیں سکتی تھی لہذا اس نے مومن کو فون کیا۔ اور وہ ایک ہی بار کہنے پر مان چکا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں کھڑی ہینڈ بیگ میں تڑوڑ مڑوڑ کر کوئی فائل ٹھونس رہی تھی۔ سرخ جلد والی فائل اس بیگ کے سائز سے تھوڑی بڑی تھی لیکن وہ اسے یوں سرعام نہیں لے کر جا سکتی تھی۔ وہ آج مکمل سیاہ لباس میں ملبوس تھی۔ شیشے میں اس نے اپنا چہرہ دیکھا۔ بے داغ اور صاف شفاف سفید رنگت۔ لیکن وہاں کچھ تھا۔ ڈر اور خوف۔

اس نے تین پُرسکون سانس لے کر خود کو ریلیکس کیا اور باہر نکل آئی۔ انمول کچن میں کھڑی اپنا ناشتہ تیار کر رہی تھی یا شاید کر چکی تھی۔

"ناشتہ چاہیے۔ بنادوں؟" وہ بولی۔ بسمہ نے نفی میں سر ہلایا۔ گھر پر ان دونوں اور صوفیہ ابراہیم کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ صوفیہ اپنے کمرے میں تھیں۔

"اتنی جلدی میں کہاں جارہی ہو۔؟" اس نے بسمہ سے استفسار کیا۔

"فریال کی طبیعت نہیں ٹھیک تھی ں ہاں تو اس لیے سینٹر جارہی ہوں۔" وہ جلدی سے بولی۔

انمول چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔ وہ بار بار موبائل دیکھ رہی تھی۔ مومن نے کہا تھا کہ وہ پہنچ کر میسج کرے گا۔ پھر وہ پانی کا گلاس پکڑے اس کی جانب آئی۔ بسمہ نے غٹاغٹ پانی کا گلاس پیا۔ انمول اب صحیح معنوں میں پریشان ہوئی تھی۔

"اپنا سانس درست کر کے گھر سے نکلا کرو بسمہ۔" وہ نصیحت کر رہی تھی۔ بسمہ نے ناسمجھی سے اسے تکا۔

"ہمارا سانس ہمیں پُر سکون رکھنے کا کام انجام دیتا ہے۔ اگر یہ درست نہ ہو تو انسان بوکھلایا رہتا ہے۔ دنیا میں ستر فیصد ایکسیڈنٹ پریشانی اور ہڑبڑی میں ہوتے ہیں۔ سانس اوپر اور نیچے ہونے کی صورت آپ کی جان لے سکتی ہے۔" وہ کہہ کر خاموش ہوئی۔ بسمہ اس کا خوبصورت چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"آپ بہت اچھی ہیں ملک سر بہت لکی ہیں۔" اس کی بات پر انمول مسکرا دی۔ وہ اسے کیسے بتاتی کہ اس سے زیادہ خوش قسمت تو وہ خود تھی۔

"ملک میرے نصیب میں تھا بسمہ اور مجھے اپنی محبت پر فخر ہے۔"

"آپ خود کو خوش قسمت کہہ رہی ہیں لیکن اس بد قسمت کا کیا جو آپ کو جوے کی مانند ہار گیا۔ اصل خسارہ گر تو وہ ہے۔" وہ دل میں بولی۔

"کیا محبت انسان کو مغرور بنا دیتی ہے۔" اس کے دل نے صدا لگائی اور جواب ہاں میں آیا تھا۔

"آپ ملک سر سے بہت محبت کرتی ہیں ناں۔؟" وہ مسکرا کر بولی۔ انمول ن ء نفی میں سر ہلایا۔

"محبت نہیں عادت ہے اور یقین مانو عادت سے بڑا نشہ اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اور یہ عادت میری رگوں میں سرائیت کرتی ہے۔" انمول جذب کے عالم میں بولی۔ بسمہ سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ انمول کو پریشانی لاحق ہوئی۔

"میں نہیں جانتی تمہاری پریشانی کی اصل وجہ کیا ہے لیکن میں تمہاری خوشیوں کی تمنا کروں گی۔" بسمہ استہزایہ ہنسی۔

"انمول آپ نے کہا تھا میری اور آپ کی کہانی ایک سی ہے۔ لیکن در حقیقت ایسا نہیں ہے۔"

"کیسے۔؟ دیکھو پانچوں انگلیاں بے شک برابر نہیں ہوتیں لیکن ان کی بیس (Base) یعنی ہتھیلی ایک ہی ہوتی ہے۔" وہ صحیح کہہ رہی تھی جیسے مسلمان ہوتے ہوئے ہم انسانوں میں فرقہ واریت آجاتی ہے۔ ہاتھ کی مثال بھی ایک ایسی ہی ہے۔

"آپ کی اور میری زندگی بہت مختلف ہے آپ نے جسے چاہا اسے پالیا لیکن جسے میں چاہتی ہوں وہ تو کسی اور کو چاہتا ہے۔ کتنی خوش قسمت ہوگی ناں وہ لڑکی جسے وہ چاہتا ہے۔ اور ایک میں ہوں سدا کی بد قسمت جو یہ

جانتے ہوئے بھی کہ وہ میرا نہیں ہے پھر بھی اس پر مرتی ہوں۔ میری عقل میرے ساتھ نہیں ہے شاید۔"بسمہ کی بات انمول کے دل پر لگی تھی۔ وہ تھوڑی کھسیانی ہوئی۔

"اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے۔"بات ختم ہو چکی تھی۔ کہنے کو کچھ بچا ہی نہ تھا۔ نہ بسمہ مزید سوال کر سکتی تھی نہ انمول میں جواب دینے کی سکت باقی تھی۔ وہ اسے اس بات کا جواب نہیں دے پائی تھی۔

بسمہ کے موبائل پر بیپ ہوئی۔ مومن نیچے پارکنگ ایریا میں موجود تھا۔ وہ انمول کو خدا حافظ کرتی باہر نکل گئی۔ لیکن انمول اپنی جگہ جم چکی تھی۔ اس کا ناشتہ بھی سارا دھرا کا دھرا رہ گیا۔ دل ہر شے سے اچاٹ ہو گیا۔

Aesthetic Novels

اضطراب، دکھ اور صدمہ اس پر ایک ساتھ حملہ آور تھے۔ وہ تذبذب کا شکار ہوتا فون کان سے لگائے ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہا تھا۔

"پلیز کال اٹھاؤ عالیہ۔ پلیز"وہ جھنجھلا کر بولا لیکن کال دوسری جانب سے کاٹ دی گئی۔

"عالیہ!!!"وہ دبا دبا سا غرایا۔ دوبارہ کال ملائی تیسری بیل پر وہ اٹھا لی گئی۔

"کہاں مر گئی تھی تم۔ کال کیوں نہیں پک کر رہی۔؟"وہ چھوٹتے ہی گویا ہوا۔

"دیکھو وہاج ملک۔ میری اپنی بھی کوئی پرسنل لائف ہے میں کوئی تمہاری زر خرید غلام نہیں ہوں جو پہلی کال پر ہی فون کان سے لگائے بیٹھی ہوں۔"وہاج کا غصہ سوا نیزے پر جا پہنچا۔

"عالیہ جعفری کون سی مصروفیت ہاں۔ بالاج اور جیا کی سیپریشن کروا کر تو تمہیں ہر فکر سے آزاد ہونا چاہیے۔ بلکہ تم ہو گی اور یہاں ایک میں ہوں جس کا انگ انگ دکھ رہا ہے" وہ صدمے سے بولا۔ اپنی تکلیف وہ بھولا نہیں تھا۔

"واٹ! سیپریشن۔؟ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کیا کیا ہے؟" وہ چلائی۔ وہاج نے کانوں میں انگلیاں ٹھونسی۔

"آہستہ نہیں بول سکتی کان کا پردہ پھاڑ دیا تھا تم نے۔ اور تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں اتنا بچہ ہوں جو تمہاری چالاکی نہیں سمجھوں گا۔" عالیہ نے ناسمجھی سے فون کو گھورا۔ وہ کیا بول رہا تھا۔

"میں کیا کیا ہے وہاج مجھے پتہ تو چلے۔؟"

"کیا تم نے بالاج کو جیا اور میری پکس نہیں بھیجیں۔؟" وہاج نے تحمل سے پوچھا۔

"نہیں وہاج میری ماں یہاں بیمار پڑی ہے بہن کے سسرال والوں نے انہیں تنگ کر رکھا ہے اور اوپر سے۔۔" وہ بولتی بولتی خاموش ہوئی۔

"اوپر سے کیا۔؟" وہاج کو تجسس نے آن گھیرا۔

"میرے رشتے والے آئے تھے وہ جلد از جلد نکاح چاہتے ہیں۔ لیکن میں یہ نکاح نہیں کرنا چاہتی۔" وہ رونے کے قریب تھی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"تو مت کرو۔ انکار کر دو۔ کوئی بھی تم پر زور زبردستی نہیں کر سکتا۔ عاقل اور بالغ کے لیے اپنا آپ کافی ہوں اچاہیے۔" وہ بول رہا تھا۔ عالیہ نے صدمے سے موبائل دیکھا کیا تھا وہ شخص؟ اتنی آسانی سے وہ انکار کا بول رہا تھا۔ کیا وہ مشرقی لڑکیوں سے واقف نہ تھا۔ وہاج ایک پل کو اپنا مسلہ بھول چکا تھا۔

"ہاں اور جیسے میرے ماں باپ تو فوراً مان جائیں گے ناں۔ میرے بابا میرے جسم کی بوٹی بوٹی کر کے کتوں کو کھلا دیں گے۔" اس کا مسلہ زیادہ بھاری تھا۔

"ہاہاہا۔ کتے اہں ابراٹیسٹ نہیں کھاتے۔" عالیہ نے لمبا سانس لیا۔

"وہاج ملک میں نے کوئی تصاویر بالاج کو نہیں بھیجیں اور ویسے بھی میں گواپ کرنا چاہتی ہوں معافی مانگ کر معاملہ رفع دفعہ کرنا ہے بس۔" اب کی بار وہاج کو جھٹکا لگا۔ کیا کسی شخص پر گواپ کرنا اہں ا آسان ہوتا ہے؟

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"تو تم ہار مان رہی ہو۔؟" عالیہ نے لب کاٹے۔

"میں نے سب کچھ کر کے بھی دیکھا ہے لیکن وہ شخص میرا نہیں ہو پایا۔ اب ہمیں اپنے فیصلے تقدیر کے سپرد کر دینے چاہیں۔" وہاج نے توصیفی آبرو اٹھائے۔ وہ لڑکی آج سمجھداری کی باتیں کر رہی تھی۔

"صبح کا بھولا اگر شام کو گھر واپس لوٹ آئے تو اسے بھولا ہوا نہیں کہتے۔" عالیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ واقعی میں گواپ کر کے خوش تھی۔ ہمیں زندگی میں بہت سے مواقع پر لاحاصل شے کے لیے گواپ کرنا پڑتا ہے۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہماری زندگی ختم ہو گئی ہو۔ امید لگا کر زندگی کو ہرا بھرا بنایا جا سکتا ہے۔

"سنو۔"

"ہمم۔" وہ بالکنی کے دروازے میں آ کھڑا ہوا۔ سامنے حویلی کا عقب تھا وہاں ملک رہتا تھا لیکن وہ پچھلے کچھ عرصے سے وہاں نہیں تھا۔ حویلی کا ہر پودا ہر تنکا جیسے مرجھا گیا تھا اس کے بغیر۔

"کیا تم مجھ سے نکاح کرو گے۔؟" سپیکر سے عالیہ جعفری کی آواز ابھری۔ وہاج ملک اپنی جگہ ہل کر رہ گیا۔

"شادی کے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا۔؟"

"شٹ اپ! وہاج میں سیریس ہوں میری ماں موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہی ہے۔ وہ اپنی دونوں بیٹیوں کو خوش دیکھنا چاہتی ہے لیکن میرے رشتہ جس شخص سے طے کیا جا رہا ہے وہ مجھ سے عمر میں بہت بڑا ہے اوپر سے اس کا اتنا بڑا خاندان۔" عالیہ نے تفصیل بیان کی۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"تو کیا میرے ساتھ خوش رہ لو گی۔؟"

"اگر اللہ نے چاہا تو انشاءاللہ۔" وہاج کی گرفت موبائل پر مضبوط ہوئی۔

"میں تمہیں سوچ کر جواب دوں گا خر دماغ نہیں ہوں جو جانتے بوجھتے آگ کے دریا میں کود جاؤں۔" عالیہ کے ہنہہ کی آواز سنائی دی۔ وہ مسکرایا۔

"اگر وہ تصاویر تم نے سینڈ نہیں کی میں نے نہیں کی تو کس نے پہنچائی وہ تصاویر بالاج کے پاس۔" اندازہ اور سراغ ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہا تھا۔

"حریم ناز تم اسے کیسے بھول گئے وہاج ملک۔" وہاج کو لگا جیسے اسے تپتی دوپہر میں چھایا مل گئی ہو۔ اس نے ایک پل کی دیری کیے بنا کال بند کی۔

"کھڑوس۔" عالیہ نے اسے نئے لقب سے نوازا۔

دوسری جانب وہاج ملک کا ہاتھ کانٹیکٹ لسٹ کھنگال رہا تھا۔ حریم ناز کے نام پر انگوٹھا رکھا۔ بیل جانے لگی۔ کچھ دیر بعد کال اٹھائی گئی۔

"بولو۔" نہ سلام نہ دعا پھاڑ کھانے والا لہجہ۔

"کہاں ہو تم۔؟" وہاج نے بھی سارا لحاظ بالائے طاق رکھ دیا۔

"کیوں فون کیا ہے۔؟"

"بالاج سکندر کو تم نے تصویریں کس سے پوچھ کر سینڈ کی تھیں۔" وہ مطلب کی بات پر اتر آیا۔ بات کو طول دینا اسے پسند نہیں آ رہا تھا۔

"میں نے؟ آر یو ان یور سینسز مسٹر وہاج۔ میں یہاں مر رہی ہوں اور تمہیں لگتا ہے کہ میں دوسروں کے جھمیلوں میں پڑوں گی۔" وہاج نے کنپٹی سہلائی۔

"اب تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے۔؟" تھکا ہوا لہجہ۔

"میرے ایکس ہزبینڈ نے میرے بیٹے کی کسٹڈی کے لیے مجھ پر کیس کر دیا ہے۔"

"واٹ! بیٹا؟" وہاج پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

"ہا۔ہاں وہ میرے ایکس ہزبینڈ۔۔" وہاج نے اس کی بات کاٹ دی۔

"واہ حریم ناز واہ۔ تم تو ایک بچے کی ماں ہوتے ہوئے بھی بالاج سکندر کے خواب دیکھ رہی ہو اور ایک وہ ہے جو ایک ہی وار پر گو اپ کر گئی۔" وہاج کے ذہن میں عالیہ کا عکس لہرایا۔ وہ دونوں بٹلرز کیفے میں بیٹھے تھے۔ اور وہ بول رہی تھی۔

"وہ کون؟"

"تم سے مطلب۔ باجی آپ اپنے گھر والوں پر دھیان دیں تو بہتر ہو گا۔" وہاج نے اسے تپا کر کال کاٹی۔

حریم پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔

"اگر تصویریں میں نے نہیں سینڈ کیں۔ عالیہ اس معاملے سے دور ہے اور حریم کو کچھ معلوم نہیں تو آخر یہ تیسرا شخص ہے کون۔؟" وہ تانے بانے بن رہا تھا۔ وہ معلوم کرواں اچاہتا تھا۔ اسے چین نہیں آنا تھا۔ تبھی اس کے دماغ میں روشنی کا کوندا لپکا۔ ذہن روشن ہوا تھا۔

"مجھے ندیم دار اسے ملنا ہے۔" واٹس ایپ پر ملک کے ہاں پیغام چھوڑا۔

"اوکے۔" کا رپلائی بہت جلدی آیا تھا۔ وہاج کا دل ہر بوجھ سے آزاد تھا۔ وہ اپنا اصل جان چکا تھا۔ ضمیر سے بوجھ ہٹ چکا تھا۔ اب بس اسے ایک کام کرنا تھا معافی۔ ہاں معافی۔ جس گناہ کا وہ مرتکب ہونے جارہا تھا اس گناہ کی معافی۔

اور عالیہ جعفری؟ کیا وہ اسے اتنی اہمیت دیتا تھا کہ اس سے نکاح کر لیتا۔ لیکن کیا معلوم نکاح کرنے سے سب ٹھیک ہو جائے۔؟

وہ عالیہ کو سوچ رہا تھا۔ کیونکہ وہ اسے نیم رضامندی دکھا چکا تھا۔ اسے اس سب کے لیے لاہور جانا تھا لیکن اس سب سے بھی پہلے اسے ندیم دارا سے ملنا تھا۔

سوال اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے کہ آخر ان تینوں کے علاوہ وہ چوتھا نفوس کون تھا۔؟

دن کے بارہ بجے کے قریب کا وقت تھا۔ آسمان آگ اگل رہا تھا ایسی ہی گرمی گاڑی کے اندر بھی چھائی ہوئی تھی۔ جس سے بچنے کو گاڑی میں اے سی چل رہا تھا۔ مومن ابراہیم کے ہاتھ سٹیرینگ وہیل پر تھے۔ اور بسمہ شارق کی نظریں اپنے ہاتھوں پر۔ اس کے ہاتھوں تلے اس کا ہینڈ بیگ تھا۔ وہ اسے خود سے دور نہیں کر سکتی تھی۔

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

وہ اب تک ریلیکس ہو گئی تھی۔ اس نے اپنا سانس درست کر لیا تھا۔

"تمہارے باپ کی کیا کہاں ہی ہے؟" مومن کی آواز گاڑی کی ساکن فضا میں گوں بجی۔ بسمہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ اس کے باپ کی بات کیوں کر رہا تھا۔؟

"سب جانتے ہوئے بھی تمہیں پوچھنے کی بیماری ہے۔" وہ دوبدو جواباً بولی۔

"دو سال ہی سہی لیکن تم سے بڑا ہوں تمیز سے بات کیا کرو۔" مومن کو اس کا انداز غالباً بھایا نہیں تھا۔

"تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" وہ اپنا رخ کھڑکی کی جانب موڑ گئی۔

گاڑی ایم ایس مارشل آرٹس سینٹر کے باہر رکی تھی۔ جب مومن ابراہیم کی آواز پر وہ متوجہ ہوئی۔

" واپسی پر میرا انتظار کرنا۔ اکیلے باہر مت نکلنا۔" بسمہ نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر چل دی۔ مومن کی نظروں نے اس کا سینٹر کے اندر داخل ہونے تک پیچھا کیا تھا۔ اچانک اس کا موبائل بزر ہوا۔

" ہیلو کون۔؟" نمبر انجان تھا کوئی۔

"اتنی جلدی مجھے بھول بھی گئے۔؟" مصنوعی حیرانی۔

" اوہ تو مسٹر شارق کبیر کیسے فون کیا آپ نے؟" مومن نے سیٹ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائی۔

" میری ڈیل کے بارے میں کیا سوچا تم نے۔ بسمہ شارق یا دولت میں سے کس کا سودا عزیز ہے تمہیں۔" وہ اپنی ڈیل کی بابت استفسار کر رہے تھے۔ اس کا مطلب وہ بھولے نہیں تھے انہیں ان دونوں میں سے کوئی ایک چاہیئے تھا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

" دولت بسمہ شارق سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔" وہ بولا۔ دوسری جانب شارق کبیر نے اونچا سا قہقہہ لگایا۔

" دیکھو لڑکے مجھے ابھی اور اسی وقت جواب چاہیئے۔"

" میں تمہیں بتادوں گا فی الحال مجھے ضروری کام ہے۔" مومن نے گاڑی سٹارٹ کی۔

" لگتا ہے تمہیں بسمہ شارق کی جان پیاری نہیں ہے جو اتنی دیر کر رہے ہو۔ مجھے۔۔۔" مومن کال کاٹ گیا۔ وہ دانت نکوستے رہ گئے۔ یہ شخص ان کے دن برباد کر رہا تھا۔ انہوں نے آج تک اس سے زیادہ ضدی اور گھمنڈی لڑکا نہیں دیکھا تھا۔

" یااللہ مجھے کوئی سیدھی راہ دکھادے۔" مومن سست روی سے گاڑی چلارہاتھااس کی سوچوں کامرکز بسمہ شارق تھی۔کیاوہ لڑکی اسے اتنی عزیز ہوچکی تھی کہ اس کے دماغ پر صرف وہ حکومت کرنے لگی تھی ؟

\-----------

وہ تینوں سینٹر کے عقب میں بنے گارڈن میں موجود تھے۔ہمیشہ کی طرح بسمہ اور فریال بینچ پر بیٹھی تھیں اورعبید باجوہ ان کے سامنے گھاس پر ٹانگیں لمبی کیے بیٹھاہوا تھا۔

"بارش ہونے والی ہے۔" عبید نے سر آسمان کی جانب اٹھا کر کہا۔

"کوئی امکانات نظر تونہیں آرہے اور ویسے بھی جولائی میں کون سی بارش۔" بسمہ نے قیاس لگائی۔

"دیکھنا بارش ضرور ہوگی کیونکہ بادل ایک دوسرے کا پیچھا کررہے ہیں۔ایک مزے کی بات بتاؤں تمہیں پتہ ہے میں ایک دفعہ اپنے گاؤں گیااور وہاں جون کے مہینے میں ایسے ہی بول دیاکہ بارش ہونے والی ہے سب نے انکار کیالیکن چند ہی پل گزرنے کے بعد آسمان پر کالی گھٹائیں چھائیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بارش برسنے لگی۔" فریال نے دیکھا آسمان پر ایک بادل آرہاتھاتو دوسرا جارہاتھا۔کیاعبید باجوہ کا وجدان دوست تھا۔؟وہ یونہی ہمیشہ ایک بات بتاؤں کہہ کر اپنے گاؤں کی کہانی سنایا کرتا تھا۔

"اللہ کرے کہ بارش نہ ہو۔" بسمہ نے کہا۔

"کیوں؟"فریال اور باجوہ کی گردنیں تیزی سے اس کی جانب گھومیں۔وہ اپنی جگہ چور بن کررہ گئی۔اتنی گرمی میں کون کافر بارش سے انکار کرے گا۔

"بارش کے بعد کا موسم ہمیشہ مجھے اداس کر دیتا ہے۔پانی کی چند بوندیں گر کر ہماری ضرورت تو پوری کر جاتی ہیں لیکن اس کے بعد کا آبر آلود موسم مجھے اچھا نہیں لگتا۔اس لیے دعا کرو کہ بارش نہ ہو۔" اس کی بات پر فریال اور باجوہ ہوں کر کے رہ گئے۔ایک دم سے ہر سو خاموشی چھاگئی۔پودے بھی خاموش تھے تو ہر گل نے جیسے زبان سی لی ہو۔

"شادی کب تک کرنے کا ارادہ ہے آپ کا؟" وہ پوچھ عبید سے رہی تھی لیکن اس کی نظریں فریال کا طواف کر رہی تھیں۔

"لڑکی مانے تو شادی بھی کر لیں گے۔"

"لڑکیاں مانتی نہیں ہیں بلکہ لڑکیوں کو منایا جاتا ہے اور ویسے بھی ہمارے ہاں مشرقی لڑکیاں جواب نہیں دیتیں۔آپ کو چاہیئے کہ رشتہ بھجوائیں۔" عبید نے سر کو خم دیا۔

"ویسے کیا آپ ابھی تک اپنے گاؤں میں رہتے ہیں۔؟" فریال نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔

"نہیں اب تو ہم یہاں اسلام آباد موو ہو گئے ہیں۔" وہ لوگ مزید چند باتیں کرتے رہے۔جب آسمان گرج دار آواز کے ساتھ گڑ گڑایا۔

"لو ہی گئی بارش شروع۔" اور پھر واقعی دیکھتے ہی دیکھتے وہاں زوروں کی بارش برسنے لگی تھی۔وہ تینوں اندر کی جانب بڑھ گئے۔ان کی کلکاریاں ہوا میں گونج رہی تھیں۔

وہ سینٹر کے باہر کھڑی تھی۔ بارش ابھی بھی برس رہی تھی۔ مومن نے کہا تھا کہ وہ اسے پک کرے گا لیکن وہ اسے بتائے بغیر کیب منگوا چکی تھی کیونکہ اسے اپارٹمنٹ جانے سے پہلے کہیں اور پہنچنا تھا۔ وہ مومن اور ملک کو خبر نہیں لگنے دینا چاہتی تھی۔ اس نے اپنے ہینڈ بیگ پر گرفت مضبوط کی۔ کچھ ہی دیر میں وہ چھتری پکڑے سبز بیلوں سے ڈھکے بارش میں بھیگتے اس بنگلے کے دروازے پر تھی۔ ایک ملازم اسے اپنے ساتھ اس کمرے تک لایا۔ اس کی منزل مقصود سامنے تھی۔

آہ کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے ناں اپنے گھر میں اجنبیوں کی طرح سے آنا۔ وہ دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہوئی۔ سامنے صوفے پر شارق کبیر بیٹھے تھے۔ کمرہ مکمل روشن نہ تھا۔ بسمہ کا دل کانپ گیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے بس یہ معلوم تھا کہ اسے وہ شخص عزیز تھا تو اس کی خاطر کچھ بھی۔

"فائل۔؟" انہوں نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ بسمہ نے بیگ سے دوہری ہوئی فائل نکالی اور شارق کبیر کے سامنے ٹیبل پر رکھ دی۔ انہوں نے تیر کی تیزی سے اسے کھول کر پڑھا۔ انہیں فائل سے غرض نہ تھی انہیں بس ملک کی بربادی سے غرض تھی۔ چہرے پر مسکراہٹ بکھرتی گئی۔ آنکھوں کی جلن کچھ حد تک کم ہوئی لیکن بسمہ شارق کا دل ڈوب رہا تھا۔

"ویل ڈن بسمہ۔" بسمہ کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا اٹکنے لگا۔ کیا وہ یہ سب کرنے کے بعد معافی کی حق دار ہوگی؟ دل نے جواب دیا 'نہیں'۔

"اب پتہ چلے گا ملک کو کہ شارق کبیر سے پنگا لینے کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ تمہاری بربادی آج سے شروع ملک۔" وہ فائل ہاتھ میں اٹھائے والہانہ نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے اور بسمی شارق کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا۔

ضمیر کی ملامت انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ کیا وہ بھی آج سے ملامت کاروں میں شامل ہو گئی تھی؟ اگر ہاں تو اس کے ضمیر کی ملامت اس کے جسم سے خون کا کوئی آخری لوتھڑا بھی نہیں مٹا سکتا تھا۔

وہ جب گھر پہنچی تو مومن ابراہیم گھر پر نہیں تھا۔ وہ طبیعت خرابی کا بہانہ کرتی اپنے کمرے میں گھس آئی۔ وہ اب متذبذب سی ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔ مومن کو معلوم ہو جانا تھا اگر وہ اسے لینے سینٹر پہنچ جاتا تو۔ وہ ڈر رہی تھی۔ اس کا دل واہموں میں گھر رہا تھا۔ لیکن وہ بسمہ شارق تھی۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتی تھی بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کیا کرتی تھی۔ پھر بھی وہ بزدل بن رہی تھی۔

کیا محبت انسان کو اتنا کمزور کر دیتی ہے۔ ہاں محبت انسان کے جذبات کو اجاگر کرتی ہے۔ اور جذباتی انسان ہمیشہ بزدل ہوتا ہے۔ محبت انسان کو کمزور نہیں کرتی، جذبات کرتے ہیں۔

وہ لاشعوری طور پر مومن کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ آئے گا تو وہ اسے سب کچھ سچ سچ بتا دے گی۔ آگے وہ جانے اور بسمہ کا باپ۔

تبھی اس کے کمرے کا دروازہ بنا دستک کے کھلا۔ اندر داخل ہونے والا شخص مومن ابراہیم تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ انگارا ہو رہی تھیں۔ گہری بھوری آنکھوں کا تصادم سرمئی آنکھوں سے ہوا۔ کچھ تھا ان

آنکھوں میں جو سرمئی آنکھوں نے جھرجھری لی۔وہ آگے بڑھا۔بسمہ کا جسم کپکپانے لگا۔وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔اس نے لب کھولے لیکن۔

"چٹاخ!" پہلا تھپڑ، پہلی اذیت اور دل میں اٹھتا درد۔آہ۔

مومن نے آنکھیں میچ کر کھولیں۔وہ بسمہ کی ایک بھی سنے بغیر اسے تھپڑ سے نواز چکا تھا۔وہ اپنے بائیں گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔آنسو پلکوں کی باڑ توڑتے سرخ وسپید گالوں کی زینت بننے لگے۔

"جو تم کر چکی ہوناں بسمہ شارق میرا بس چلے تو تمہیں زمین میں گاڑھ دوں۔کیونکہ تم جیسے بزدل کیڑوں کی سرزمین مٹی ہی ہوتی ہے۔خاک ہو تم۔" وہ دھاڑا۔اس کی آواز سے پورا اپارٹمنٹ گونج اٹھا۔انمول اور صوفیہ بھی بسمہ کے کمرے کی طرف بھاگی تھیں۔

"تم نے آج تک کوئی محرومی نہیں دیکھی بسمہ شارق کبیر" اسکی آواز میں نمی اترنے لگی۔کیا تھی وہ لڑکی۔کتنی سفاک تھی ناوہ۔کتنی ظالم۔

"م۔مم۔مومن۔" اس نے کچھ بولنا چاہا۔

"خاموش۔!" وہ پھر سے چیخا۔بسمہ کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔انمول اور صوفیہ دروازے میں ایستادہ ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔وہ دونوں ہی اس کی غلطی سے لاعلم تھیں۔کیا بسمہ شارق کا جرم قابل معافی تھا؟

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

اس نے صبح صبح ہی وہاج کو میسج چھوڑا تھا کہ وہ اسے حویلی سے پک کر لے گا۔ اس وقت وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے اپنی منزل کی جانب گامزن تھے۔ وہاج خاموشی سے بیٹھا تھا۔ وہ اس دن کس مشکل سے وہاں سے نکل کر آیا یہ صرف وہی جانتا تھا۔ وہ دن، وہ پل بہت برے گزرے تھے اس کے۔ لیکن جو راز وہ وہاں سے لے کر آیا تھا اس نے وہاج ملک کی زندگی بدل دی تھی۔ ہاں وہ بدل گیا تھا اس نے خود کو بدلنے کا عزم کر لیا تھا۔

اگر کوئی پیادہ شطرنج میں ہار جائے تو وہ دوسری چال نہیں چل پاتا وہ بھی اس وقت ایک ہارا ہوا پیادہ تھا جو نئی بازی شروع ہونے کا منتظر تھا۔ زندگی کی نئی بازی اسے سب سکھا دینے والی تھی کیونکہ وہ پر عزم تھا۔

"کیسا لگ رہا ہے۔؟" ملک نے اسے دیکھا وہ خاموشی سے اب اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ جیسے جواب دینے کے لیے ناپ تول کر رہا ہو۔

"ایسا کہ زندگی تھا کر سانسیں چھین لی گئی ہوں۔" ملک کو افسوس ہوا۔ وہ اس سے چھوٹا تھا۔ بھلے اس نے بہت برا کیا تھا لیکن وہ اپنے کیے کی سزا پا چکا تھا۔

"اللہ پر توکل کرو وہ سب ٹھیک کر دے گا۔" وہاج نے سر ہلایا۔

"وہ غفور الرحیم ہے۔" وہاج کی آواز ابھری۔

"بالکل۔" ملک نے تائید کی۔

"تو وہ مجھے بھی معاف کر دے گا۔ ہاں؟" وہ آنکھوں میں امید کے دیے جلائے پوچھ رہا تھا۔ ملک نے گہری سانس بھری ان کی منزل مقصود آچکی تھی۔ ملک نے گاڑی روک دی۔

Aesthetic Novels
Explore Dream and Read

"اللہ تعالیٰ حقوق اللہ تو معاف کر سکتا ہے لیکن حقوق العباد کی کوئی معافی نہیں۔ اپنے رب سے معافی مانگنے سے پہلے اس کے بندوں سے معافی مانگو۔ اگر وہ تمہیں معاف کر دیں تو تم نوازے جاؤ گے اللہ کی رحمت سے اور بخشش سے۔" ملک سیٹ بیلٹ کھولتا باہر نکل گیا۔ وہاج بھی دوسری طرف سے باہر نکلا گاڑی کا دروازہ واپس بند کرتے اس نے نگاہ ادھر ادھر دوڑائی۔

"یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟" اس نے حیرت سے استفسار کیا۔

"آرام گاہ۔" وہ سکون سے بولا اور پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے آگے چل دیا۔ وہاج نے بھی اس کی تقلید کی۔

وہ دونوں آگے بڑھ رہے تھے اور تمام آرام گاہیں جیسے ان کا دیدار کر رہی تھیں۔ ملک کا انداز پر سکون تھا تو وہیں وہاج کے پسینے چھوٹ رہے تھے۔

"ملک۔"

"ہاں بولو۔" پُر سکون لہجہ۔ آرام گاہ کی طرح آرام دہ انداز۔

"مم۔ مجھے گھ۔ گھٹن ہو رہی ہے۔" وہ اٹک گیا۔ الفاظ منہ سے نکلنے سے انکاری ہو گئے۔ ملک نے آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھا۔

"ابھی سے ڈر گئے۔" انداز رازدارانہ تھا۔ خفیہ لہجے سے وہاج کو وحشت ہونے لگی۔ یہ وہ اسے کہاں لے آیا تھا۔ کیسی آرام گاہ تھی وہ۔ ملک استہزایہ ہنسا۔ آنکھوں میں بھی استہزایہ پن اتر آیا تھا۔ انداز ایسا تھا کہ ابھی سے ڈر گئے۔ کیا کوئی اور امتحان ابھی باقی تھا۔؟

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

آج موسم کافی خوشگوار تھا زیادہ گرمی تھی نہ ہی زیادہ حبس بس متناسب سا ماحول۔ وہ ہاتھ سے چائے کی ٹرالی گھسیٹتی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ سامنے آمنے سامنے رکھے صوفوں میں سے ایک پر اس وقت جیا سکندر براجمان تھی تو اس کے بالکل سامنے وجیہہ سا ملک براجمان تھا۔ وہ کافی دیر سے وہاں موجود تھا تقریباً ایک آدھ گھنٹے سے۔ جیا اس پر اعتبار کر رہی تھی کیونکہ وہ اس کا محافظ تھا۔ وہ بالاج کے مقابلے میں بھی اس پر زیادہ بھروسہ کر سکتی تھی۔ یہ شخص اس کی ہر جگہ حفاظت کرتا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم آپ کا نام کیا ہے لیکن میں آپ کو اینجل بلاؤں گی۔" معصوم سی جیا کی معصوم سی خواہش۔

"جو تمہارا دل چاہے۔" وہ نرم لہجے میں بول رہا تھا۔ اس قدر نرم لہجہ اس نے آج تک کسی سے اختیار نہیں کیا تھا۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے اب چلنا چاہیے مجھے۔" وہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ نجمہ (ملازمہ) چائے پیش کر رہی تھی۔

"ارے آپ چائے تو پیتے جائیں۔" جیا نے بھرے ہوئے کپ کی جانب اشارہ کیا جس کے ساتھ ہی مختلف لوازمات رکھے گئے تھے۔

"نہیں گڑیا پھر کبھی سہی۔ ابھی مجھے چلنا ہو گا۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ جیا کی آنکھیں نم ہوئی تھیں کاش آج اس کا بھائی بھی زندہ ہوتا تو وہ اس سے کتنا پیار کرتا۔ ہاں وہ ملک سے لاعلم تھی۔

وہ مین گیٹ سے باہر نکلتے وقت آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا چکا تھا۔ باہر دھوپ تھی اور اس کی ہیزل گرین آنکھیں ایسی دھوپ سہن نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ آگے بڑھ رہا تھا اور دور گلی کی نکر پر کوئی شخص گاڑی میں بیٹھا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یہاں کیوں اور کس کے لیے آیا تھا۔ بس دل کیا اور وہ آ گیا۔ ہاں دل انسان کو مجبور کر دیتا ہے۔ یہ سارے کھیل دل کے ہی تو ہوتے ہیں۔ دل کیا تو یہ کر لیا دل نہ کیا تو چاہنے کے باوجود وہ کام ترک کر دیا۔

"تو تم نے یہ تماشہ اب اپنے گھر میں شروع کر دیا جیا سکندر۔ آئی ول ناٹ سپیئر یو۔ (میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔)" وہ غرایا۔ ہاتھ اور دماغ کی نسیں پھولنے لگی تھیں۔ غصے کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ سامنے وہ شخص آنکھوں پر چشمہ لگائے دھیمی مسکراہٹ سے اپنی گاڑی کے قریب پہنچ رہا تھا۔ وہ گاڑی میں جا بیٹھا۔ اور بالاج سکندر کی بس ہوئی تھی۔ اس نے زن سے گاڑی آگے بڑھائی اور سکندر حویلی کے سامنے لا کر روک دی۔ دروازہ کھولتا وہ اندر داخل ہوا۔ گارڈ کے سلام کا جواب دینا بھی وہ بھول چکا تھا۔

"باجی جی وہ صاحب کون تھے۔؟" ڈرائنگ روم کے اندر سے اسے ملازمہ کی آواز سنائی دی۔ وہ سننا چاہتا تھا لیکن جیا کے روبرو جا کر۔

"آپ جائیں یہاں سے۔" اس نے ملازمہ کو مخاطب کیا وہ سلام کرتی وہاں سے چلی گئی۔ جیا اس سنگدل کی آواز پر ہی تھم چکی تھی۔ بالاج سکندر اس کے پیچھے آیا تھا کیا واقعی؟

"آ۔ آ۔ آپ۔ یہاں۔" اس کے چہرے پر بے یقینی تھی۔ بالاج نے تنفر بیزاری سے اسے دیکھا۔ جیا کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"کیوں کیا میں نہیں آسکتا یہاں؟ یا پھر تم اپنے کسی اور عاشق۔۔"

"شٹ اپ بالاج۔" اس کا ہاتھ اٹھا لیکن وہ اسے درمیان میں ہی روک چکی تھی۔ کیا وہ بالاج پر ہاتھ اٹھا سکتی تھی؟ نہیں کبھی بھی نہیں۔

"کیا ہوا رک کیوں گئیں جیا۔ مارو ناں مارو تھپڑ یہی کسر باقی رہ گئی ہے اب تو۔ جیا واجد سکندر۔" جیا کی شکل رونے والی ہوئی۔ اس کا ارادہ قطعاً یہ نہیں تھا۔ آہ وہ بے رحم سکندر۔ وہ کیوں اتنی بے اعتباری دکھا رہا تھا کیا وہ بعد میں زرہ برابر بھی برداشت کر سکتا تھا۔

"جیا واجد نہیں جیا بالاج سکندر ہوں میں۔ سمجھے آپ۔" وہ بھی جواباً چیخی۔

"کون تھا وہ مرد؟ اور تمہارے گھر پر کیا کر رہا تھا ہاں بولو جواب دو مجھے جیا سکندر۔" بالاج دھاڑا۔ یہ خیال ہی سوہان روح تھا کہ وہ شخص اس کی جیا کے گھر آیا تھا۔ جو تصاویر اسے موصول ہوئی تھیں ان میں وہاج ملک کا چہرہ واضح نہ تھا اس لیے وہ اس شخص کو وہاج سمجھنے لگا تھا۔ یہ بدگمانیاں اور غلط فہمیاں انسان کو مار دیتی ہیں۔

"آپ کو جواب دہ نہیں ہوں میں اور آپ ہوتے کون ہیں میرے گھر میں کھڑے ہو کر میرے کردار پر سوال اٹھانے والے۔ خود کیا ہیں آپ؟ حریم ناز کو بھول گئے کیا؟" اس نے بالاج کو آئینہ دکھایا۔

"تم سے جتنا پوچھا ہے اس کا جواب دو۔ بتاؤ مجھے یہ وہاج تھا ناں؟ ہاں یا ناں۔؟" اس نے جیا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ اس کی سیاہ آنکھوں میں دیکھ رہا تھا لیکن وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے عقب میں دیکھ رہی تھی۔

"یہ سالا آج بچے گا نہیں میرے ہاتھوں۔" وہ کہتے ہوئے اس بات سے انجان تھا کہ سامنے کھڑا شخص حقیقتاً اس کا سالا بھی ہو سکتا ہے۔

"اینجل۔" جیا کی آواز پر بالاج پلٹا اور اسے لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گا۔ مقابل شخص کی عینک گریبان میں اٹکی ہوئی تھی۔ خوبرو چہرہ روشن پیشانی اور اس پر تضاد اس کی ہیزل گرین آنکھیں۔ ان آنکھوں کو تو وہ سات پردوں میں بھی پہچان سکتا تھا۔ یہ آنکھیں تو اسے حفظ تھیں۔

"میرا۔ موبائل رہ گیا تھا۔" اس نے آگے بڑھ کر موبائل اٹھایا۔

"ماہیر سکندر۔" بالاج کے لبوں نے سرگوشی کی۔ لیکن جیا سکندر کو وہ اس کی آواز اپنے کانوں میں ڈھول پیٹتی محسوس ہوئی۔ اس کے سر پر آسمان ٹوٹ کر گرا۔ کیا وہ ماہیر سکندر تھا؟ کیا وہ جیا سکندر کا بھائی تھا۔؟ ہاں وہ اس کا سگا بھائی تھا۔

وہ بالاج سکندر کا بچپن کا بھائی تھا۔ وہ اس کا دوست تھا بلکہ وہ دوست نہیں تھا وہ تو رگِ جاں تھا جو اسے سمجھتا تھا، اسے پرکھ سکتا تھا۔ ہمیشہ اس کے ہمقدم اس کے آگے کھڑا ہوتا تھا۔ وہ ماہیر سکندر تھا بالاج سکندر کا جان سے عزیز دوست۔ وہ دوست جس کے لیے بالاج سکندر نے پورے اٹھارہ سال آنسو بہائے تھے۔
دوستی بہت عام ہوتی ہے لیکن دوستی میں وفا اسے خاص بنا دیتی ہے۔

وہ بھی دوستی میں ہر حد پار کر گیا تھا۔ اگر اسے رتی برابر معلوم ہوتا کہ اس کا جگر اس دنیا میں سانسیں بھر رہا تھا تو وہ اسے پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالتا۔

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

"یہ تم ہوناں ماہیر۔؟میرے بھائی۔" بالاج کا لہجہ رندھ گیا۔ ادھر سبز آنکھوں میں آگ جلنے لگی۔ وہ پیچھے کی جانب پلٹنے لگا۔ الٹے قدموں کی رفتار تیز ہو رہی تھی۔

"ماہیر سٹاپ اٹ یار مزید کتنا تڑپاؤ گے۔؟" بالاج نے اپنے قدم اس کی جانب لیا۔ جیا سکندر ساکت نگاہوں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

"ب۔با۔لاج۔" وہ ماہیر کے پیچھے جانا چاہتا تھا لیکن جیا کی آواز نے اس کے قدم روک لیے۔ اس کی آنکھیں نم تھی تو لب وا تھے۔ ایک جیا تھی جس نے اس کی سے بے وفائی کی تھی اور دوسرا وہ تھا جس کا بالاج نے اٹھارہ سال انتظار کیا تھا۔ وہ کہاں جائے۔؟

☆☆☆☆☆☆☆☆

Aesthetic Novels
Explore, Dream and Read

جاری ہے

Share your valuable feedback please......!